www.pklibrary.com

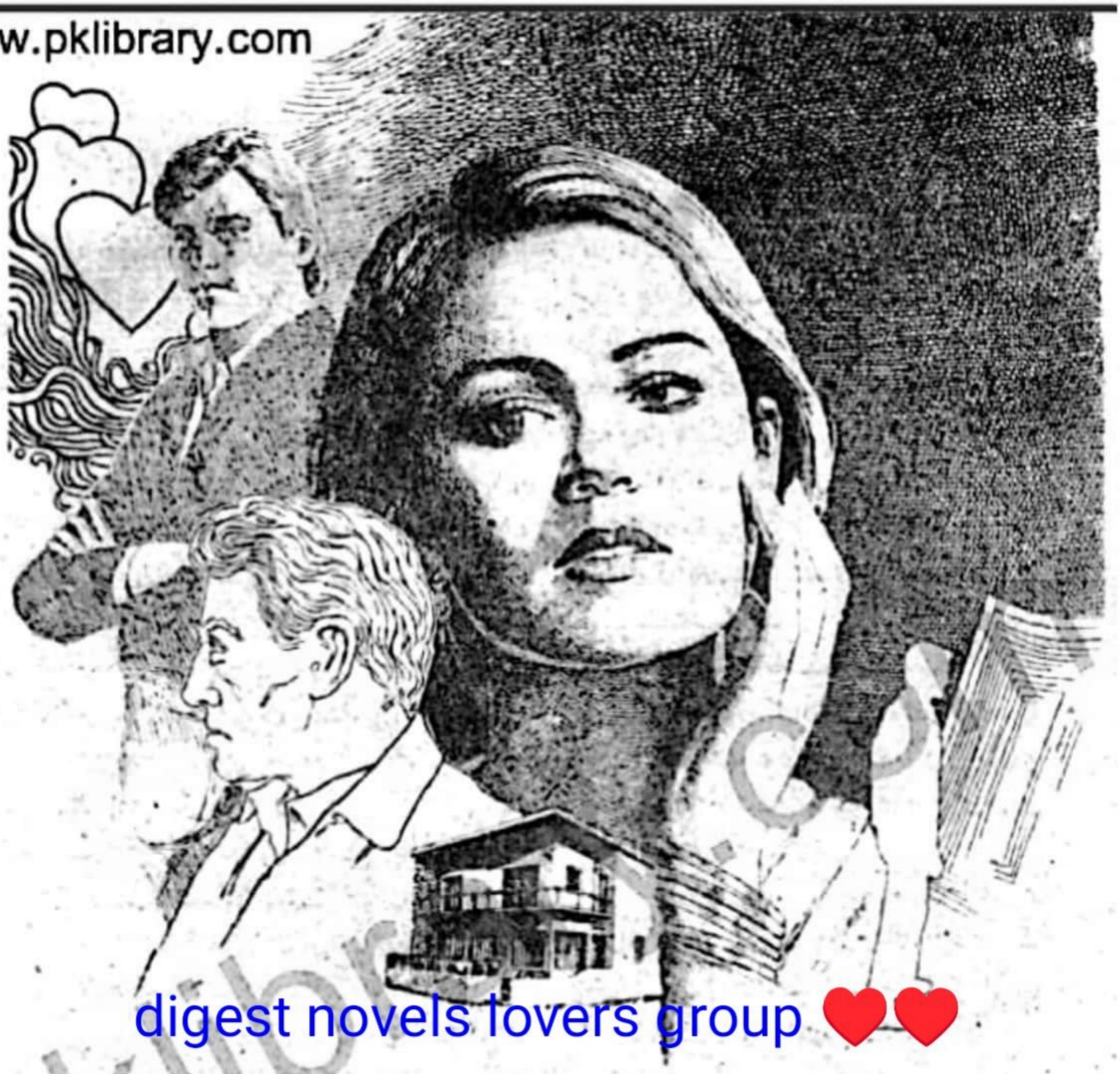

digest novels lovers group ❤️❤️

مکمل ناول

میرا بخت

محمد ساجد

''ٹرن.....ٹرن.....ٹرن.....''

دس مرلے کے رقبے پر پھیلے اس گھر میں یہ آواز اس زور سے گونجی کہ سیدھا دل پر پڑی تھی۔

''ٹرن،ٹرن.....ٹرن.....''

اتنے بڑے گھر کی خاموشی اس آواز سے ایک چھناکے سے ٹوٹی تھی اور پھر ذرا تیز، تیز چلتے قدموں کی چاپ ابھری۔

''ٹرن.....ٹرن.....''

''ہیلو.....'' پھر چند لمحوں بعد..... ریسیور اس کے ہاتھ سے نیچے جا گرا..... اس کے ارد گرد موجود دیواریں بھک سے اڑیں اور اس کے وجود پر آن گریں۔ وہ زانوؤں کے بل زمین پر یوں گری کہ ہاتھ

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

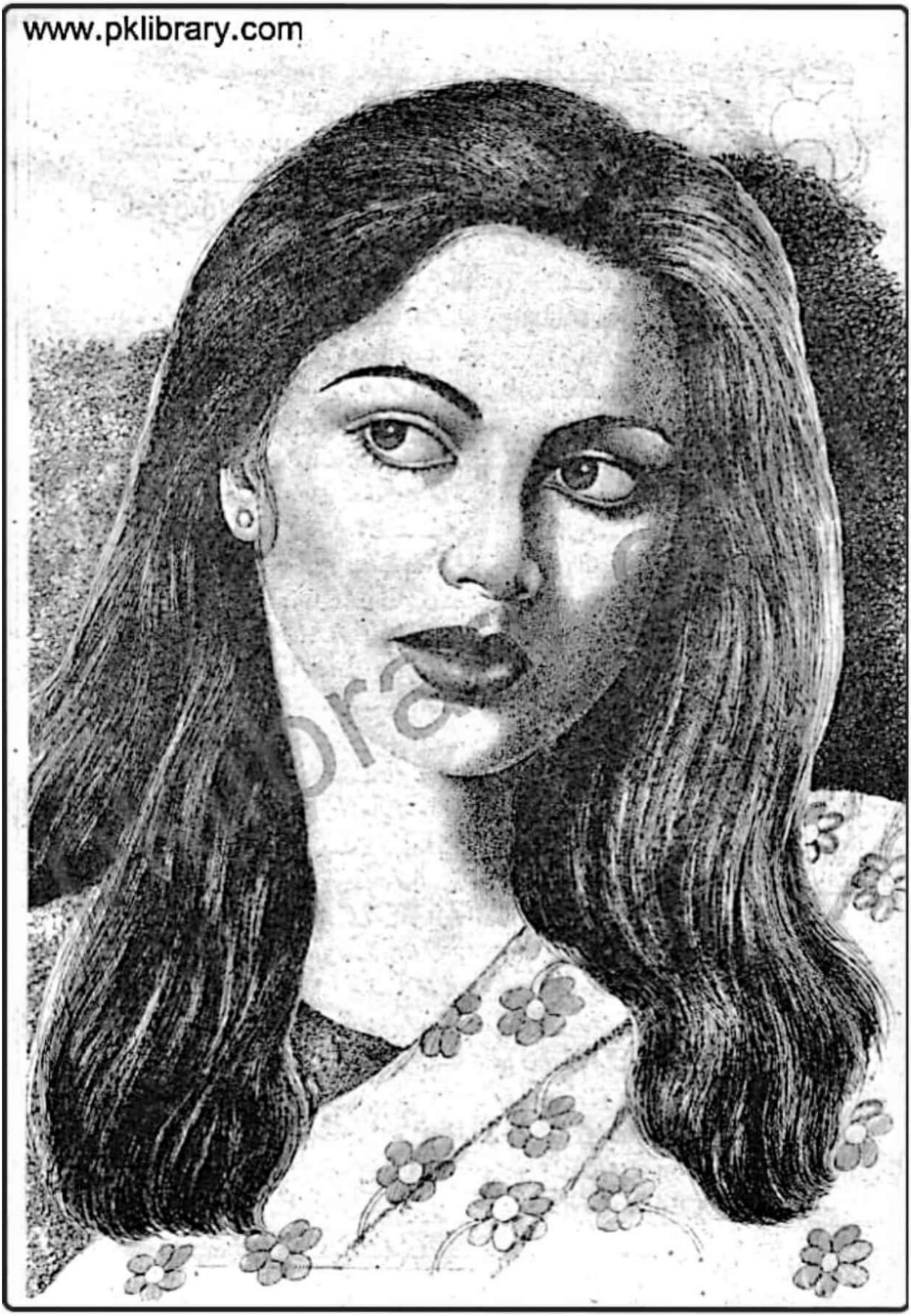

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

پہلو میں جا گرے..... ریسیور تار کے سہارے لٹکا..... ڈول رہا تھا اور اس میں سے اب بھی آواز کے نام پر اِک نامانوس سا شور سنائی دے دیا۔

کہنے والے نے کیا اسے گمان و یقین سے پرے کی دنیا کی کوئی کہانی سنائی تھی؟ کس کوہ قاف کی داستان سن بیٹھی تھی وہ کہ یوں اب بے روح آنکھوں سے دنیا کو تکتی تھی۔ اس کا منہ کھلا کا کھلا اور سانس معمول کی آسانی کے ساتھ نہ آتی تھی پھر اس نے گردن موڑ کر کارنس پر رکھی اس تصویر کو دیکھا..... اس کا دوسرا ابھرنے والا احساس رنج بھرے طیش کا تھا۔ ایک دم ہاتھ مار کر اس نے فریم نیچے گرایا۔ شیشہ کیا کرچیوں میں ٹوٹا ہوگا..... کہ جتنی کرچیاں اس کے دل، اس کے وجود کی ہو چکی تھیں۔ اس نے ان کرچیوں کے درمیان سے وہ تصویر کھینچ کر نکالی..... چند لمحے اسے دیکھتی رہی اور پھر نفرت سے اس پر تھوک دیا۔ اس کی نفرت محض تھوک دینے سے تو ختم ہونے والی نہیں..... اور اب وہ اپنی جوتی کی ایڑی سے اس تصویر کا چہرہ مسل یا پھر مسخ کر رہی تھی۔ جوتے سے چہرہ مسلتے، مسلتے وہ ایک دم ساکت ہوئی۔ یوں جیسے وقت تھما ہو، گھڑی ساکت ہو گئی ہو..... دل رک سا گیا ہو۔

"یہ میں نے..... میں نے..... کیا....." اس کے ہونٹ پھڑ پھڑائے اور شدید شاک کے عالم میں اس نے ہاتھوں کی انگلیوں سے ہونٹوں کو ڈھانپا..... اگلا ردِعمل پہلے سے بھی شدید تھا۔ اس نے تیزی سے کانپتے ہاتھوں سے تصویر اٹھائی، اڑتے بدن کے ساتھ اس نے دوپٹے کا پلو پکڑنا چاہا مگر پلو ہاتھ میں نہیں آ رہا تھا، اس کا ہاتھ گرفت کرنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ لاچار ہو کر اس نے تصویر اپنے کپڑوں سے رگڑ کر صاف کی اور پھر دونوں بازوؤں میں بھر کر سینے میں بھینچ لیا..... مگر وہ اپنی چیخ بھینچ نہ سکی..... ایک نام چیخ کی صورت میں اس کے لبوں سے آزاد ہوا تھا۔

اس کی چیخ نے شاخوں پر بیٹھے پُرسکون پنچھی اڑا دیے تھے۔

☆☆☆

اگر اسے ایک لفظ "بے اعتباری" کا مترادف لکھنے کو دیا جاتا تو وہ بلا سوچے سمجھے، بلا جھجکے لکھتا..... "محبت" اور وہ اسے دے بھی رہے تھے اپنی محبت کا واسطہ.....

اس نے سخت حیرت سے انہیں دیکھا۔

"بابا پلیز..... کیا کہہ رہے ہیں آپ، یوں نہیں ہوتا..... کس قدر بچگانہ سی بات ہے کہ میں....."

"بخت اس میں بچگانہ سی بات کیا ہے؟ ایک پروپوزل رکھا ہے تمہارے سامنے اور بس....."

"بس... بس بابا.....؟" اس نے شاکی مگر سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"آپ تو یوں بات کر رہے ہیں جیسے جانتے نہیں..... سب کچھ جانتے، بوجھتے اور سمجھتے ہوئے بھی آپ ایسی بات کر رہے ہیں۔"

"ہاں سب کچھ جانتے، بوجھتے ہوئے اور سمجھتے ہوئے بھی ایسی بات کر رہا ہوں....." قطعی انداز میں کہہ کر انہوں نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔

اس نے جبڑے بھینچے ہوئے تھے۔ الٹے ہاتھ کی دو انگلیوں سے وہ مسلسل کنپٹی کو مسل رہا تھا..... چہرے پر برہمی کے تاثرات تھے..... یہ اس کے ٹینس ہونے کی نشانی تھی۔ "اور اگر "وہ" یہاں ہوتا تو.....؟"

"آخر "وہ" یہاں ہوتا ہی کیوں.....؟" انہوں نے تلخی سے سر جھٹکا۔

"کس قدر سلجھی ہوئی طبیعت کا مالک تھا ان کا یہ بخت اور....." ایک گہری سانس ان کے سینے سے خارج ہوئی۔

"بابا....." بخت نے اُن کے گھٹنے پر ہاتھ رکھے۔

"ضروری تو نہیں یہ ہی آخری حل ہو..... ہم اپنی پوری کوشش کریں گے..... آخری حد تک جا کر ان کی مدد کی کوشش کریں گے..... یوں تھوڑی انہیں چھوڑ دیں گے۔"

"جو کچھ ہو چکا ہے بخت..... اس کے بعد یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم بیان کر رہے ہو....."

"آخر میں ہی کیوں بابا....." وہ بے طرح سے چڑا۔

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

"تم کیوں نہیں بخت.....؟ پسند کرتے تھے ناں اسے تو پھر....."

اور بخت نے ایک دم نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا اور جن نظروں سے دیکھا.....وہ انہیں زمین میں گاڑ دینے کے لیے کافی تھیں۔

"پسند کرتا تھا..... پسند کرتا ہوں.....نہیں....." کیسا سرد لہجہ تھا۔

"لو پسند بھی بھلا بدلی ہے کوئی....." وہ بچوں کے سے لہجے میں بولے۔

"بدلتی تو نہیں پر مارنی پڑ جاتی ہے بابا.....جب رشتوں کے حوالے بدلتے ہیں تو اس کے ساتھ، ساتھ تقاضے بھی بدل جاتے ہیں۔ یہ بھی اِک تقاضا تھا کہ میں ہمیشہ کی طرح....." اور کوئی شکوہ کرتے، کرتے اس نے تڑپ ہونٹوں کو بھینچ کر خود کو روکا۔

"ایسا مت کہو بخت....." وہ اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر تکلیف سے بولے۔

"تم جانتے ہو کہ بات محض تمہاری پسندیدگی کی نہیں تھی.....وہ....." اور اب کی بار بابا جان نے ہونٹ بھینچ کر خود کو روکا۔

اِک تکلیف دہ خاموشی ان دونوں کے بیچ پھسکڑا مار کر آن بیٹھی تھی۔ وہ دونوں ہی اپنی، اپنی جگہ پر چپ مگر سوچوں میں گم بیٹھے تھے۔

"تم جانتے ہو وہ تم سے قریب کبھی نہیں رہی....." اس خموشی کو چھناکے سے توڑتا ہوا وہ جملہ بابا جان نے کہا تھا۔ اور بخت عبدالرحمٰن کی آنکھوں تلے جیسے کچھ سلگ کر بھڑکا تھا۔ اِک منظر جیسے دل پر پاؤں رکھ کر یاد آیا تھا۔

☆☆☆

"میرے خدا یہ اس نے کیا، کیا میرے ساتھ.....کیا؟ کیوں کیں لے؟" اس کی سانس نکڑی کے شکار کی طرح جسم میں پھنسنے لگی۔

"اتنے سال.....اس چہرے کو میں نے کسی دربار کا سا درجہ دیا.....نظر جب بھی اٹھی محبت سے زیادہ عقیدت کے ساتھ اٹھی۔ اور وہ کہتا ہے میں....." اب کی بار اس کے حلق میں کچھ پھنسا تھا۔ اس نے طیش سے... دونوں مٹھیاں بھینچیں اور دونوں آنکھیں زور سے میچیں۔

"ادا عبدالمالک اتنی بے مول نہ تھی کہ جس قدر بے مول تم نے اسے کیا....." اپنے بہنے والے آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑ کر صاف کیا.....اور پھر نپے تلے قدم اٹھاتی وہ آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی.....اس نے غور سے اپنے چہرے کو دیکھا۔

ماتھے سے لے کر ٹھوڑی تک شہادت کی انگلی پھیری.....اس کی جلد بے داغ، بے حد چمکدار تھی۔ اس نے آنکھوں سے اپنی ہی آنکھوں کا جائزہ لیا..... "کتنی ہی گہرائیوں کا مسکن تھیں یہ آنکھیں بالکل سیاہ یوں کہ کسی جنگل کی تاریکی ہو۔ کھو جاؤ تو مل کر نہ دو.....اور تم.....تم، تم ان سیاہیوں سے کیسے بچ کر نکل گئے.....کیسے؟" اب کی بار اس نے گھوم کر خود کا جائزہ لیا.....اس کی لمبی چوٹی اس کی کمر کے گرد گھوم کر پشت پر جا پڑی.....اور اسے ایک دم کچھ اور یاد آیا۔

"تم واحد دنیا کی لڑکی ہو گی کہ جس کے بال گھنگرالے .... بھی ہیں اور لمبے بھی.....آنکھوں سے جان چھڑاؤ تو دل ان میں پھنس کر رہ جائے....." وہ یاد کا ایک زہر بھرا کوڑا تھا جو دل کی زمین پر بڑے زور سے پڑا تھا اور سرخ ہوتی رنگت اس کے ضبط کی گواہی تھی۔ حسن تھا تو اس پر ناز بھی تھا اور یہ ناز کس طرح سے کرچی، کرچی ہوا تھا.....آہ....."تمہیں ادا عبدالمالک اس مقام پر پہنچ کر دکھائے گی کہ جس مقام پر دیکھ کر تم پچھتاوے کی اس آگ میں جا گرو گے جو تمہیں جلائے تو ضرور پر بھسم نہ کرے گی.....تم دیکھو گے.....کہ تمہیں ادا عبدالمالک کی آہ، کیسے لگے گی.....اور یوں لگے کہ اِک دنیا اس کا تماشا دیکھے گی۔" طیش، نفرت، غصہ، غم، تکلیف، رنج کے زیر اثر اس کے آنسو بھل، بھل بہتے تھے اور وہ واقعی ہی کسی کو کھا جانے والی "آہ" لگتی تھی۔

☆☆☆

اسے دیکھ کر سب چونکنا چاہتے تھے.....پر ان سب نے اپنے اس reflex ایکشن پر فوری طور پر

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

قابو پایا تھا۔

"السلام علیکم....." وہ کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"وعلیکم السلام..... کیا لوگی ناشتے میں؟" امی نے بڑے پیار سے پوچھا تھا۔

"ہر روز کیا لیتی ہوں امی....." اس نے مسکرانا چاہا..... مگر اس کی کوشش ناکام ہوئی۔

"ارے ہاں..... یہ بھی کوئی بھولنے کی بات ہے بھلا....." وہ بشاشت سے کہنا چاہتی تھیں مگر افسوس..... وہ بھی بیٹی کی طرح ناکام ہوئی تھیں۔

"تارا نہیں اٹھی ابھی....." اس نے ہاٹ پاٹ اپنی طرف کھینچتے ہوئے ماں کی آنکھ کے آنسو کو نظر انداز کیا..... آخر کیا ہی کیا جاتا ان آنسوؤں کا..... یہ تو اب جزو لازم تھے زندگی کے۔

"اسے تو کالج گئے آدھا گھنٹا ہو گیا بیٹا....." اور اس نے جیسے تھک کر وال کلاک کو دیکھا۔

"یا خدا..... یہ سانحہ مجھے کہاں، کہاں اور کیسے، کیسے متاثر کرے گا....." وہ تو جیسے سب بھلائے بیٹھی تھی..... اس کا دل چاہا کہ ایک دم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جائے..... یہ جو بناوٹی چولا اس نے پہن رکھا تھا..... پھاڑ کر اتار ڈالے اور ماں کے گلے لگ کر بین ڈال، ڈال کر روئے..... پر کیا کیجیے کہ بناوٹ آخری سہارا تھی۔

"ابو..... آپ سے اِک بات کرنی تھی۔" اس نے ہمت سے باپ کو مخاطب کیا..... اور باپ بدلے میں یہ ہمت نہ دکھا سکا کہ اس کے چہرے کو دیکھ کر جواب دے۔

"کہو....." وہ اسی طرح اخبار کے پیچھے خود کو چھپائے ہوئے بولے۔

"کچھ کورسز کرنا چاہتی ہوں....." اور ابو نے ایک دم اخبار نیچے کر کے اور امی نے نوالہ منہ تک لے کر جاتا ہوا ہاتھ روک کر اسے دیکھا..... اور پھر ان دونوں کا آپس میں نظروں کا تبادلہ ہوا..... جیسے وہ کچھ کہنا چاہتے ہوں۔

"کیا ہوا؟"

"نہیں..... ہوا تو کچھ بھی نہیں..... مگر ہم..... وہ....." اور رقیہ عبدالمالک نے بیچارگی سے اپنے شوہر عبدالمالک کو دیکھا۔

"پڑھنا چاہتی ہو..... ٹھیک ہے کوئی مسئلہ نہیں جہاں کہوں گی ایڈمیشن کروادوں گا..... پر بچے اس سارے مسئلے کا حل پڑھائی کی آڑ میں راہِ فرار تو نہیں ہے ناں....."

بات کہے بنا چارہ نہیں تھا..... سو عبدالمالک نے بلا تمہید بات کی۔

"آپ کو کس نے کہہ دیا ابو کہ پڑھائی کی آڑ میں یہ راہِ فرار ہے.....؟"

"تو پھر.....؟"

"میں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتی ہوں، خود مختار ہونا چاہتی ہوں....."

اس بات پر ایک بار پھر ان دونوں میں نظروں کا تبادلہ ہوا تھا۔

"آپ دونوں بار، بار یوں کیوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔ سیدھی طرح بتا کیوں نہیں دیتے کہ آخر بات کیا ہے.....؟" وہ بری طرح سے چڑی تھی۔

عبدالمالک صاحب نے اِک گہری سانس بھری..... اِک نظر اسے دیکھا اور.....

"بھائی جان نے اپنے بیٹے کا پروپوزل دیا ہے....."

"کیا....." اسے ایک دم کرنٹ لگنے کا سا جھٹکا لگا تھا..... اور معلوم نہیں کیوں اِک منظر چھن سے دماغ کی اسکرین پر روشن ہوا تھا۔

☆☆☆

منظر..... وہ منظر کیا تھا بھلا.....

"السلام علیکم تایا ابو....." اس نے اپنا سر اُن کے آگے کیا۔

"وعلیکم السلام ..... یہ تمہاری ماں کو سکون نہیں ہے جو روز تمہیں خانساماں بنا کر بھیج دیتی ہے۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے شفقت سے بولے۔

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

"کیوں بھئی..... کوئی اعتراض ہے آپ کو میرے آنے پر....." وہ اوپر اوڑھی کالی چادر اتار کر تہ کرتے ہوئے بولی۔

"لو بھلا..... تمہارے آنے پر کس کو اعتراض ہے..... جم، جم آؤ.... ہنسو کھیلو..... کھاؤ، پیو پر تم تو جو کچن میں گھستی ہو تو پھر شام کی ہی خبر لاتی ہو....."

ان کے سامنے لان میں رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے یہ جملہ سنا۔

"لگتا ہے بازاری کھانے کھا، کھا کر جی نہیں بھرا یا پھر ڈاکٹر احتشام سے ملنے کا موڈ ہو رہا ہے آپ کا؟" شرارت بھری آنکھوں کے ساتھ وہ ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ رکھے کہہ رہی تھی۔ احتشام صاحب، تایا جان کے دوست اور معالج دونوں تھے۔

"یوں کرو دو تین کھانے، ذرا زیادہ مقدار میں بنا کر فریز کر جاؤ..... اتنے دنوں میں ہو ہی جائے گا خانساماں کا بندوبست....." اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے جیسے ہوا میں بات اڑائی۔

"جیسے آپ تو اپنے صاحبزادے کو جانتے ہی نہیں ناں..... کہاں کھائیں گے وہ فریز ہوا کھانا..... پھر فون کر کے مجھے بے نقط سنائیں گے..... کہ کیسی بھتیجی ہو ذرا جو خیال ہو۔ تایا کا....." ان دونوں کا رخ اب اندر کو تھا۔

"اچھا! تو تم اس کے بے نقط سنانے کی وجہ سے آئی ہو..... ویسے کوئی خیال نہیں ہے تمہیں ہمارا....." لہجہ مصنوعی خفگی لیے ہوئے تھا۔

"تایا ابو.....!" ادا نے منہ پھلا کر انہیں دیکھا اور وہ ہنس دیے۔

"اچھا چلو..... مجھے بتاؤ کیا لانا ہے..... میں لائے دیتا ہوں....." باتیں کرتے، کرتے وہ دونوں کچن میں آچکے تھے اور اب وہ کیبنٹس کھول، کھول کر خوراک کے ذخیرے کا اندازہ کر رہی تھی۔ اس بات پر اس نے مڑ کر تایا کو دیکھا۔

"آپ جائیں گے گروسری کرنے..... لگتا ہے آپ اپنی شوگر کے مزاج سے واقف نہیں....."

"اور گرمی کے حالات ملاحظہ کیے آپ نے؟ درجۂ حرارت دیکھا کیا آج کا.....؟" وہ اپنے کام میں مصروف رہتے ہوئے بولی۔

"اچھا..... ولید تو شام میں آئے گا..... بخت آیا ہوا ہے یوں کرو اس کے ساتھ چلی جاؤ....."

"بخت..... توبہ، توبہ استغفار..... سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ جا کر مجھے اپنے قتل منعقد نہیں کروانے..... اس کے تو پاس سے بھی گزرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ یوں لگتا ہے کرنٹ مارے گا کرنٹ....." وہ پوری کی پوری فریزر میں گھسی وہاں موجود اشیا کا جائزہ لیتے ہوئے بلا تکان بول رہی تھی..... جبھی وہ خاموش ہوئی تو یوں لگا سب خاموش ہو گیا ہے..... اس غیر معمولی خاموشی نے اسے چونکایا..... اس نے سر باہر نکال کر دیکھا تو.....

"یا خدا.....!" دل ایک دم دھک کر کے رہ گیا تھا..... بلا مبالغہ اس نے سینے پر ہاتھ رکھا..... تایا ابو کے چہرے پر شرارت اپنا دھمال ڈال رہی تھی اور وہ..... اس کا چہرہ..... تھا تو ہمیشہ کی طرح سپاٹ..... مگر وہ نظریں..... اس کا ایکسرے کیا سی ٹی اسکین کر رہی تھیں..... اس نے گھبرا کر دوبارہ سر فریزر میں گھسا لیا اور وہ اپنے مخصوص بے نیاز انداز میں باپ سے کہہ رہا تھا۔

"بابا میں ذرا باہر جا رہا ہوں شام تک آؤں گا۔"

وہ بتا کر جانے لگا تو تایا ابو نے "سنو بخت" کہہ کر روک لیا..... اسے روک کر انہوں نے فریزر میں گھسی فریز ہوتی ادا کو دیکھا۔

"ادا کو ذرا سپر مارکیٹ تک تو لے جاؤ..... کچھ گروسری کرنی ہے۔ پھر چلے جانا دوستوں کی طرف....." آگے بڑھ کر بازو سے پکڑ کر ادا کو فریزر سے نکالتے ہوئے وہ بولے تھے۔

اور ادا نے ایسی نظروں سے انہیں دیکھا جیسے کہتی ہو۔

"یہ فاؤل ہے تایا ابو۔" وہ واقعی میں اس کے قتل کروانے کے چکر میں تھے..... ادا اب تپ کر انہیں

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

دیکھ رہی تھی اور وہ بخت کو.....

"سوری بابا..... میں....."

"ٹھیک ہے تم جاؤ..... میں لے جاتا ہوں اسے ایک تو وہ خدمتیں کرے (اور بخت منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ "کون سا میری کرتی ہے") اور اوپر سے ان کے نخرے بھی دیکھے....." ادا کی نظروں کی تپش ساری کی ساری ان کے لہجے میں آن سمٹی تھی۔

اور ان دونوں نے بیک وقت انہیں دیکھا۔

"یہ بڑے بوڑھے..... بڑے کیوں ہو جاتے ہیں..... بچے کے بچے ہی رہا کریں ناں....." ادا نے جل کر سوچا۔

اور بخت نے اِک ٹھنڈی سانس لی۔

"گاڑی نکال رہا ہوں آجاؤ....." کہہ کر وہ مڑا نہیں۔

کچن کاؤنٹر پر پڑی چادر اٹھا کر وہ ہیڑ دبڑ میں اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

گاڑی میں بیٹھی وہ خواہ مخواہ ہی نروس ہوئی جا رہی تھی۔ ابھی تو وہ کچن کا ٹھیک طرح سے جائزہ بھی نہیں لے پائی تھی۔ لسٹ بھی نہیں بنائی تھی کہ کیا، کیا خریدے گی۔ وہ بے طرح سے الجھی۔ ادا نے چور نظروں سے بخت کو دیکھا۔ بے تاثر چہرہ۔

"کچھ ہوگا بھی تو وہ چہرے سے کب معلوم ہونے دے گا....." پریشانی میں اس نے عادتاً انگلیوں کے ناخن منہ میں ڈالے..... اور ترنت اس کے ہاتھ پر ایک نظر پڑی تھی۔ ادا نے منہ کھول کر اسے دیکھا۔

"میرے خدا!" وہ تو بھی تھی کہ اس کا دھیان صرف ڈرائیونگ پر تھا۔ "میسنا" اور پھر کلس کر اسے ایک خطاب دیا تھا۔ ظاہر ہے دل ہی دل میں..... اور جب اندر جا کر وہ ہر اک ریک میں رک، رک کر سوچ، سوچ کر جھنجلا کر چیزیں رکھ رہی تھی تو بخت نے اِک گہری سانس بھر کر ڈالی اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"یہ کریں گی گروسری....." ادا نے اسے بڑبڑاتے سنا تھا..... وہ خجل ہوئی۔

آدھا گھنٹا لگا تھا بس..... اور وہ اسے کسی نہایت سلیقہ مند عورت کی طرح گروسری کرتے دیکھتی رہی۔

"ہائیں یہ کیا چیز ہے؟" اور بار، بار وہ اپنے اندر اٹھنے والے اس جملے کی تکرار کو دباتی رہی۔

وہ دونوں ہی لدے پھندے گھر میں داخل ہوئے تھے۔

اور جب وہ ترکاریوں کے لفافے اٹھائے کچن میں رکھنے جا رہی تھی اور وہ کچن میں باقی سامان رکھ کر واپس آ رہا تھا تو..... تو اس کے پاس سے گزرتے ہوئے ذرا سا جھک کر اس نے بڑی دھیمی سی اِک سرگوشی میں بات کہی۔

"کرنٹ تو نہیں مارا ناں..... کہ مارا؟" کہہ کر وہ رکا نہیں..... ناک کی سیدھ میں نکل گیا۔ اور وہ سن کر بس اک دم ٹھٹک کر رک گئی تھی۔ سمجھ میں تو بڑی دیر بعد آیا کہ وہ کہہ کر کیا گیا تھا..... اور جب سمجھ آیا تو اس نے شاکڈ ہو کر اس کی پشت کو دیکھا۔

"ہائیں....." یہ کیا تھا؟ وہ تو بڑا کم مخاطب ہوتا تھا کجا کہ یہ انداز بے تکلفی.....

اور اگر ادا اس وقت بخت عبدالرحمٰن کے ہونٹوں پر کھلنے والی مسکراہٹ دیکھ لیتی تو جان جاتی کہ وہ کس قدر بے تکلف ہونے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔

☆☆☆

بڑا ہی جاندار احساس تھا..... دو نظروں کا اپنی پشت پر..... وہ احساس آج تک ابھی تک اس کے اندر زندہ تھا..... یوں کہ جیسے یہ پہلے کا نہیں..... ابھی کہ ابھی وقوع پزیر ہونے والا واقعہ تھا۔ بابا کب کے جا چکے تھے اور وہ اسی لمحے میں گم تھا..... جو منظر دل پر ہاؤس رکھ کر آیا تھا۔

وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ وہ منہ کھول کر اسے تک رہی ہوگی..... اس کا یہ انداز کب کسی نے دیکھا تھا..... خاصا لیے دیے رہنے والا آدمی تھا وہ..... اور یہ..... یہ ادا عبدالمالک..... وہ آج خود پر خود ہی حیران ہوا تھا۔ اس نے ادا عبدالمالک کو بڑی عید کے موقع پر ہونے والے فیملی ڈنر میں نوٹس کیا تھا

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

اور یوں نوٹ کرنے پر بھی اس نے بڑی حیرت سے خود کو دیکھا تھا۔ "بخت عبدالرحمٰن۔ کسی لڑکی کو اس طرح سے نوٹ بھی کرسکتا ہے؟ کیوں..... بخت عبدالرحمٰن دل کے ہاتھ زمین پر اتارا گیا ہے کیا؟" دماغ نے بڑا ہی تنتا کرا ایک ابرو اچکا کر جواب دیا تھا۔ اور گھر آ کر اس نے کتنی دیر سوچا، کتنا وقت لگایا تھا اس معمے کو حل کرنے میں کہ آیا اس نے ادا عبدالمالک کو کیوں نوٹس کیا تھا..... کیوں؟ کیا محض دل کے چاہنے پر؟ یونہی.....؟

"ارے جاؤ یار..... آج تک میں نے خود پر تمہاری مرضی چلنے دی کیا.....؟" اس نے اپنے ہی دل کا تمسخر اڑایا۔

"بیٹے..... اب ذرا یہ کام کر دکھانا..... میں بھی اِدھر ہی ہوں اور تم بھی....." دل نے منہ پر ہاتھ پھیر کر جوابی تمسخر اڑایا تھا۔

"آخر کیا تھا..... اس میں جو نوٹس ہوا تھا....." اس نے زاویہ سوچ بدل کر دیکھا۔ صوفے پر نیم دراز، ٹانگیں سامنے میز پر رکھے ہوئے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائے، مسلسل ہونٹوں پر ٹیپ کر رہا تھا۔ ایک پاؤں بھی لاشعوری طور پر مسلسل حرکت میں تھا..... اور وہ خود بھی مسلسل اس "وجہ" کی کھوج میں تھا جو یوں ایک لڑکی اس کے دھیان میں آئی تھی۔

لباس، چہرہ، مسکراہٹ، اس کی گفتگو (جو کہ یقیناً اس سے نہیں تھی) اس کے بنائے گئے کھانے۔ کیا؟ آخر کیا..... ان سب میں سے کوئی بھی ایک ایسی وجہ یا بات نہیں تھی جو بخت کے لیے غیر معمولی ہوتی تو کیا پھر کیا؟ وہ الجھنے لگا تھا..... (اور یہ میں آپ کو بتا دوں کہ ابھی مر کر بھی اس کے گمان میں نہیں آسکتا تھا کہ وہ اسے کیوں نوٹس ہوئی تھی)

"لیوا ٹ یار....." اس نے بیزار ہو کر ٹھوکر سے میز کو پرے کیا..... وہ جتنا کمپوزڈ بندہ تھا جتنا عملی نقطۂ نظر رکھتا تھا جس قدر cause and effect کا حامی تھا تو اس سے یہ توقع عبث تھی کہ وہ اس جذبے کے بارے میں سوچتا۔ جس کا شکار ایک مرد، ایک عورت کے لیے ہوسکتا ہے۔ کسی عورت کے لیے یوں محسوس کیے جانے پر کوئی نارمل آدمی یہ بات سب سے پہلے سوچتا لیکن وہ بخت عبدالرحمٰن تھا..... اس کے لیے یہ آخری سوچی جانے والی بات بھی نہیں ہوسکتی تھی۔ اسے دلیل چاہیے تھی، وجہ چاہیے تھی..... محرک کو تلاشنا تھا..... کیا تھا..... وہ کیا تھا کہ اس نے ادا عبدالمالک کو اس فیملی ڈنر میں بارہا نظریں اٹھا، اٹھا کر دیکھا تھا..... بیزار اور الجھا ہوا ہونے کے باوجود وہ گھوم پھر کر وہیں اسی نقطے پر آن پہنچا تھا..... اس کے دل نے بڑا فلک شگاف قہقہہ لگایا تھا اس بات پر..... اپنی حرکت پر وہ جھنجلایا بھی مگر خود کو سوچنے سے باز نہ رکھ سکا۔

"وہ مارا....." ایک دم اس کی آنکھوں میں برق سی چمکی تھی۔ "ولید..... ولید عبدالرازق۔ یہ رہا اس وجہ کا نام..... وہ ہی وجہ جو ادا عبدالمالک کو نوٹس کرنے کا باعث بنی..... ان دونوں کی وہ بے تکلفی..... ان کی نوک جھوک۔" اس نے بڑی حیرانی سے اس بے تکلفی کو دیکھا تھا۔ وہ اور ادا ہم عمر تھے جبکہ ولید ان دونوں سے کچھ بڑا تھا۔ اصولاً یہ بے تکلفی اس کی بخت سے بنتی تھی مگر وہ یوں ولید کو ٹریٹ کر رہی تھی جیسے کوئی ہم عمر دوست ہوتا ہے۔

ہر دفعہ میز پر وہ کوئی ڈش رکھتی اور کہتی..... "یہ چکھ کر دیکھیے گا ولید بھائی! میں نے خود بنائی ہے۔" اور ہر دفعہ وہ منہ اٹھا کر اسے دیکھتا مگر بڑی ہی بے تاثر نظروں سے..... اور جب وہ سب کے لیے چائے بنا کر لائی تو ولید کے لیے خاص طور پر کشمیری چائے بنا کر لائی تھی حالانکہ یہ پروٹوکول تو بخت کا بنتا تھا کہ وہ یوں فیملی ڈنرز میں بھی بہت کم شرکت کرتا تھا اور تو اور ادا نے بخت سے چائے میں چینی کتنی؟ جیسے سوال کا تکلف بھی نہیں کیا تھا۔ اپنی مرضی سے شکر کم کر کے اسے چائے پکڑا دی تھی۔

"ویٹ آ منٹ۔" وہ بری طرح سے چونکا۔ "یہ میں کیوں..... اس طرح کا موازنہ کر رہا ہوں۔ وہ بھی ولید عبدالرزاق سے..... مائے گڈنیس۔" اس نے...

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

ہتی دق ہو کر دونوں ہاتھ بالوں میں پھنسائے تھے۔

"یہ ہو کیا رہا ہے؟ ایک الجھن کا سرا ملتا ہے، دوسری بے وجہ کی، بے نام سی الجھن آ ٹھہرتی ہے۔ میں اپنا موازنہ اب ولید عبدالرزاق سے کروں گا؟ وہ بھی اس قسم کا"۔ کوئی حیرت سی حیرت تھی۔

"تو اور کس سے کرو گے میاں..... اِک وہ ہی تو ہے جس سے ہر طرح کا، ہر قسم کا موازنہ کیا جاتا رہا اور کیا جاتا رہے گا۔"

"ولید عبدالرزاق....." اس نے گہری سانس بھر کر خود کو بالکل ہی ڈھیلا چھوڑ دیا تھا اور اسی نام کی بازگشت اسے ماضی سے حال میں لائی تھی۔ بابا کو گئے کتنی دیر ہوگی، وہ نہیں جانتا تھا۔ کمرا تاریکی میں ڈوبا تھا۔ اس نے جلتی آنکھیں موند کر کرسی کی بیک سے سر ٹکایا۔ اس کے ہونٹ کچھ بڑبڑائے تھے۔

"ولید عبدالرزاق.....!"

☆☆☆

ولید عبدالرزاق.....

کہانی کا وہ کردار تھا جو کہ کہانی شروع کرنے کا باعث بنا۔ ہر بچے کے لیے اس کا گھر ایک جنت ہوتا ہے۔ ولید عبدالرزاق کے لیے بھی تھا۔ ولید کے بابا اور اس کی ماں۔ وہ ان دونوں کی محبت کا بلاشرکت غیرے مالک تھا۔ ولید اکلوتی اولاد تھا۔ سو جی جان سے پیارا تھا۔ ماں، باپ کا بس نہ چلتا تھا کہ جہاں پاؤں رکھے وہاں پھولوں کی سیج بچھا دیں۔ زندگی ولید عبدالرزاق کے لیے فیری ٹیل تھی۔ وہ کوہ قاف کا شہزادہ تھا کہ جس کی خدمت میں ماں سے لے کر کنیزیں تک حاضر رہتیں۔ وہ ویسا ہی ایک بچہ تھا جیسے عموماً اکلوتی اولادیں ہوتی ہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہونے کے باوجود عبدالرزاق کے ہاں کوئی دوسری اولاد نہ ہو سکی تو توجہ کا مرکز خود بخود ولید ہی بنتا چلا گیا۔ اب یہ بھی نہیں تھا کہ اکلوتی اولاد ہے تو اسے لاڈ پیار کے چکر میں بگاڑ کر ہی رکھ دیں سو اس کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی رہی۔ ان تین نفوس کی زندگی بہت پُرسکون گزر رہی تھی۔ پُرسکون کے بجائے آئیڈیل کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ وہ ایک متوازن شخصیت کا حامل بچہ تھا۔ ہونہار، لائق۔ ایک نارمل انسان میں جس قدر خوبیاں یا خامی ہوتی ہیں، وہ بھی انہی خوبیوں اور خامیوں کا مرقع تھا۔ خامی سے پاک کوئی بشر نہیں ہوتا۔ بات تو یہ ہوتی ہے کہ آپ اگر ایک خامی کو خود پر حاوی ہونے دیں تو وہ برائی بن کر سامنے آتی ہے اور اگر کنٹرول کر کے دبا لیں تو اچھائیاں سامنے آنے لگتی ہیں..... تو پھر فرد اسی بنا پر اچھا یا برا ڈیفائن ہوتا ہے۔

پانچ سال تک ولید عبدالرزاق ایک اچھا بچہ ڈیفائن ہوتا رہا مگر پانچ سال بعد زندگی کی فیری ٹیل جیسی کہانی جیسے یک دم کسی کالے جادو کے زیر اثر آ گئی تھی۔ زندگی نامی پُرسکون جھیل میں ایک بہت بھاری پتھر آن گرا اور اس پتھر کا نام تھا..... بخت عبدالرحمٰن.....!

وہ آج بھی اس نام کے بارے میں سوچتا تو جسم میں بہنے والا لہو نہ جانے کیوں ابلنے لگتا۔ اسکول سے کالج، کالج سے یونیورسٹی اور یونیورسٹی سے پھر ابراڈ..... اس کی کامیابیوں کا شمار نہیں تھا۔ خاندان بھر میں وہ ایک ہونہار، لائق اور ایک ملنسار، خوش مزاج شخصیت کے طور پر جانا جاتا تھا۔ وہ اپنے گھر سے لے کر خاندان بھر تک سب پر حاوی تھا مگر اتنا کچھ پا لینے کے باوجود اس کے دل میں یہ نام..... یہ نام بخت عبدالرحمٰن اتنے زور کی چٹکی کاٹتا کہ وہ بلبلا اٹھتا تھا۔ اس نے کہاں، کہاں پیچھے نہیں چھوڑا بخت عبدالرحمٰن کو..... مگر پھر بھی..... پھر بھی اسے وہ سب نہیں بھولتا تھا جو اس نے پانچ سال کی عمر میں ہوتے دیکھا اور سنا۔ اس کے تعلقات آج بھی بخت عبدالرحمٰن کے ساتھ سرد مہری لیے ہوئے تھے اور عجب بات یہ تھی کہ ایسا بخت کی وجہ سے نہیں تھا۔ ایسا اس شخصیت کی وجہ سے تھا جس نے اس کی ماں کو زک پہنچائی تھی۔

"ماں.....!" جب یاد آتی تھی تو روح چھلنی ہوتی تھی۔ پانچ سال کی عمر میں زندگی کی پُرسکون جھیل

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

میں طوفان صرف ولید عبدالرزاق کے لیے نہیں اٹھا تھا۔ یہ اس کی ماں کے لیے بھی اٹھا تھا۔ اس حادثے نے اسے ماں سے نزدیک اور باپ سے دور کر دیا تھا اور پھر چاہ کر بھی عبدالرزاق اس کی شخصیت پر اثر انداز نہ ہو سکے تھے۔ ان کی ذرا سی بے توجہی نے کیا، کیا تھا۔ یہ وقت نے انہیں بڑے بے رحم طریقے سے بتا دیا تھا۔ اور یہ تو خود انہیں بھی اندازہ نہیں تھا کہ ایک ماں اپنے ہی بچے کے ساتھ کیا کر سکتی ہے۔ کیا ایک ماں اپنے بچے کو نفرت سکھا سکتی ہے؟ ہاں..... وہ سکھا بھی سکتی ہے کہ جیسے ولید عبدالرزاق کی ماں نے سکھائی۔

اس نے اگلے کئی سال صرف ولید عبدالرزاق کو پروان نہیں چڑھایا تھا۔ اس نے ساتھ ساتھ اس نفرت کو بھی پروان چڑھایا تھا جو اس کے اپنے بدن میں لہو کی طرح بہتی تھی۔

"امی.....!" وہ ان کی قبر پر آیا تھا۔

"میں نے آج آپ کا بدلہ بابا سے لے لیا ہے..... میں نے انہیں بھی ویسے ہی تکلیف پہنچائی ہے جیسے انہوں نے آپ کو پہنچائی تھی۔" ماں کی قبر پر ہاتھ رکھے، وہ نم آنکھوں سے خاموشی کی زبان میں بات کرتا تھا۔

"وہ بھی اس تکلیف پر ساری عمر یوں ہی روتے رہیں گے کہ جیسے آپ روتی تھیں۔ ساری..... ساری رات..... وہ اس تکلیف پر یوں ہی تڑپیں گے جیسے کہ آپ تڑپتی رہیں..... ساری عمر....."

وہ..... وہی پانچ سال کا بچہ تھا کہ جس کی ماں واقعی میں ساری، ساری رات آنسوؤں سے اپنا تکیہ بھگوتی تھی۔ وہ وہی کم عمر بچہ تھا جو اپنی ماں کے رتجگوں کا عینی شاہد تھا..... اس کے باپ نے عین جوانی میں اس کی ماں کی روح کو قتل کیا تھا۔ آج اس نے اپنے باپ کی روح کو ویسے ہی سرِ عام پھانسی دے کر..... ماں کا بدلہ لیا تھا۔

اس نے اپنی ماں کو باقی کی ساری عمر اس بنا روح کے بدن کے ساتھ جیتے دیکھا تھا۔ اس کی ماں..... اس کی پیاری ماں..... ولید نے بہتی آنکھوں کے ساتھ قبر کے کتبے پر ہاتھ پھیرا۔

"شازیہ عبدالرزاق زوجہ محمد عبدالرزاق....."

☆☆☆

شازیہ عبدالرزاق.....

وہ اپنے شوہر کی من چاہی بیوی تھی۔ وہ عبدالرزاق کی محبت تھی، ان کی پسند تھی اور پسند ایسی کوئی بے جا بھی نہ تھی۔ وہ خوب صورت تھی، طرح دار تھی۔ وہ کسی بھی مرد کی محبت کے لائق تھی۔ اس کی زندگی کتنی خوش و خرم گزر رہی تھی..... کتنی آئیڈیل گزر رہی تھی..... اتنی کہ اکثر سجدے میں سر رکھے وہ تشکر سے رو پڑتی۔ اسے ساس، سسر کی طرف سے کوئی آزار ملا تھا نہ ہی شوہر کی طرف سے۔ وہ ایک ایسی دنیا کی باسی تھی کہ جہاں ہر طرف محبت ہی محبت بکھری ہوئی تھی۔ اس کا شوہر اس پر جان چھڑکتا تھا تو ساس، سسر اس کے سلیقے، سگھڑاپے کے قصیدے پڑھتے تھے۔ اور پھر شادی کے سال بعد ہی اللہ نے بیٹے جیسی نعمت سے نواز کر اسے جیسے کسی ملکہ کے تخت پر براجمان کر دیا تھا۔ وہ جتنا شکر ادا کرتی، کم تھا۔ مگر اس تختِ شاہی کی مدت محض چھ سال رہی۔ ہاں، محض چھ سال..... چھ سال اس کا گھر اس کے لیے جنت بنا رہا مگر اس کے بعد اسے دوزخ میں بدلتے دیر نہ لگی۔

دیکھا جائے تو سب ویسا ہی تھا۔ ساس، سسر سے لے کر عبدالرزاق تک..... مگر آگ تو دل میں بھڑکی تھی..... خاکستر تو اس کا مان ہوا تھا اور اس سب میں قصور کسی کا بھی بنتا نہ تھا۔ عبدالرزاق کا، نہ ان کے ماں باپ کا اور نہ ہی اس کا..... یہ برا وقت تھا جو شازیہ عبدالرزاق پر آن پڑا تھا لیکن یہ وقت ہی تھا جو اُن سب پر بھی آن پڑا تھا۔ وہ سب اس وقت کے ہاتھوں مجبور ہوئے تھے۔ ان چھ سالوں کے بعد پھر کسی نے شازیہ عبدالرزاق کو ہنستے نہیں دیکھا۔ یہ دکھ..... مار گیا تھا اسے اس نے اس دکھ کے ہاتھوں محض مار نہیں کھائی تھی..... چار چوٹ کی مار ماری بھی تھی۔ عبدالرزاق نے تو چلو ایک آزار اسے پہنچایا..... اس نے تو

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

عبدالرزاق کو تاحیات آزار پہنچانے کا بندوبست کیا تھا۔ وہ ساری نفرت جو اس کے دل میں تھی، اس نے وہ ساری کی ساری نفرت اپنے بیٹے ولید عبدالرزاق میں انڈیلی تھی۔ اس ہنستے بستے گھر کی ملکہ نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ عبدالرزاق کبھی اس پر سوتن بھی لاسکتے ہیں..... اور سوتن بھی وہ کہ جسے وہ خود اپنے ہاتھوں سے بیاہ کر لائی تھی..... اپنے دوسرے نمبر والے دیور کے لیے..... کہا تھا ناں یہ وقت تھا جو کہ شازیہ عبدالرزاق پر آن پڑا تھا اور یہ وقت ہی تھا کہ جو ہدیٰ عبدالرحمٰن پر قہر بن کر ٹوٹا تھا۔

☆☆☆

ہدیٰ عبدالرحمٰن.....

عبدالرحمٰن کی بیوہ..... بخت کی ماں..... بخت نے بھی عجب بخت پایا تھا کہ جس دن پیدا ہوا، عین اسی دن باپ اس دنیا سے چلا گیا..... اِدھر بخت نے دنیا میں آنکھیں کھولیں..... اُدھر عبدالرحمٰن ہارٹ شوں کی وجہ سے کھمبے میں آنے والے کرنٹ لگنے سے جاں بحق ہو گئے۔ یہ کیسا حادثہ..... کیسا سانحہ تھا..... ہدیٰ کو تو صبر کرنے کی تلقین کرنا بھی اِک مذاق لگتا..... اور وہ نومولود..... آہ! اس کا باپ اسے اپنے سینے کی گرمی، مزاج کی شفقت نہ بخش سکا اور باپ اس کے ننھے، ننھے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا کر باپ ہونے کا احساس بھی نہ پا سکا۔

اس عورت نے ہمیشہ اپنی زندگی میں بہت عجیب فیصلے کیے اور پھر ان فیصلوں پر ڈٹی رہی۔ اس نے بخت کی خاطر خود کو کبھی دوبارہ ماں کے عہدے پر فائز نہ ہونے دیا حالانکہ عبدالرزاق چاہتے تھے..... مگر وہ نہیں مانی۔ اسے بخت کی پرورش کرنی تھی۔ پیدا ہوتے ہی وہ زندگی کی جس ٹریجڈی اور کمی کا شکار ہوا تھا..... وہ اس کمی و محرومی کو اس کی ذات یا کردار کا حصہ نہیں بننے دے سکتی تھی۔ وہ بخت کو ایک احساسِ محرومی کا مارا ہوا بچہ نہیں بنانا چاہتی تھی..... وہ اسے مضبوط بنانا چاہتی تھی تاکہ آئندہ آنے والی زندگی میں درپیش مشکلات کا مقابلہ وہ ایک میچور، سلجھے اور ایک کمپوزڈ انسان کی طرح کر سکے۔ ان کے گھر کا ماحول اسی طرح کا روایتی ہی تھا کہ جس طرح ایسے کیسز میں ہوتا ہے..... مگر وہ ہدیٰ تھی جس نے اس چیز کو بخت پر اثر انداز نہ ہونے دیا..... اب چاہے وہ ولید عبدالرزاق ہوتا یا شازیہ عبدالرزاق.....

عبدالرحمٰن کے بعد اس کی ساری دنیا اِک وجود میں آن سمائی تھی۔ عدت کے ماہ گزرے تو کچھ عرصے بعد اس کا نکاح عبدالرزاق سے ہو گیا کہ یہ مصلحت اور ان کے بیٹے بخت کے مستقبل کی وجہ سے ناگزیر تھا۔

کیا، کیا باتیں نہیں سنی..... کس، کس طرح کے الزام نہیں سہے اس نے..... انا اور خودداری کو کسی طوائف کی طرح بیچا اس نے..... صرف اور صرف بخت کے بخت کے لیے۔ وہ اس قدر مضبوط تھی اپنے ارادوں میں کہ شازیہ عبدالرزاق سے لے کر عبدالرزاق تک..... کوئی بھی اس پر اثر انداز ہونے میں ناکام رہا تھا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب بخت اسکول جانے کے قابل ہوا تھا۔ اسے بخت کا ایڈمیشن کروانا تھا اور عبدالرزاق تو مہینوں اوپر نہیں جھانکا کرتے تھے۔ یہ شازیہ عبدالرزاق کی شرط تھی اس نکاح کے لیے کہ وہ ہدیٰ سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ ایک طرف ماں، باپ کا اصرار..... دوسری طرف بیوی کا پریشر..... بیچ کی راہ انہیں یہی نظر آئی کہ شازیہ کی بات مان لی جائے۔ سو پچھلے تین سالوں سے وہ "شرط" کا بھگتان بھگت رہے تھے۔ ہدیٰ نے مہینے کی پہلی تاریخ کا انتظار کیا مگر جب کم کو بھی "خرچہ" بخت کی دادی کے ذریعے آیا تو اسے فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی۔ اس نے دوپٹا اٹھایا، اپنے گرد لپیٹا..... چپل اڑسی اور دھڑ دھڑ کرتے نیچے جا پہنچی..... یہ کھانے کا وقت تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر کھانا چنا جا رہا تھا۔ ولید اور عبدالرزاق ٹیبل پر موجود تھے جبکہ شازیہ کچن میں تھی کہ تبھی ان لوگوں نے وہ آواز سنی۔

"السلام علیکم.....!" اور مارے حیرت کے اس کے ہاتھ سے روٹی نیچے جا گری۔ اس نے ششدر ہو کر

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

مڑ کر دیکھا۔

وہ..... وہاں..... ڈائننگ روم کے دروازے پر کھڑی تھی..... اور حالت تو عبدالرزاق کی بھی ہلکی تھی۔

"سب خیر ہے بدی.....؟" یہ انداز تکلم..... یہ استحقاق..... شازیہ تو سر سے لے کر پیر تک جھلس گئی۔ یہ لہجہ، یہ انداز اس کا حق تھا..... بس اس کا حق.....

"جی.....! بات کرنی تھی۔ آپ اگر اوپر آسکیں۔" شازیہ نے اسے کہتے سنا۔ آنکھیں جھکی ہوئی پر لہجہ مضبوط تھا اور یہی مضبوطی شازیہ کو بھڑکا گئی۔

"جو بات کرنی ہے، یہیں کرو۔" کچن سے نکل کر وہ پھنکاری تھی اور بدی..... اس نے تو جیسے سنا ہی نہیں۔ وہ عبدالرزاق کو دیکھ رہی تھی۔

"بیٹھ جاؤ..... کہو، کیا بات کرنی ہے؟" عبدالرزاق مسئلہ بڑھانا نہیں چاہتے تھے۔

"آپ کھانا کھالیں..... پھر آرام سے اوپر آکر بات کرلیجیے گا۔"

"تمہیں سنائی نہیں دے رہا..... جو بات کرنی ہے، یہیں کرو..... اوپر جاکر بات کو کیا انوکھے پر لگ جائیں گے..... جو یہاں نہیں ہوسکتی۔" اتنا تنفر انداز تھا کہ بدی کا چہرہ سرخ تو ہوا مگر پھر بھی بے تاثر رہا۔

"آپ آرہے ہیں اوپر.....؟" اس نے جس قدر آرام سے پوچھا تھا، عبدالرزاق کا دماغ بھک سے اڑا۔

"جو ادائیں تم نے اوپر جاکر دکھانی ہیں..... وہ یہیں دکھالو..... میں معترض نہیں ہوں گی۔" شازیہ کا لہجہ سرد مگر چبھتا ہوا تھا۔

"عبدالرزاق صاحب! مجھے اسی کے بارے میں بات کرنی ہے کہ جس کے لیے میں نے اور آپ نے اتنا بڑا اقدم اٹھایا ہے..... سو اگر آپ اوپر آسکتے ہیں تو ٹھیک ہے..... نہیں تو میں خود کو اپنی مرضی کرنے پر حق بجانب سمجھوں گی..... پھر میں سمجھوں گی کہ بخت صرف میری ہی ذمے داری ہے۔" اس پر تو جیسے شازیہ کی گھٹیا باتوں کا اثر ہی نہیں ہوا تھا۔ وہ اتنے ہی آرام و سکون سے کہہ کر اوپر تو چلی گئی مگر عبدالرزاق کا سکون برباد کرگئی۔

مصیبت کس سے کی جائے

دنیا سے؟
یہ رُلاتی ہے
پھولوں سے؟
یہ تو مرجھا جاتے ہیں
دولت سے؟
یہ تو رشتے توڑ دیتی ہے
عروج سے؟
یہ تو منہ کے بل گرا پھینکتا ہے
خوشی سے؟
یہ تو وقتی ہوتی ہے
لوگوں سے؟
یہ تو بے وفا ہوتے ہیں
تو پھر آخر مصیبت کس سے کی جائے؟
اپنے آقا کریم حضرت محمدؐ سے جو اس دن بھی ساتھ نبھائیں گے جب ماں، باپ بھی اپنی اولاد کو بھول جائیں گے۔

"تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوگا جب تک میں تمہیں تمہارے جان، مال اور باپ اور اولاد سے بھی پیارا نہ ہو جاؤں....."

حدیث: رسول مقبولؐ۔ مرسلہ: فضہ بتول، بہاولپور

نیند کی کمی فشار خون کا سبب

طبی ماہرین نے کہا ہے کہ نیند کی کمی فشار خون کا باعث بن سکتی ہے۔ جس سے عارضۂ قلب کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ چین میں طبی ماہرین نے اس ضمن میں جو تجربات کیے ان کے مطابق نیند کی کمی سے دوران خون میں ایک خاص نوعیت کی تیزی آجاتی ہے، یہ تیزی دراصل نیند پوری نہ کرنے کی وجہ سے ناآسودہ اعصاب کو سکون دینے کی لیے ہوتی ہے مگر جب اس عمل میں باقاعدگی آجاتی ہے تو وہ اعصاب نیند پوری ہونے میں بھی خون کی زیادہ طلب کے عادی ہو جاتے ہیں جس سے دل کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔

مرسلہ: انیلا ناہید، لیہ

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

''آپ اوپر نہیں جائیں گے۔'' اس نے شازیہ عبدالرزاق کو کہتے سنا۔

''وہ آئے گا..... شازیہ عبدالرزاق..... وہ ضرور آئے گا۔ میں نے اپنے بیٹے کے لیے جوا کھیلا ہے..... اس جائداد و بزنس میں اس کے حق کے لیے..... میں کسی بھی حد تک جا سکتی ہوں۔ میرا بیٹا محرومی کی زندگی نہیں گزارے گا..... وہ بھی تمہارے بچے کی طرح ان سب کا حقدار ہے۔ وہ گر بخت کا تایا ہے تو اب باپ بن کر آئے گا..... وہ گر میرا شوہر ہے تو ضرور آئے گا..... تمہیں کیا لگتا ہے، ایک بیوہ کے لیے چھ سات ماہ بعد ہی دوسرا عقد کرنا آسان ہوتا ہے..... نہیں شازیہ عبدالرزاق..... نہیں..... میں نے دل پر پتھر رکھ کر یہ فیصلہ کیا تھا..... اور جب یہ ہو چکا تو تم دیکھو گی، وہ آئے گا..... ایک، ایک سیڑھی پھلانگتے ہوئے۔'' ہدیٰ عبدالرزاق کے دل میں اس یقین پر جیسے گرہ پر گرہ لگتی تھی اور وہ اتنی پُریقین کیوں تھی.....؟ یہ یقین اسے خود پر تھا نہ بخت کے تایا پر..... یہ یقین اسے ''مرد'' کی فطرت پر تھا..... اس رشتے پر تھا کہ جس کے ہاتھوں مجبور ہو کر..... وہ آئے گا۔

ہدیٰ عبدالرزاق کوئی ستی ساوتری نہیں تھی جو وقت اور حالات کی مار کھا کر اپنے بیٹے کے لیے ایک مجبور زندگی کا انتخاب کرتی۔ وہ باشعور عورت تھی جو ہر جائز گُر آزمانا جانتی تھی۔ پھر شازیہ عبدالرزاق نے یہ بھی دیکھا کہ عبدالرزاق اوپری منزل کی سیڑھیاں چڑھے..... باوجود اس کے واویلا مچانے کے ان کے قدم ان سیڑھیوں کی جانب اٹھ گئے تھے..... وہ تو جیسے سناٹے میں گھر گئی..... کھڑے قد کے ساتھ وہ صوفے پر گری۔

''ماما.....!'' اسے روتا دیکھ کر ولید اس کے پاس آیا تھا۔ وہ پریشان تھا۔ ''آپ کیوں رو رہی ہیں ماما؟''

''تمہارے باپ نے رُلایا ہے۔''

''بابا نے آپ کو مارا ہے؟''

''ہاں..... ہاں میری جان، بہت بری طرح مارا ہے..... میری روح کو قتل کیا ہے اس نے..... جیتے جی مار ڈالا اس نے مجھے.....'' وہ ولید کو دونوں بانہوں میں بھر کر پھوٹ، پھوٹ کر روئی تھی۔

''میرے بابا گندے تو نہیں ہیں۔'' ولید حیرانی سے پوچھتا تھا۔

''نہیں..... وہ ہیں گندے..... بہت گندے ہیں۔'' اور اس کی ماں روتی جاتی تھی۔

☆☆☆

''میرے بابا کون سے ہیں امی؟'' اور اس سوال پر ہدیٰ ساکت ہوئی نہ ٹھٹکی۔ اس نے بس اِک گہری سانس بھری تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ سوال بخت نے کرنا تھا اور یہ وقت بھی آنا تھا۔

''اِدھر آؤ.....'' اس نے پیار سے بلایا۔

''کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''وہ.....'' بخت ہچکچایا۔

''کھل کر پوچھو بخت.....!'' وہ اس کے ماتھے پر آئے بال سنوارتے ہوئے بولی۔

''وہ، ولید کہتا ہے..... بابا میرے بابا نہیں ہے۔ تمہارے فادر نیم میں عبدالرزاق نہیں لکھا جاتا۔'' اور ہدیٰ یہ بھی جانتی تھی کہ یہ بات ولید ہی اس سے کہہ سکتا تھا۔

''ولید سے کہاں ملے آپ؟''

''نیچے..... جب دادا کے لیے دعا ہو رہی تھی۔'' شازیہ اور ہدیٰ دونوں کے سسر طویل عرصے کی علالت کے بعد دو دن قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔

''اچھا..... پھر اس نے بتایا آپ کو کہ آپ کے بابا کون سے ہیں؟''

''نہیں۔''

''کیوں؟ اسے بتانا چاہیے تھا ناں۔''

''میں نے پوچھا نہیں.....''

''آپ کو بھی پوچھنا چاہیے تھا۔'' اور بخت ماں کا منہ دیکھنے لگا۔ ایک سات، ساڑھے سات سال کا بچہ اب اس بات کے جواب میں کیا کہتا۔

''ولید غلط کہتا ہے ناں امی.....؟ بابا ہی میرے بابا ہیں ناں؟'' وہ اس ننھے دل میں اُمڈنے والے خوف

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

سے اچھی طرح آشنا تھی۔ ہدیٰ نے ہونٹ بھینچے..... اس کے دل پر ہاتھ بھی پڑا..... مگر نہیں..... اسے بخت کو دو حصوں میں تقسیم نہیں کرنا تھا۔ وہ اٹھی..... اندر گئی اور جب واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک تصویر تھی۔

"یہ عبدالرحمن ہیں۔ یہ تمہارے بابا ہیں۔" اس نے بخت کو وہ تصویر تھمائی۔ بخت نے شاک کے عالم میں تصویر کو نہیں، ماں کو دیکھا تھا۔

"عبدالرزاق تمہارے گارجین، تایا اور بابا بھی ہیں۔" ہدیٰ نے تصویر اٹھا کر پھر سے اسے بخت کی گود میں رکھا۔

"پتا ہے بخت! کچھ بچے اللہ کے لیے بہت اسپیشل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہت پیار کرتے ہیں..... اتنا پیار کرتے ہیں کہ انہیں دو، دو بابا دیتے ہیں۔ آپ کے پہلے بابا جلدی اللہ کے پاس چلے گئے..... تو بخت تو بہت اسپیشل تھا ناں، اللہ تعالیٰ کے لیے..... تو اللہ نے بخت کو ایک اور بابا دے دیے..... وہ بابا آپ کے بابا بھی ہیں اور تایا بھی....." وہ اسے ساتھ لگائے پچکار کر کہہ رہی تھی۔

"پر ولید کہتا ہے کہ وہ بس ولید کے بابا ہیں۔"

"ہاں تو اس کے بھی ہیں۔"

"تو پھر کیا وہ میرے بابا نہیں ہیں؟"

"کیا آپ کو لگا کہ وہ آپ کے بابا نہیں ہیں؟"

اور بخت نے زور شور سے نفی میں سر ہلایا۔

"تو بس ولید کے کہنے سے کیا ہوتا ہے..... جس دن بابا نے یہ بات کہی ناں کہ وہ تمہارے نہیں، صرف ولید کے بابا ہیں..... اس دن سمجھ لینا بخت..... کہ وہ واقعی تمہارے بابا نہیں ہیں۔" اسے سینے سے لگائے ہدیٰ نے بخت عبدالرحمن کو حقیقت کا پہلا تلخ جام اپنے ہاتھوں سے پلایا تھا۔ سات سال کے بچے نے اس جام کی تلخی کو محسوس بھی کیا..... وہ ڈسٹرب بھی ہوا مگر پھر ڈٹ گیا کہ بابا جس دن کہیں گے..... اسی دن وہ خود کو یتیم سمجھے گا..... اور تاریخ بتلاتی ہے کہ وہ دن آج تک نہیں آیا تھا۔

☆☆☆

کچھ اور عرصہ گزرا تو ہدیٰ کی ایک اور ڈھال ٹوٹ گئی۔ بخت کی دادی کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔ زندگی کچھ اور سخت ہو گئی تھی مگر اسے ابھی عبدالرزاق کا سہارا تھا..... اسے یہ اطمینان تھا کہ چاہے اس کی ساری ڈھالیں ہی کیوں نہ ٹوٹ جائیں..... چاہے وہ خود ہی کیوں نہ رہے..... عبدالرزاق، بخت کے بابا تھے اور رہیں گے۔

شازیہ کو جو ساس، سسر کا لحاظ تھا، وہ جاتا رہا تھا..... وہ اب کھل کر اور جم کر کھیلتی تھی..... اور ہدیٰ کے پاس ایک ہی ہتھیار تھا..... صبر۔

وہ بھی ایسا ہی ایک دن تھا۔ تارا کی پیدائش پر عبدالمالک کے گھر عقیقہ تھا۔ عبدالرزاق نے ان سب کو اکٹھا لے کر جانا چاہا تھا۔ شازیہ فرنٹ سیٹ پر براجمان تھی۔ ولید پیچھے بیٹھا تھا کہ جب ہی وہ ہدیٰ اور بخت کو لے کر آئے تھے۔ ہدیٰ نے خاموشی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھنا چاہا تو ولید ایک جھٹکے سے باہر نکلا تھا۔

"میں اس عورت کے ساتھ نہیں بیٹھوں گا۔" وہ اس قدر بدتمیزی سے بولا کہ ہدیٰ ششدر رہ گئی اور عبدالرزاق کا منہ سرخ ہوا۔

"ولید.....!" وہ دہاڑے۔ شازیہ بھی گھبرا کر باہر نکلی تھی۔

"پلیز عبدالرزاق..... آپ ان کو لے جائیے..... پلیز!" ہدیٰ نے آگے بڑھ کر معاملہ بگڑنے سے روکا تھا اور اسی بات پر شازیہ کا موڈ بگڑا تھا۔

"بیٹھو بخت!" کچھ سوچ کر انہوں نے بخت سے کہا اور ہدیٰ واپس مڑ گئی۔

"تم تیار رہنا۔ میں واپس آ کر تمہیں لے جاتا ہوں۔" اسے مڑتے دیکھ کر عبدالرزاق نے کہا۔

"نہیں، اس کی ضرورت....."

"جتنا کہا ہے، اتنا ہی سنا کرو..... آگے سے بولنے کی ضرورت نہیں۔" ہاتھ اٹھا کر سرد لہجے میں اسے بولنے سے منع کرتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھے تھے۔ پچھلی سیٹ پر ولید اور بخت کے بیٹھنے کا انتظار کیا اور پھر

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

گاڑی زن سے گیٹ سے نکلی تھی۔ وہ واقعی اسے دوبارہ آ کر لے گئے تھے...... بظاہر سب ٹھیک ہو گیا تھا مگر اس سب میں غلط اس وقت ہوا جب انہوں نے واپسی پر اندر جاتے ولید کو روک کر اپنے پاس بلایا تھا۔ اس نے رک کر ماں کو دیکھا۔ ماں کے اشارہ کرنے پر وہ باپ کے پاس آیا تھا۔

''آؤ۔'' وہ اسے ساتھ لے کر لان میں آ گئے۔

''بیٹھو۔'' پھر کرسی کھینچ کر وہ بھی اس کے سامنے بیٹھے تھے۔

''آج کے واقعے سے مجھ پر دو بچوں کی...... دو ماؤں کے کردار کھل کر سامنے آئے...... بخت تم سے چھوٹا ہے۔ اس نے تو یہ نہیں کہا کہ وہ شازیہ کے ساتھ نہیں بیٹھے گا۔''

''گاڑی اس کے باپ کی نہیں تھی جو وہ یہ کہتا۔'' وہ ایک بار پھر بھڑکا تھا۔ عبدالرزاق اس کے تنفر بھرے لہجے پر سُن ہو کر رہ گئے۔

''گاڑی اس کے باپ کی تھی ولید!'' وہ بولے تو لہجہ پُرسکون مگر قطعیت لیے ہوئے تھا۔

''آپ صرف میرے بابا ہیں...... بخت کے گارجین ہیں آپ، بس۔''

''نہیں...... میں اس کا باپ بھی ہوں۔''

''کہنے سے کیا ہوتا ہے...... ولدیت کے خانے میں تو آپ کا نام نہیں آتا ناں۔'' وہ جیسے ہنسا تھا ان پر...... انہوں نے بہت مشکل سے ضبط کیا۔

''تم بڑی کو ماں نہیں سمجھتے...... ٹھیک ہے...... تمہاری مجبوری مگر جس طرح کی بدتمیزی آج تم نے بڑی سے کی... کبھی بخت کو اپنی ماں سے کرتے دیکھا ہے؟''

''وہ کر کے تو دکھائے...... میں منہ نہ توڑ ڈالوں اس کا۔''

''اسے کہتے ہیں تربیت اور اس کا فرق...... تمہارا منہ توڑنے کا دل تو بخت کا بھی بہت کیا ہوگا...... مگر وہ کیا ہے ناں کہ تربیت آڑے آ جاتی ہے جو تمہاری ماں شازیہ کو تمہاری کرنی چاہیے تھے مگر افسوس ایک عورت کی نفرت میں وہ اس قدر آگے بڑھ گئی کہ اپنی اولاد کو ہی کھا گئی۔'' وہ افسوس سے نفی میں سر ہلا رہے تھے۔

''بخت کو کبھی غور سے دیکھا ہے ولید! کس قدر سلجھا ہوا ہے، کس قدر ٹھہراؤ ہے اس میں اور تم...... تم بڑے بھائی ہو اس کے۔ اپنا رویہ اور انداز دیکھو ذرا......''

''نہیں ہے وہ میرا بھائی وائی......'' وہ مشتعل ہوا تھا۔ اٹھ کر جانے لگا تو عبدالرزاق نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے دوبارہ کرسی پر بٹھایا تھا۔

''بخت یتیم ضرور ہے ولید...... مگر لاوارث نہیں ہے۔ وہ اس گھر، بزنس اور جائیداد میں تمہارے ساتھ برابر کا شریک ہے اور یاد رکھنا یہ حق میں نہیں، اس کے دادا اسے دے کر گئے ہیں۔ وہ اپنے باپ کے حصے کا وارث ہے...... یہ یاد رکھنا اور آئندہ اسے کبھی تھرڈ پرسن یا مجبور سمجھ کر ٹریٹ مت کرنا...... اب تم جا سکتے ہو۔''

عبدالرزاق نے تو اپنے تئیں اسے سمجھانا چاہا تھا مگر وہ جو نفرت کا زہر تھا...... جو اس کے اندر اس کی ماں نے اتارا تھا...... وہ اتنا شدید تھا کہ ''سمجھ'' کے ہر دروازے پر عمر بھر کے لیے قفل لگا چھوڑا تھا۔

☆☆☆

اس نے شازیہ سے کبھی نفرت نہیں کی۔ اس نے ہمیشہ شازیہ کو اس کے برتاؤ میں حق بجانب سمجھا تھا...... مگر اس دن...... اس دن بڑی عبدالرزاق کا جی چاہا کہ وہ اس عورت کا گلا دبا دے یا پھر اس گھر، اس زندگی سے کہیں دور بھاگ جائے۔

وہ کئی دنوں سے بخت کو دیکھ رہی تھی۔ وہ پریشان تھا۔ وہ اس سے ٹھیک طرح سے بات نہیں کر رہا تھا اور اس سے کھنچا کھنچا تھا...... مگر کیوں......؟ ان دونوں ماں بیٹے میں تکلف جیسی چیز نام کو بھی نہیں تھی تو پھر کیا شے تھی جو بخت کا منہ سے جا رہی تھی۔

''بخت!''

''جی۔''

''کیا بات ہے؟''

www.pklibrary.com

''کچھ نہیں امی!'' اور امی نے گہری سانس لی۔ یعنی کہ بات خطرناک تھی جو اس سے چھپائی جا رہی تھی۔

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ بات ہے..... کیا ہے؟ تم ہی بتاؤ گے تو ڈسٹرب نہیں رہو گے اور اگر نہیں بتاؤ گے تو پھر نتائج کی ذمے داری مجھ پر عائد نہ کرنا۔''

وہ بارہ سال کا بچہ..... واقعی اس بات کو سہار نہیں سکتا تھا۔

''وہ..... ولید کہتا ہے کہ آپ اچھی عورت نہیں ہیں۔''

''اچھا، پھر.....؟''

''پھر کیا؟ امی.....! اس نے یہ بات میرے سارے دوستوں کو بتادی ہے۔'' بخت کا لہجہ تپا ہوا تھا۔ ہدیٰ چونکی۔

''کون سی بات؟''

''یہی کہ..... یہی کہ.....'' وہ ہچکچایا۔

''یہی کہ کیا.....؟''

''کہ آپ نے بابا سے خود کہہ کر نکاح کیا تھا تو آپ اچھی عورت نہیں ہیں۔''

یہ بات ہدیٰ کے اندر کسی بھالے کی طرح اتری اور اسے سر سے لے کر پیر تک چیر گئی..... چند ثانیے وہ سفید رنگت کے ساتھ جوں کی توں بیٹھی رہی..... بخت کی تیز، کھوجتی نظروں کو جھیلتی رہی۔ ولید کو یہ بات کس نے بتائی تھی، اسے چنداں تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

عبدالرحمن کے بعد آج پھر اس نے اپنے کرچی، کرچی وجود کو اسی طرح جمع کیا تھا جیسے اس کی وفات کے وقت کیا تھا۔

''بخت!'' اس نے بیٹے کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے۔

''ہاں! تمہارے بابا کو نکاح کا میں نے خود بولا تھا..... خود پیغام دیا تھا..... مگر جانتے ہو کیوں.....؟''

''کیوں امی.....؟'' بخت کی آنکھوں سے آنسو پھسل کر ماں کے ہاتھوں پر گرے تھے..... تو اس کی ماں اچھی عورت نہیں تھی۔

''تمہارے لیے..... صرف اور صرف تمہارے مستقبل کے لیے۔ تمہارا اس گھر، جائداد اور اس بزنس میں برابر کا حصہ ہے۔ میری کسی اور سے شادی کروادی جاتی..... تمہیں میں اپنے ساتھ رکھ کر تمہیں تمہارے جائز حق سے دور کر کے ایک مجبوری کی یا کمپرومائزڈ زندگی نہیں دینا چاہتی تھی اور اگر تمہیں یہاں ددھیال میں چھوڑ دیتی تو ماں کی طرح کون پالتا؟ تم یتیم ہوئے تھے..... تمہیں میں مجبور و مسکین نہیں بنانا چاہتی تھی۔ میرے ماں باپ مجھ پر شادی کا پریشر ڈالتے..... میں کب تک اُن کے سامنے کھڑی رہ سکتی تھی..... تمہارے ددھیال والے میری شادی کے بعد تمہیں مجھ سے لے لیتے..... بخت! میں کیسے تمہارے بنا جیتی؟ کیسے.....؟ تم میرا بخت تھے..... اور تمہارے بخت کے لیے میں نے اتنا بڑا قدم اٹھایا تھا..... ہاں، میں نے خود تمہارے تایا کو نکاح کا پیغام دیا تھا..... زندگی خود تمہیں بتائے گی کہ تمہاری ماں نے غلط کیا یا صحیح.....'' اور وہ بخت کو سینے میں چھپا کر رو پڑی۔

تو زمانے نے اسے اپنے بچے کے لیے اٹھائے گئے ایک جائز قدم کے لیے بھی نہیں بخشا تھا اور اس رات..... اس نے ایک بار پھر اپنی روح کو پتھر تلے رکھ کر ایک فیصلہ کیا تھا۔

اس نے بخت کو بورڈنگ بھجوانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اسے خود سے دور کر دینے کا فیصلہ کیا اور اس ایک فیصلے کے بعد وہ زیادہ دیر جی نہیں سکی تھی۔

بخت میٹرک میں تھا کہ جب ہدیٰ نے اس دنیا کو خیر باد کہا تھا۔

☆☆☆

بخت عبدالرحمن!

ماں کے مرنے کے بعد اس نے چھٹیوں میں ایک بار گھر آنے کی غلطی کی تھی۔ حقیقت کے نام پر جتنے تلخ جام اس کی ماں نے اسے پلائے تھے..... تو یہ طے ہوا..... اب کے حلق سے نیچے اترنے والا جام..... ان سب سے زیادہ تلخ تھا کہ یہ زندگی نے اسے پلایا تھا۔

www.pklibrary.com

اسے اپنے ہی گھر میں کھانا نہیں ملا تھا اور وہ اتنا حیران ہوا..... اتنا کہ شاک سے پورا ایک دن کمرے میں بند رہا..... عبدالرزاق کے پوچھنے پر انہیں یہی بتایا گیا کہ وہ خود نیچے نہیں آیا..... جب وہ اسے دیکھنے آئے تو.....

''بابا! کیا اس وقت مری کوئی گاڑی جاتی ہوگی؟'' اور اس کی حالت سے زیادہ اس کے سوال نے انہیں جھٹکا دیا تھا۔

''کیوں؟''

''میں واپس جانا چاہتا ہوں۔''

''مگر کیوں بخت؟'' وہ حیران ہوئے۔ اس کے چہرے کی نقاہت ان سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔

''یہاں امی بہت یاد آتی ہیں..... میں وہاں جا کر کوئی سمر کیمپ جوائن کرلوں گا تو آسانی رہے گی۔''

اور اس جواب نے تو گویا ان کی رگیں کھینچ لی تھیں۔ ''کیا سکھا گئی ہو بچے کو ہدیٰ.....؟'' شازیہ کا کردار روایتی تھا..... ولید بھی روایت کا ایک حصہ تھا مگر یہ طے تھا کہ ہدیٰ اور بخت عبدالرحمٰن نے روایت کو اٹھا کر گٹر میں پھینکا تھا..... اسے کھانا نہیں دیا گیا تھا..... وہ جان گئے تھے۔

''بخت!'' انہوں نے اسے سینے سے لگایا۔

''میں خود تمہارا داخلہ کسی سمر کیمپ میں کرواؤں گا۔ بس کچھ دن صبر کرلو..... بلکہ یوں کرو چچا کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں کچھ دن رہ لو..... تب تک میں تمہارے لیے کوئی اچھا سا سمر کیمپ تلاش کرتا ہوں..... چلو اٹھو۔ شاباش! میں تمہیں عبدالمالک کی طرف چھوڑ آتا ہوں۔'' وہ خود ہی اٹھ کر اس کا سامان پیک کرنے لگے۔

''رہ لوگے ناں عبدالمالک کی طرف؟'' جانے کس خدشے کے تحت انہوں نے ہاتھ روک کر اس سے تصدیق چاہی تھی۔ اور پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

اور پھر جب تک وہ بورڈنگ میں رہا، اس نے چھٹیوں میں گھر آنے کی غلطی نہیں کی۔ اس کے پاس ایک سو ایک معروفیات ہوتی تھیں ان چھٹیوں کے لیے۔

شروعات مارگلہ کی پہاڑیوں پر ہائکنگ سے ہوئی اور پھر تو جیسے یہ شوق اس کے منہ کو لگ گیا تھا۔ کراٹ سے لے کر فیری میڈوز تک کہاں، کہاں کی خاک نہیں چھانی تھی اس نے..... پیسہ اس کا مسئلہ نہیں تھا۔ عبدالرزاق اس کے اکاؤنٹ میں معقول رقم ٹرانسفر کردیا کرتے تھے اور وہ..... وہ ان میں سے بھی بچاتا رہتا..... اپنے اسی ایک شوق کے لیے۔

وہ کوئی عام بچہ نہیں تھا جو پاکٹ منی کے نام پر ملنے والی اس رقم کو اڑا دیتا۔ اس کے پاس زندگی کے کچھ مقاصد تھے..... کچھ پلانز تھے، کچھ خواب..... فی زمانہ یہ سب پورا کرنے کے لیے پیسہ چاہیے تھا..... جو اس کے پاس تھا تو مگر وہ اسے عیاشی کے نام پر اڑا نہیں سکتا تھا۔ اسی لیے اس نے اوائل عمری سے ہی چھٹیوں میں جاب کرنی شروع کردی تھی۔ زیادہ تر اس کا گزارہ ٹیوشنز پڑھانے پر ہوتا تھا..... ایک آدھ جگہ سیلز مین کے طور پر بھی کام کرچکا تھا اور گائڈ کے فرائض بھی انجام دے چکا تھا۔ یہ سب کرنے کے بعد اور کچھ پیسے اپنی پاکٹ منی سے جمع کرنے کے بعد وہ اس قابل ہوتا کہ کسی علاقے میں ہائکنگ کے لیے جاسکے۔ اس نے ایک ہائکنگ کلب بھی جوائن کر رکھا تھا۔ عبدالرزاق اس کے تمام معاملات سے آگاہ ہوتے۔ ان کے علم میں تھا کہ چھٹیوں میں وہ کہاں، کہاں کی خاک چھانتا ہے مگر ان کے علم میں یہ نہیں تھا کہ گھر، گھر کی خاک چھاننے کے لیے وہ کون، کون سے پاپڑ بیلتا تھا۔ بخت کی ماں نے اسے عام بچہ نہیں رہنے دیا تھا..... اسے اتنا مضبوط اور سمجھدار بنادیا تھا کہ کسی بھی قسم کے حالات اس پر اثر انداز نہ ہوتے..... وہ بہت کم پریشان ہوتا..... اس کے پاس ہر مسئلے کا حل موجود ہوتا..... وہ خود میں مگن رہنے والا انسان تھا..... اس کی قوت ارادی مضبوط تھی مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ حالات کی بھٹی میں پک کر کندن بننے کے بعد اس کے ساتھ کیا مسئلہ ہوا۔

وہ لوگوں میں مکمل مل نہیں سکتا تھا..... وہ expressive نہیں تھا۔ وہ اسکول، کالج سے

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

لے کر خاندان تک میں ایک سرد مہر شخصیت کے طور پر جانا جاتا..... جس سے آپ ایک کے بعد دوسری بات نہیں کر سکتے تھے۔ اسے رشتے اس طرح سے میسر نہیں آئے تھے کہ جس طرح کسی بھی عام بچے کو میسر آتے ہیں اور یہاں ہڈی بھی مار کھا گئی..... وہ اس کی ذات کے اس خلا کو پُر نہیں کر پائی تھی۔ اور عبدالرزاق چاہ کر بھی اس کمی کو دور نہ کر سکے..... اور بخت وہ اس خلا کو پُر کرنا ہی نہیں چاہتا تھا..... ٹھیک ہے اس زندگی میں سب کو سب کچھ تو نہیں ملتا..... اور جو بھی نہیں ملتا..... اسے اس پر صبر کرنا اور اس شے یا رشتے کے بغیر جینا سکھا دیا گیا تھا تو اب اگر اس کی زندگی میں کچھ "نہیں" تھا تو It's ok..... وہ اس "نہیں" کے ساتھ بہت آرام سے زندگی گزار سکتا تھا۔ یہ "نہ ہونا" اس کو تنگ نہیں کرتا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ بخت عبدالرحمٰن ..... نے کسی بھی شے کو یا رشتے کو یہ اجازت ہی کب دی تھی کہ وہ اسے تنگ کر سکے، تکلیف پہنچا سکے..... اس درد کے لیے اس کے ہاں ہمیشہ ایک ہی جملہ تھا۔

who the hell are you?

☆☆☆

وہ پورے دو سال بعد گھر آیا تھا..... اب بھی نہ آتا مگر حادثہ ہی کچھ ایسا تھا..... شازیہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ تعلقات کی سرد مہری کے باوجود اسے آنا تو تھا ہی.....

سفید سوٹ پہنے، آستینوں کو کہنیوں تک موڑے، سیاہ گاگلز لگائے وہ بالکل سپاٹ چہرے کے ساتھ جنازہ گاہ میں کھڑا تھا۔ لوگ آتے اس سے افسوس کرتے، گلے لگاتے، وہ کوئی رسمی سا جملہ کہہ دیتا اور بس..... ہاں اور بس..... اس کے لیے شازیہ کی وفات ایسے ہی تھی جیسے کسی ایکس، وائے، زی کی ہوتی ہے۔ بخت عبدالرحمٰن ..... کی زندگی میں رشتے یا تو تھے یا نہیں تھے..... درمیان کے کسی راستے کا مسافر وہ نہیں تھا..... اس نے ذرا سا مجمع چھٹنے کا انتظار کیا اور بے تکے قدموں کے ساتھ ولید کے پاس آیا۔

اس "I am sorry at your loss"

کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے نرم لہجے میں کہا۔ ولید نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تم تو آج بہت خوش ہو گے....." وہ چبھتے لہجے میں کندھے سے اس کا رکھا ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولا۔

"کسی کی موت پر کون خوش ہو سکتا ہے، حالانکہ لوگ پھر بھی ہوتے ہیں۔" گاگلز اتار کر، سر کو ذرا سا جھکا کر وہ انہیں صاف کرتے ہوئے بولا۔ اس نے ولید پر چوٹ کی تھی۔

"اور ان لوگوں میں سے تم بھی ہو....."

"نہیں....." گاگلز دوبارہ پہنتے ہوئے، ہاتھ کمر پر باندھتے ہوئے اس نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔

"تم ہو....." اور کہہ کر رکا نہیں..... وہاں سے ہٹ گیا تھا..... اسے اپنی ماں کی موت کا دن یاد تھا اور ان دونوں ماں، بیٹے کا رویہ بھی۔ کہاں ناں بخت عبدالرحمٰن کی لغت میں دو ہی لفظ تھے ہاں یا نہیں..... تیسرے کسی لفظ یا راستے کی گنجائش نہیں تھی..... وہ اپنے فیصلوں میں دو ٹوک تھا..... اور وہ معاف بھی ایک حد تک کرتا تھا، ہر شے کی معافی نہیں تھی۔

"ولید عبدالرزاق..... کچھ زخم اپنا انصاف مانگتے ہیں..... تو معلوم تو ہو ہی گیا ہو گا کہ جب ماں مرتی ہے تو کیا ہوتا ہے....." اس نے سوچا تھا۔

☆☆☆

"بابا!" رات جب سب چلے گئے اور اس کا باپ نڈھال لان میں اکیلا بیٹھا تھا تو وہ ان کے پاس چلا آیا۔ ان کے دونوں ہاتھ، اپنے ہاتھوں میں لے کر اس نے چومے تھے..... جواباً انہوں نے اسے ساتھ لگایا تھا۔

"میں مانتا ہوں آپ کا بہت بڑا نقصان ہوا ہے، پر اپنا خیال تو رکھنا ہو گا ناں بابا..... میرے لیے تو رشتوں کے نام پر لے دے کر صرف آپ بچتے ہیں..... میرے لیے پلیز..... خود کو سنبھالیں....." اور انہوں نے ہلکے سے سر ہلایا..... پھر ایک گہری سانس بھر کر اسے دیکھا۔

"یونیورسٹی کیسی جا رہی ہے؟"

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

"ٹھیک جارہی ہے۔"

"تمہارا لاہور جانے کا فیصلہ مجھے پسند نہیں آیا بخت..... یہاں اسلام آباد میں بھی تو ایک سے بڑھ کر ایک یونیورسٹی تھی۔"

"آپ جانتے تو ہیں UET لاہور زیادہ اچھی ہے۔"

"ہاں، تمہیں ہر دوسرا شہر اسلام آباد سے زیادہ اچھا لگے گا..... میں جانتا ہوں....."

اور اس بات پر وہ ایک دم چپ ہوگیا۔ وہ دونوں ہی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ فیصلہ کیوں کیا گیا تھا..... وہ یہاں اس گھر میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔

"کب تک رکو گے؟"

"دو تین دن تک تو ہوں....."

"بخت میں کہنا نہیں چاہتا تھا..... پر بیٹے تم اپنی اسٹڈی کو سیریس کیوں نہیں لے رہے.....؟" وہ اس سے کہنا چاہتے تھے کہ ولید کو دیکھو..... مگر نہیں کہہ سکے۔

"بابا..... یہ بحث ہم پھر کبھی کریں گے..... یہ وقت اس بحث کے لیے مناسب نہیں ہے....." اس نے بڑے آرام سے ان کی بات اڑائی تھی۔

"تایا ابو.....!" اور اس آواز پر ان دونوں نے آواز کی سمت میں دیکھا تھا۔

"تھوڑا سا کھانا کھالیں پلیز....." وہ واقعی اس فیملی ڈنر کے بعد سے آج اسے دیکھ رہا تھا۔ اداس، ملول چہرہ، سرخ ہوتی ناک، روئی، روئی سی آنکھیں..... وہ ایک دم جیسے کہیں اتری تھی..... کیا دل میں؟ "مذاق کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔" بخت نے سر جھٹکا۔

"اٹھیں بابا....." وہ انہیں اٹھاتے ہوئے بولا۔

اندر کی سمت جاتے ہوئے، اس نے چاہا کہ وہ ادا کو نہیں دیکھے مگر یہ نظریں..... وہ اب تایا ابو کا ہاتھ تھامے، ان سے چھوٹی، چھوٹی باتیں کرتے ہوئے اندر کی طرف جارہی تھی۔

"کیوں ادا عبد المالک..... کیوں؟ تمہارے لیے میرے رویے میں تبدیلی کیوں ہے؟" وہ ایک بار پھر سے بری طرح الجھا تھا۔

☆☆☆

"ایکسکیوزمی....." لہجہ انتہائی پُرتکلف تھا۔

"جی۔" اور اس "جی" میں جی بھر کر حیرانی تھی۔

"میں آج جارہا ہوں....." وہ کہہ کر چپ ہوا اور وہ سن کر حیران ہوئی..... "جانا ہے تو جاؤ..... اس میں بھلا نشر کرنے والی کون سی بات ہے؟" اس کے چہرے کے تاثرات پر بڑے واشگاف انداز میں یہ بات جیسے رقم تھی۔

"مجھے معلوم ہے کہ یہ بات آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں مگر پھر بھی میں اپنی تسلی کررہا ہوں..... پلیز بابا کا خیال رکھیے گا....." بخت سر اٹھا کر باہر کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ منہ اٹھا کر اسے..... حیرت ہی اتنی تھی۔

"جی ضرور....." کہنا تو وہ چاہتی تھی کہ "تم کب سے رشتوں کی پروا کرنے لگے..... تم نے تو سالوں ادھر کا رخ نہ کیا..... باپ کے پیسوں پر عیش کرتے ہوئے آج یہ بات یاد آئی....." مگر وہ شدید خواہش کے باوجود کچھ نہ کہہ سکی..... ایسا کوئی تعلق تھا کہاں ان میں..... کزنز ہونے کے ناتے بھی نہیں.....

"شکریہ....." اس نے ذرا دیر اسے تکا..... اور پھر باہر نکل گیا۔

اور ادا عبد المالک اس کی پشت تکتی رہی۔

"کتنا عجیب انسان ہے..... پروا بھی کسی روبوٹ کی طرح کرتا ہے۔ جیسے کہہ دیا تو ہوگیا..... تائی شازیہ ٹھیک کہتی تھیں۔ یہ صرف تایا ابو کا پیسہ اڑاتا ہے..... ورنہ کیا ضرورت تھی اپنے شہر، اپنے گھر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں دھکے کھانے کی، ہاسٹل کے اخراجات تو آخر کو تایا ابو نے ہی برداشت کرنے ہیں ناں..... ہونہہ....." یہ تھی ادا عبد المالک کی بخت عبد الرحمٰن ..... کے بارے میں رائے..... اور اس رائے سے وہ یکسر انجان تھا..... وہ فیملی میں آتا جاتا تو کچھ خبر ہوتی ناں..... یہ سب ولید اور شازیہ کی وقتاً فوقتاً خاندان بھر

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

میں پھیلائی جانے والی باتوں کا نتیجہ تھا۔

یہ دوسرا بڑا نقصان تھا جو ان ماں، بیٹے نے اسے پہنچایا تھا..... پہلا یقیناً اس کی اپنی ماں سے دوری تھی..... جب اسے بورڈنگ جانا پڑا تھا..... انہی ماں، بیٹے کی وجہ سے.....

☆☆☆

"تم جا رہے ہو.....؟" وہ قدرے حیرت سے پوچھ رہے تھے..... بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے..... وہ جیسے اِک لمحے کے لیے رکا۔

"جی....." اور پھر ایک گہری سانس بھری۔

"کیوں؟" حیرت اور بڑھی۔

"کچھ کام ہے بابا!"

"ایسے کون سے کام ہیں جو تمہیں ان حالات میں بھی جانے پر مجبور کر رہے ہیں..... اور دو دن بعد ویک اینڈ بھی تو ہے....." اب کی بار وہ خاموش رہا۔

"بخت....." انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ تم....."

"میرا جانا ضروری ہے بابا....." اس نے جیسے ہار مان کر خود کو اس لمحے کے لیے تیار کیا..... جس سے ملنے کا خوف اسے پچھلے چند برسوں سے تھا۔

"بخت.....؟" ان کے سوالیہ انداز میں دکھ کے ساتھ مایوسی بھی تھی۔

"بابا میں جاب کرتا ہوں..... ایک ٹورسٹ کمپنی کے ساتھ میں نے معاہدہ کر رکھا ہے..... کل ہمیں جانا ہے۔"

اور وہ بھونچکا رہ گئے تھے..... وہ چپ ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگے جو بیگ کی زپ کو بند کھول کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ پُرسکون تھا..... وہ بس ان کا سامنا کرنے سے کترا رہا تھا..... وہ جانتا تھا کہ یہ بات انہیں تکلیف دے گی اور اس نے دی۔

"میں نہیں مانتا کہ کسی چیز کی کمی نے تمہیں اس کام کے لیے مجبور کیا ہے..... میں نے کبھی تم سے غفلت نہیں برتی....."

"آپ کو ماننا بھی نہیں چاہیے بابا....." وہ مسکرایا۔

"یہ کام میں نے کسی "کمی" کی بنا پر شروع نہیں کیا بابا..... میرا شوق بھی ہے اور میں اپنی ٹورسٹ کمپنی بنانا چاہتا ہوں..... تو بس اسی لیے....." وہ چند لمحے اس کے پُرسکون چہرے کو گھورتے رہے کہ شاید وہاں تھوڑی سی، ذرا سی بے سکونی پیدا ہو جائے پر نہ جی..... وہ بخت عبدالرحمٰن تھا..... مجال ہے جو اپنے فیصلوں پر شرمندہ ہو۔

"کب سے کر رہے ہو؟" اور اس سوال پر اس نے سر کھجایا..... منہ پر اب کے oops والے تاثرات تھے۔

"چھوڑیں ناں یار....." اس نے ان کے کندھے پر بازو پھیلایا۔

"تم....." وہ کچھ کہتے، کہتے رک سے گئے۔

"تمہارے گریڈز اسی لیے اچھے نہیں آتے تھے....." عبدالرزاق کو جیسے ایک دم قلق ہو رہا تھا۔ وہ اب چبھتی ہوئی نظر سے اس کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔

"مارے گئے....." وہ بڑبڑایا..... اس نے ترنت ان کے کندھے سے ہاتھ اٹھایا۔

"بخت....." ان کی آواز برہم تھی۔

"بابا پلیز..... یہاں بیٹھیے....." بخت نے ہاتھ پکڑ کر انہیں بیڈ پر بٹھایا۔

"تعلیم اچھی چیز ہے..... اور یہ اچھی چیز جتنی میری زندگی کے لیے..... میری گروومنگ کے لیے ضروری ہے وہ میں حاصل کر رہا ہوں..... پڑھ لکھ کر بھی تو پیسہ کمانا ہے ناں..... میں اتنا انتظار نہیں کر سکتا..... پہلے چار سال یونی میں کھپاؤں پھر ہائر اسٹڈیز اور پھر نوکری کے لیے جوتیاں چٹخاؤں..... تو نیور..... اتنا انتظار نہیں کر سکتا..... اتنا وقت نہیں ہے میرے پاس کہ پانچ، چھ سال ضائع کر دوں۔ میں تعلیم اور کام، دونوں کا تجربہ ساتھ، ساتھ حاصل کر رہا ہوں۔ ہاں کبھی تعلیم میرے کام کو اور کبھی کام میری تعلیم

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

کو ڈسٹرب کردیتا ہے..... پر یہ تو ہوتا رہے گا مجھے اپنا بزنس سیٹ کرنا ہے اسی لیے تو بی بی اے میں ایڈمیشن لیا تھا..... بلیوی میں یہ کرسکتا ہوں..... چلیں ولید کی طرح بہت اچھے گریڈز نہ سہی..... اور مجھے یہ چاہیے بھی نہیں..... جتنی میرے کام کے لیے تعلیم ضروری ہے بابا اتنا میں پڑھ رہا ہوں..... سو پلیز، مجھے کرنے دیں..... مجھے روکیں مت..... آپ دیکھیے گا جس عمر میں بچے اپنی تعلیم مکمل کرتے ہیں..... اس عمر میں آپ کو اپنی کمپنی بنا کر دکھاؤں گا..... چاہے وہ چھوٹے اسکیلو پر کام کرے..... مگر میں بنا کر دکھاؤں گا....."

اور وہ اِک گہری سانس بھر کر رہ گئے..... وہ کہنا چاہتے تھے کہ "تم اپنی عمر سے زیادہ میچور کیوں ہو؟ تم اتنا بڑا، بڑا کیوں سوچتے ہو..... تم باقی بچوں کی طرح سب فکریں باپ پر لاد کر آزاد کیوں نہیں ہوجاتے..... بے فکرے نوجوان کیوں نہیں بن جاتے؟ تمہیں کس نے یہ سکھادیا کہ تمہیں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے..... تمہیں کس نے یہ بتلادیا بخت..... کہ تم زندگی کو عام بچے کی طرح ٹریٹ نہیں کرسکتے....." اِک دکھ سا ان کے اندر گھلا تھا۔

"ہاں.....! وہ زندگی کو عام بچے کی طرح ٹریٹ نہیں کرسکتا تھا..... اسے یہ کرنے نہیں دیا گیا تھا....."

"آپ کیوں دکھی ہورہے ہیں..... آپ کو تو میرے وژن، میری سوچ پر خوش ہونا چاہیے تھا....." ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وہ نرمی سے بولا۔

عبدالرزاق نے سر اٹھا کر دیکھا..... ان چمکتی ذہین آنکھوں کو دیکھا اور چوم لیا۔

"مجھے تم پر فخر ہوگا بخت..... میں جانتا ہوں..... افسوس یہ رہے گا کہ تمہاری ماں یہ سب دیکھنے کے لیے نہیں ہے..... وہ کہ جس نے تمہیں یہ سب گھول کر پلایا ہے۔"

ماں کے نام پر تکلیف اس کے پورے بدن پر اتری تھی..... پر وہ اس تکلیف کے ساتھ بھی جینے کا عادی تھا..... سو مسکرادیا۔

"سرمایہ کہاں سے لاؤ گے اس سب کے لیے؟" وہ اب پوچھ رہے تھے۔

"لگتا ہے آپ نے میرے اکاؤنٹ کی اسٹیٹمنٹ چیک نہیں کی۔" وہ مسکرایا۔

"کچھ سیونگز ہیں، کچھ آپ سے ادھار لوں گا....."

"ادھار کیوں؟" انہیں برا لگا۔

"اچھا یہ بحث پھر سہی....." اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔

"جارہا ہوں....."

اور انہوں نے دونوں بازو پھیلا دیے۔ وہ ان کے سینے سے جا لگا۔

"یہ سینہ، اس کی گرمی، اس گرمی میں چھپی شفقت، محبت، رشتوں کے نام پر پورا خاندان ہونے کے باوجود اسے صرف یہ رشتہ میسر تھا۔ اس کا اکلوتا، عزیز رشتہ....." اس نے جوش سے بابا کو بھینچ لیا تھا۔

☆☆☆

وہ اب بابا کی وجہ سے وقتاً فوقتاً گھر آتا رہتا تھا۔ ان دو مردوں کے لیے، گھر سنبھالنے کے لیے ایک عورت چاہیے تھی۔ عبدالرزاق اب سنجیدگی سے ولید کی شادی کا سوچ رہے تھے۔ گھر کے کاموں کے لیے ملازمین کا بندوبست تو تھا مگر پھر بھی گھر ایسے تھوڑی ناں چلتے ہیں..... جب کوئی کام چھوڑ کر چلا جاتا تو مصیبت آجاتی وہ بھی ایسے ہی دن تھے..... وہ ویک اینڈ پر گھر آیا ہوا تھا اور بابا نے اسے ادا کے ساتھ بھیج دیا تھا..... اور ادا..... وہ حقیقت میں اس کے روتے کو سمجھ نہیں سکی تھی..... وہ بخت کی جانب سے اس بے تکلفی کی توقع ہرگز بھی نہ کرتی۔

"تو پھر.....؟" وہ بری طرح سے الجھی۔

"من موجی سا آدمی ہے..... دفع کرو۔" اور اس نے واقعی ہی دفع کردیا..... پر نہیں جانتی تھی کہ اس کے دفع کرنے سے کچھ حاصل نہ تھا..... وہ کسی کے نوٹس میں تھی..... کسی کے دھیان میں آگئی تھی۔ اور وہ اس بات سے قطعی بے خبر تھی کہ تقدیر اس کے ساتھ کیا

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

کرنے والی تھی۔

☆☆☆

اور پھر جس وقت ولید MS کر رہا تھا...... بخت نے اس ٹورسٹ کمپنی کے ساتھ پارٹنرشپ کرلی کہ جس میں وہ ملازم تھا......اور جب ولید اسکالرشپ پر باہر جا رہا تھا تو اس کی پارٹنرشپ 30-70 کی ratio سے 50-50 کی ratio پر آچکی تھی۔ وہ یہ ہی خوشی سیلیبریٹ کرنے گھر آیا تھا۔

''میرے پاس آپ کے لیے ایک نیوز ہے......'' رات کے کھانے کے بعد جب وہ اور بابا چہل قدمی کر رہے تھے تب اس نے کہا۔

''میرے پاس بھی ایک عدد نیوز تو ہے...... پر کیا پہلے سننا چاہیے؟ تمہاری نیوز یا میرا خبرنامہ......''

اور وہ زور سے ہنس دیا۔

''چلیں پہلے آپ اپنا خبرنامہ سنا دیں......''

''ولید کا رشتہ طے کر رہا ہوں میں...... باہر جانے سے پہلے اس کا نکاح کرنا چاہ رہا ہوں میں......''

''کس کے ساتھ، کون ہے؟'' اس نے بے ساختہ پوچھا۔

''ادا......''

اس کے قدم بے ساختہ رک سے گئے...... وہ ایک دم بہت خاموش ہوا تھا۔

''بخت......'' جانے یہ خاموشی کیسی تھی...... کچھ منکشف کرتی ہوئی شاید...... یا پھر انہیں سمجھنے میں غلطی ہو رہی تھی۔

''ادا کی مرضی سے ہو رہا ہے یہ رشتہ......؟'' وہ بولا تو آواز بالکل ہموار تھی۔

''ہاں...... دونوں کا ایک دوسرے کی طرف رجحان دیکھتے ہوئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے......''

وہاں نیم ملگجا سا اندھیرا تھا اور اس اندھیرے میں وہ اس کے چہرے کا تناؤ محسوس کر سکتے تھے...... اس کے ٹھٹک کر رکنے نے جیسے کوئی بات انہیں سمجھائی تھی۔

''بخت تمہاری کوئی intention تھی......؟''

خوب صورت بات

کچھ باتیں نہ کہی جاتی ہیں نہ سنی جاتی اور نہ ہی لکھی جاتی ہیں بس محسوس کی جاتی ہیں اور ضروری نہیں کہ...... جو آپ محسوس کر رہے ہیں دوسرا بھی وہ ہی محسوس کرے...... کیونکہ پاؤں تلے کچلے جانے کا دکھ ہری اور سوکھی گھاس کے لیے مختلف ہوتا ہے۔

رشتے مان ہوتے ہیں یہ ذرا سی مٹھاس پا کے ہی جی اٹھتے ہیں۔ تو ذرا سی کڑواہٹ سے مرجھا بھی جاتے ہیں۔ انسان کوئی، کوئی ہی ہوگا جو کھانے کا بھوکا ہو۔ ہاں مان کا بھوکا ہر کوئی ہوتا ہے۔ چند قدم کی دوری پہ کھڑے کو اگر آپ سواری ہونے کے باوجود نظر انداز کر جاتے ہیں اور وقت اور پیسہ ہونے کے باوجود پیغام اپنی آواز میں نہیں دے سکتے تو...... کیسے توقع رکھ سکتے ہیں کہ رشتوں کے شجر اپنی جڑوں پہ سلامت رہیں گے......؟ نئے سال کی ابتدا میں یہ بات شاید کسی ٹوٹے رشتے کو جوڑنے کا سبب بن جائے۔ جزاک اللہ تعالیٰ

مرسلہ: حدیث اختر، حاصل پور

انہوں نے نرمی سے پوچھا۔

''بابا! آپ نے میری بریکنگ نیوز کا تو پوچھا ہی نہیں......؟'' وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا...... وہ بات اڑانے کا کس قدر ماہر تھا...... انہیں اچھی طرح اندازہ ہوا تھا۔

''بخت......'' انہوں نے اس کی کلائی پکڑ کر روکا۔

''ہر بات سے کنی مت کترایا کرو...... کچھ بھید کھولنے کے لیے بھی ہوتے ہیں۔'' وہ برہم ہوئے، وہ چمکیلے جوتے کی نوک سے زمین کھرچتا رہا۔

''سوال یہ نہیں بنتا...... کہ میری کوئی intention ہے یا نہیں...... سوال یہ ہے کہ دوسرے فریق کی رائے کیا ہے...... خیال کیا ہے...... میرے لیے وہ اہم ہے......''

www.pklibrary.com

''اس کا رجحان ولید کی طرف ہے بخت!''

''اسی لیے میں آپ کو اپنی بریکنگ نیوز سنانے پر اسی طرح تلا بیٹھا ہوا تھا کہ جس طرح سے نیوز چینل تل جاتے ہیں۔'' وہ مسکرایا۔۔اور عبدالرزاق اس انداز پر بھونچکا رہ گئے انہیں بخت عبدالرحمٰن کے ضبط سے خوف آیا تھا۔انہیں اس کے فہم نے بری طرح سے الجھایا تھا۔کبھی تو وہ عام، نارمل لوگوں کی طرح رویہ اپنائے، کوئی دکھ محسوس کرے، اداس ہو، رنجیدگی ظاہر کرے مگر نہیں.....وہ زندگی کے ہر آزار کو بڑی آسانی سے گھول کر پی جاتا تھا.....موو آن کر جاتا تھا۔کوئی تکلیف کوئی بات جیسے اس کے لیے معنی ہی نہیں رکھتی تھی۔

''بخت تم نارمل نہیں ہو.....'' ان کے تشویش سے کہنے پر وہ مسکرایا۔اک زخم خوردہ سی مسکراہٹ.....

''ہاں بابا.....میں نارمل نہیں ہوں.....''

اس نے اس بات کو بھی بے حد آرام سے مان لیا تھا۔

☆☆☆

کہنے کو اس نے کہہ دیا تھا کہ ''ہاں.....میں نارمل نہیں ہوں.....'' مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ اس دھچکے سے خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ابھی تو وہ اس گتھی کو سلجھا ہی نہیں پا رہا تھا کہ ادا عبدالمالک کیوں نوٹس ہوئی تھی اور یہ گتھی کس طرح سے سلجھی تھی.....اس نے تکلیف سے ہنس کر سر جھٹک دیا۔

''محبت.....'' اس کے سامنے پڑا لیپ ٹاپ روشن تھا.....مگر کام پر فوکس کیسے ہوتا.....اس کا تو زندگی ہی سے فوکس ہل کر رہ گیا تھا.....وہ دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسائے، ان پر ٹھوڑی ٹکائے، سوچوں میں گم تھا۔

''تو بخت عبدالرحمٰن! تمہاری زندگی میں جیسے اک اسی حادثے کی کمی تھی.....بس اسی کی ہی تو کمی تھی.....تمہیں محبت کیسے مل سکتی تھی؟ کیا آج تک وہ ہوا جو تم نے چاہا.....'' ہاتھوں کو سر کی پشت پر باندھتے ہوئے.....وہ کرسی پر ہی نیم دراز ہوا۔آنکھیں اب بھی باہر کچھ ڈھونڈ رہی تھیں۔

''ادا عبدالمالک، افسوس یہ نہیں کہ تمہارا رجحان میری طرف نہیں ہے.....افسوس یہ ہے کہ تمہارا رجحان ایک غلط شخص کی طرف ہے۔تم کسی بھی ایکس، وائی، زی کی طرف رجحان رکھتیں مگر وہ شخص بخت عبدالرحمٰن کی ٹکر کا تو ہوتا.....تمہیں بھلا کون میری طرح چاہ سکتا ہے.....'' اس کے دل میں ایک عجیب درد نے چٹکی بھری تھی.....اک تکلیف نے جیسے اسے کاٹا تھا۔

''تم نے غلط شخص کا انتخاب کیا.....'' اس کا افسوس تھا کہ جاتا ہی نہیں تھا۔

☆☆☆

سامنے اسٹیج پر وہ دونوں ساتھ ساتھ بیٹھے تھے، اس نے فوکل گلاسز اتار کر آنکھوں کو مسلا تھا۔ایک گہری سانس بھر کر اس نے زندگی کی اس تلخی کو بھی خود میں ضم کر دینا چاہا تھا مگر کم بخت.....وجود پر حاوی ہوتی چلی جاتی تھی۔دوسرے کسی آزار کی طرح ہینڈل ہوتی ہی نہ تھی۔

''کیا زندگی محض اس وجہ ویران لگنے لگی تھی کہ اس میں ادا عبدالمالک نہیں.....کیا محض اسی اک وجہ سے؟'' اس نے گردن اٹھا کر اپنے اردگرد پھیلے ماحول کو دیکھا۔لوگوں کا ہجوم، رنگ برنگے اڑتے آنچل، بچوں کے قہقہے.....اشتہا انگیز کھانوں کی خوشبو، روشنیوں سے نہایا ہوا لان.....خوش رنگ پھول، باتیں، رنگ، خوشبو، آہ.....یہ سب کس قدر بے معنی ہوا تھا.....اس کے دل کو کسی نے دو انگلیوں میں مسلا تھا۔ہونٹ بھینچ کر اس نے حلق سے نیچے کچھ اتارا، منہ سے اک گہری سانس خارج کر کے اس نے دونوں ہاتھوں سے بالوں کو جکڑا اور ایک ہلکا سا جھٹکا دے کر خود کو ریلیکس کرنا چاہا.....ہاتھ کی پشت سے گردن کو مسلا۔

جب مشک پوری ٹاپ سے نیچے نظر آتی دنیا کو دیکھا ہاں اس نے دیکھا.....جب فیری میڈوز کی تھکا دینے والی ہائیک کے بعد جس نظارے کو اس نے دیکھا تو تب اسے زندگی کس قدر خوب صورت، کس قدر حسین لگی تھی.....کیا اب بھی.....اب کبھی مشک پوری ٹاپ

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

سے زندگی ویسی ہی حسین نظر آئے گی.....؟ ہاں، وہ آئے گی.....آئے گی.....زندگی کی خوب صورتی محض اِک لڑکی کے نہ ہونے سے کھو کیسے سکتی ہے؟'' وہ ایک بار پھر denial فیز میں چلا گیا تھا۔ وہ اس کے علاوہ اور اب کر بھی کیا سکتا تھا۔

ہاں نہ ماننا ہی اس غم کا واحد حل تھا مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کام جلد اسے تھکا دینے والا تھا.....خود کو کمپوز کرتے ہوئے اس نے جیب سے ایک کیس نکالا.....کھول کر اِک نظر اسے دیکھا اور پھر سامنے اسٹیج کی طرف دیکھا۔

''کیا تم جان پاؤ گی کہ اس ایک بریسلیٹ کو خریدنے کے لیے میرے کتنے ماہ کی سیونگ لگی ہے؟ یہ ایک تولہ سونا خرید کر تمہیں دینے کے لیے میں نے کیسے، کیسے اخراجات کو کٹ لگایا.....اور سب سے بڑھ کر کس قدر چاہ سے.....کتنی محبت سے یہ خریدا گیا تھا.....'' وہ ہنس دیا.....زندگی کے اس مذاق پر اسے زوروں کی ہنسی آئی تھی۔

''کوئی نہیں ادا عبدالمالک.....'' وہ کرسی سے اٹھا۔

''میں سہہ لوں گا.....'' اس کے قدم اسٹیج کی طرف بڑھتے گئے۔

''میں زندگی کا یہ وار بھی سہہ لوں گا.....'' وہ اب اسٹیج پر ولید کے برابر آ کر بیٹھا۔

''گو کہ یہ وار مجھے تمہاری صورت میں بار، بار سہنا ہوگا.....مگر یہ کہ بخت عبدالرحمٰن اپنے کو سنبھال لے گا.....'' وہ اب ولید سے مسکرا کر مصافحہ آتے ہوئے اسے مبارک باد دے رہا تھا۔

''یہ میں نے تمہیں اس حوالے سے دینے کا نہیں سوچا تھا.....مگر یہ کہ یہ تمہارے لیے ہی تھا.....سو تمہیں ہی ملنا چاہیے.....''

اس نے بریسلیٹ ادا کی طرف بڑھایا۔ بخت اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ.....

''بھائی جان آپ ذرا اس کرسی پر آ کر بیٹھیں اور یہ گفٹ دوبارہ اپنی بھابی کو دیں.....'' فوٹو گرافر نے ایک دم مداخلت کی تھی۔

''یار ہو گیا ناں بس.....'' وہ ناک تک بیزار ہوا۔

''بخت.....'' عبدالرزاق نے اسے اشارے سے وہاں بیٹھنے کے لیے کہا تھا.....وہ وہاں بیٹھا.....منظر ریوائنڈ ہوا.....اس نے گفٹ دوبارہ پکڑا دیا.....ادا نے سر کے ہلکے سے اشارے سے شکریہ کہا۔ اور اب اسے وہاں سے اٹھ جانا تھا مگر.....وہ رک گیا.....ٹھہر گیا۔

''میری دلی دعا ہے کہ یہ رشتہ تمہارے لیے خیر کا باعث ہو مگر تم نے ایک غلط شخص کا انتخاب کیا.....'' ذرا سا اس کی طرف جھکتے ہوئے بظاہر مسکرا کر کہا گیا جملہ.....ادا نے اِک جھٹکے سے سر اٹھا کر شاکڈ نظروں سے اسے دیکھا۔ مگر وہ ادا کو نہیں دیکھ رہا تھا.....وہ گردن اٹھائے سامنے تکتا تھا۔ اِک دم کلک ہوا، فلیش پڑا اور یہ منظر ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔

ادا کے دل میں اس شخص کے لیے غصے کا اِک ابال اٹھ رہا تھا۔ اس کی ناپسندیدگی میں اور اضافہ ہوا۔ اس کا جی چاہا یوں بدمزہ کرنے پر ساتھ بیٹھے شخص کا سر توڑ دے.....اسے نفرت ہوئی اس شخص سے.....

''بخت عبدالرحمٰن، کیا تمہیں کسی نے نہیں بتایا کہ لڑکیاں اسٹریٹ فارورڈ مردوں کو زیادہ پسند نہیں کرتیں.....اوہو.....کوئی تو تمہیں سمجھاتا کہ لڑکیاں یوں غیر رومانوی طریقے سے ٹریٹ نہیں کی جاتیں.....تم نے ایک لڑکی کے خاص دن پر اس کا موڈ خراب کیا.....میاں اب یہ بات تمہیں ساری عمر بھگتنی ہے.....کہ یہ بات وہ بھولنے والی نہیں تھی۔''

☆☆☆

''اس گدھے کو باہر نہیں جانا چاہیے تھا.....'' وہ بے طرح جھنجلایا ہوا تھا۔

''اسے ایکٹرشپ ملا ہے بخت.....'' اور وہ جی بھر کر حیران ہوئے۔ یوں جیسے کہتے ہوں کیا اب بھی نہ جاتا.....

''اور آپ کا خیال کون رکھے گا.....؟'' لہجہ بے حد.....پچھتایا ہوا تھا۔

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

''تم ہو ناں..... میرا دوسرا بازو.....'' یہ تو موقع تھا اسے گھیرنے کا..... وہ بڑے دل سے مسکرائے۔

''اور کیا سارے فرض ولید کے ہیں؟''

''سارے حق بھی تو اسی کے ہیں.....'' وہ آج کل یوں ہی تلخ ہو جایا کرتا تھا..... اس کے منہ سے بلا ارادہ پھسلا تھا..... عبدالرزاق کے چہرے کا رنگ تیزی سے بدلا..... وہ یکلخت خاموش ہوئے۔

''آئی ایم سوری.....'' چند ثانیے بعد وہ پست آواز میں بولا۔

''کوئی بات نہیں.. ادا آجایا کرے گی..... شازیہ کے بعد بھی اس بچی نے بڑا خیال کیا..... اب بھی جیسے تیسے گزارہ ہو ہی جائے گا.....''

اس نے اِک گہری سانس بھر کر انہیں دیکھا۔ وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھ رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر اسے تکلیف ہوئی..... وہ ہونٹ بھینچے انہیں جاتا دیکھتا رہا۔ وہ ٹھیک کہتے تھے کہ سارے فرض ولید کے ہیں کیا؟ اسے فیصلہ کرنا تھا باپ یا اس کا خواب۔

☆☆☆

مائیگریشن کروانے میں کچھ وقت تو لگا تھا مگر ہو گئی تھی۔ اب فرق اس بات سے نہیں پڑتا تھا جو تعلیم پانچ چھ سالوں میں ختم ہونی تھی..... چلو اب ایک آدھ سال اور لگ جاتا۔ فرق اسے اپنی پارٹنرشپ متاثر ہونے سے پڑا تھا۔ کہاں وہ 50،50 پر چلی گئی تھی مگر اس کے یوں آنے کے فیصلے نے اسے متاثر کیا تھا وہ پھر سے 70-30 پر پہنچ گئی تھی۔ اتنے سالوں کی محنت سے بنائے گئے تعلقات، پی آر..... نام..... محنت..... سب جیسے ڈوبنے کو تھا۔ وہ اسلام آباد میں بیٹھ کر کیسے اس 30 فیصد کو بھی maintenر کھ سکتا تھا۔ اسے اب یہ سوچنا تھا، نئے سرے سے تعلقات بنانے تھے، نام بنانا تھا..... اور یہ سب آسان نہیں تھا..... اس میں وقت اور پیسہ لگنا تھا۔ سارا، سارا دن وہ فون پر بزی رہتا۔ وہاں سے جان چھوٹتی تو ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ اس کی کوشش تھی کہ اس 30 فیصد پارٹنرشپ کے ساتھ، ساتھ وہ اپنا بھی کوئی ٹور ارینج کر سکے۔ کسی بھی قسم کی سپورٹ کے بغیر۔ ابھی وہ کسی سے مل کر آرہا تھا..... بیٹھا بھی نہیں تھا کہ فون بجنے لگا۔ کال ریسیو کرتے ہوئے اس نے جوتے اتارے اور جب فون سن کر فارغ ہوا تو عبدالرزاق اس کی طرف متوجہ تھے۔

''تم نے جانا نہیں؟''

''کہاں؟'' وہ عجیب غائب دماغی کی کیفیت میں تھا۔

''لاہور واپس۔'' اور اس کی یادداشت جیسے واپس آئی تھی۔ اس نے آرام دہ انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔ اس تمام عرصے میں وہ ایک دفعہ لاہور جا کر پھر واپس آیا تھا۔ عبدالرزاق اس کی اتنی جلدی واپسی پر حیران تو ہوئے مگر یہ سوچ کر چپ رہے کہ شاید وہ ان کے خیال سے آیا ہے مگر اب تو ویک اینڈ گزرے بھی تین دن ہو چکے تھے۔

''بخت!''

''میری پارٹنرشپ پھر سے 30-70 پر آگئی ہے۔'' اس نے یوں اطلاع پہنچائی جیسے یہ سب سے اہم بات تھی اور انہوں نے یوں سنی جیسے یہ سب سے غیر اہم بات تھی۔

''تو.....؟''

''تو کیا؟'' وہ پھر سے غائب دماغی کی کیفیت کا شکار ہوا۔

''افوہ..... اب پڑھائی کا کیا؟'' وہ جھنجلائے۔

''مائیگریشن کروالی ہے۔'' اس نے یہ اطلاع یوں پہنچائی جیسے یہ سب سے غیر اہم بات تھی۔ انہوں نے یہ اطلاع یوں سنی جیسے یہی تو سب سے اہم بات تھی۔ اُف..... وہ باپ بیٹا۔

''کیوں؟'' وہ شدید حیران ہوئے۔

''سارے فرض ولید کے ہی ہیں کیا؟'' وہ ٹھٹکے اور پھر بڑے جوش سے اسے گلے لگایا تھا۔ اِک عمر کے بعد وہ گھر لوٹ کر آیا تھا۔ اس کے پیروں میں پڑا چکر جیسے ختم ہوا تھا۔ ان کا خوش ہونا بنتا تھا۔

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

"اتنے بڑے، بڑے فیصلے اکیلے ہی کر لیے..... بتایا بھی نہیں۔" وہ اس سے الگ ہوتے ہوئے بولے۔

"عادت ہے بابا!" وہ مسکرایا اور ان کا تمتماتا چہرہ دیکھا۔

"ہر فیصلہ اپنی قیمت رکھتا ہے اور وہ قیمت آپ کو ادا کرنی پڑتی ہے..... قطع نظر اس بات سے کہ فیصلہ چھوٹا ہے یا بڑا..... آپ کو قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ and I really paid baba۔" ایک گہری سانس بھر کر اس نے اپنے سگے باپ کو دیکھ کر سوچا تھا۔

☆☆☆

"ادا.....!" اور وہ اس طرز تخاطب پر بل کھا کر مڑی۔

"بھابی ہوتی ہوں آپ کی۔" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ اسے بخت کا یوں پکارنا معلوم نہیں کیوں بے حد برا لگا تھا اور بخت..... اس نے ایک لمحہ نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ادا بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملیں اور وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا..... ادا نے اسے اپنے ہونٹوں کو بھینچے ہوئے دیکھا۔ اس کے ابروؤں کے درمیان یک دم تیوریاں نمودار ہوئی تھیں۔ جیسے ادا کا اسے یوں ٹوکنا سخت ناگوار گزرا ہو۔ اور وہ اس کے پہلو سے ہو کر نکل گیا۔ اور پھر جیسے اس پر گھڑوں پانی پڑا تھا..... وہ نظریں..... یک دم اسے جھرجھری آگئی۔

"معلوم نہیں کیوں مجھے اس شخص سے اتنی چڑ ہے۔"

☆☆☆

"بابا!" وہ کتاب پڑھ رہے تھے اس کے یوں بلانے پر چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ ادا کو منع کر دیں یہاں روز، روز مت آیا کرے۔ دو ہی تو لوگ ہیں، ہر کام کے لیے ملازم موجود ہیں۔ خانساماں کا بھی انتظام ہو چکا ہے۔ میرا نہیں خیال اب اسے یوں تکلیف کرنے کی ضرورت ہے۔" وہ چپ چاپ اس کی تقریر سنتے رہے۔ ماتھے پر بل لیے وہ درشت لہجے میں بول رہا تھا۔ یہ اس کا انداز تو نہ تھا۔

"کیا ہوا ہے؟"

"ضروری ہے یہ بات میں کچھ ہونے پر ہی آپ سے کہوں؟" وہ اور بگڑا۔

"نہیں ضروری تو نہیں..... مگر تمہارا انداز بتلا رہا ہے کہ کچھ ہوا ہے۔"

"چلیں جو بھی ہوا ہے، اسے چھوڑیں۔ وہ اتنی اہم بات نہیں ہے۔ میں جو آپ سے کہہ رہا ہوں بہتر ہے یہ بات آپ خود اس سے کہہ دیں۔ میں نے کہا تو اسے برا لگے گا۔"

"وہ میرے خیال سے آتی ہے بخت!"

"آپ کے خیال کے لیے میں کم ہوں بابا؟" وہ لاجواب ہوئے اور اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گئے۔

کیا ہوا تھا جو وہ یوں برہم تھا۔

☆☆☆

"ادا!" وہ ان کی الماری سیٹ کر رہی تھی۔ ان کے بلانے پر ہاتھ روک کر پلٹی تھی۔

"بخت سے کوئی بات ہوئی ہے تمہاری؟"

"میری بات؟..... نہیں تو....." کہنے والے کو کب یاد رہتا ہے کہ اس کے لفظوں نے کیا کمال کیا ہے، سو وہ بھی بھولی بیٹھی تھی۔

"اچھا!" وہ ذرا حیران ہوئے۔

"کیوں..... آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" وہ ایک بار پھر سے اپنے کام میں مگن ہو کر بولی۔

"ایسے ہی..... بخت کا موڈ ٹھیک نہیں تھا کہہ رہا تھا کہ ادا کو کہیں روز، روز یوں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اور چھن سے وہ منظر اس کی آنکھوں کے سامنے آگرا۔ اس کے ہاتھ ساکت ہوئے تو دل ایک دم دھڑکا تھا۔

"ہیں! اس نے تایا ابو کو بتا دیا۔" وہ اپنی جگہ پر چور سی ہوئی۔ اس نے چاہا کہ وہ بتا دے کہ کیا ہوا تھا۔

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

مگر نہ جانے کیوں وہ خاموش ہوگئی تھی۔

"یہ بخت!" اس نے دانت پیسے تھے۔ اس کی ناپسندیدگی میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔

☆☆☆

زندگی چل رہی تھی۔ دوڑ رہی تھی۔ ولید کی کامیابیوں کا سلسلہ جاری تھا اور اِدھر بخت کی اسٹڈیز تھی کہ بات کئی سالوں پر جا رکتی تھی۔ لیکن..... اس نے اپنی ٹورازم کمپنی بنا لی تھی۔ چھوٹے اسکیل پر ہی سہی۔ وہ اس خوشی کو سیلیبریٹ کرنا چاہتا تھا اسی لیے عبدالرزاق نے پورے خاندان کو مدعو کیا تھا جس نے سنا حیران ہوا۔ خاندان والے جس بخت کو جانتے تھے وہ اس سے یہ امید نہیں رکھتے تھے کہ وہ یوں..... ایک دن اپنی کسی بھی کمپنی کا مالک ہوگا۔ جو بھی تھا بہرحال یہ ایک خوش آئند بات تھی جسے ٹھیک طور پر سیلیبریٹ کیا گیا تھا اور جب تصاویر ولید کے پاس پہنچیں تو.....

"ہاہا! یہ کیا کرتا پھر رہا ہے؟ اور سب سے افسوس کی بات یہ کہ آپ اس کی حماقتوں کو سیلیبریٹ کرتے پھر رہے ہیں؟"

"اپنا بزنس شروع کرنا تمہیں حماقت لگتا ہے ولید؟"

"یہ..... یہ بزنس ہے اس کا؟ نرا پیسے کا زیاں..... چار دن بھی نہیں چلا پائے گا۔ ایک BS تو چار سالوں میں مکمل ہوا نہیں اس سے..... وہ کرے گا بزنس..... ہونہہ....." وہ اس قدر تنفر سے بولا کہ عبدالرزاق شاکڈ رہ گئے۔ لیکن انہیں اس طرح شاکڈ ہونا نہیں چاہیے تھا۔ انہیں پتا ہونا چاہیے تھا کہ ولید کے اندر بخت کے لیے کس قدر زہر موجود ہے۔

"جو بھی کر رہا ہے ولید! اپنی زندگی کے ساتھ کر رہا ہے۔ تمہیں اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" وہ سرد لہجے میں بولے۔

"کیوں..... کیوں نہیں ہے ضرورت..... وہ میرے باپ کا پیسا اڑا رہا ہے اپنی حماقتوں کی نذر کر رہا ہے۔"

"اوہ..... تو اس قدر تلملانے کی وجہ یہ تھی۔" انہیں یہ سمجھنا چاہیے تھا۔

"اگر میں کہوں کہ اس نے مجھ سے ایک دھیلا بھی نہیں لیا تو؟"

"ہونہہ..... یہ کیسے ممکن ہے؟" کیا قارون اپنے خزانے کی کنجی اس کے نام کر کے مرا تھا؟"

"ولید! یہ سب کچھ جتنا تمہارا ہے اتنا اس کا بھی ہے۔ اس بارے میں تمہیں پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ آئندہ مجھ سے ایسی بات نہ کرنا۔" دوٹوک لہجے میں بات کہتے ہوئے انہوں نے فون بند کر دیا تھا۔

☆☆☆

"ٹرن..... ٹرن..... ٹرن....."

آواز تھی یا صور اسرافیل، سیدھی دل پر پڑتی تھی۔

"ٹرن..... ٹرن..... ٹرن....."

اتنے بڑے گھر کی خاموشی اس آواز سے ایک چھناکے سے ٹوٹتی تھی۔

"ہیلو!" اور ریسیور اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر خوف زدہ انداز میں ریسیور کو دیکھا کہ جہاں سے ابھی آواز کے نام پر اِک شور سنائی دیتا تھا۔

کہنے والے نے کیا اسے گمان و یقین کی دنیا سے پرے کسی کوہِ قاف کی کہانی سنائی تھی جو وہ یوں ہوش و حواس سے بیگانہ نظر آئی تھی؟ پھر ٹرانس کی سی کیفیت میں اس نے ایک تصویر نکالی..... وہ چہرہ..... وہ چند لمحے اس چہرے کو تکتی رہی اور پھر نفرت سے یک دم اس چہرے پر تھوک دیا۔ تصویر اس کے لرزتے ہاتھوں سے نیچے جا گری اور اب وہ ہذیانی انداز میں پیر کی جوتی سے اس چہرے کو کچل رہی تھی کہ یکلخت وہ ساکت ہوئی، اپنے ہی عمل پر حیران ہوئی اور پھر تیزی سے تصویر کو اٹھایا، پیار سے دوپٹے سے اس کا چہرہ صاف کیا۔ پھر اس تصویر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر سینے میں بھینچتے ہوئے اِک نام چیخ کی صورت اس کے لبوں سے آزاد ہوا تھا۔

"ولید.....!"

(باقی آئندہ)

☆☆☆

Scanned with CamScanner

digest novels lovvers group ❤️❤️

مکمل ناول

دوسرا حصہ

میرا بخت

سحر ساجد

کوئی وجہ ہوتی، کوئی جھگڑا ہوتا، کوئی تو سبب ہوتا...... اس حرکت کا جو ولید نے کی۔

اس نے ادا کو طلاق دے دی تھی۔

"کیوں؟" اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ فون پر طلاق دی اور بعد ازاں کاغذات بھیج دیے گئے۔

یہ اتنی غیر معمولی، ممکنات سے پرے بات تھی کہ ادا عبد المالک کے شعور کیا لاشعور کو بھی چھو کر نہ گزری تھی...... نہ گزر سکتی تھی۔ یہ کیا ہو گیا تھا...... کیا؟ یہ کیوں ہوا... آخر کیوں؟ سوالات تیز، نوکیلے دانت بنے اسے کھائے چلے جا رہے تھے اور تسلی کے نام پر دو حرف بھی کسی کے پاس نہیں تھے۔ ادا کے ساتھ جو ظلم ہوا سو ہوا...... قہر تو عبد الرزاق پر ٹوٹا تھا۔

"یہ کیا ہو گیا...... یہ کیا ہو گیا......" وہ دونوں زانوؤں پر ہاتھ مارتے جاتے اور روتے جاتے۔

Scanned with CamScanner

''خود کو سنبھالیں بابا....! پلیز خود کو سنبھالیں.....'' اس نے انہیں اٹھانا چاہا تو وہ بھربھری مٹی کے مانند لگے۔

''بابا، زمین سے تو اٹھیں یارا.....!''

''ارے میں کیا منہ دکھاؤں گا اپنے بھائی کو..... ادا کو..... ہائے ادا میری بچی..... میری معصوم بچی کی اجلی پیشانی داغ دار کردی ظالم نے.....'' وہ زمین پر ہاتھ مارتے جاتے اور روتے جاتے۔

بدقت وہ انہیں کھینچ کھانچ کر اندر لایا تھا..... زبردستی انہیں گرم دودھ پلایا۔ وہ دو گھونٹ سے زیادہ پی نہ سکے..... ایسے تو وہ شازیہ کے مرنے پر بھی نہ روئے، ہدیٰ کی میت پر بھی نہ روئے..... بخت کے دل کو جیسے کوئی خنجر کاٹتا تھا۔

''ولید..... یہ سب سے سخت وار تھا..... بہت سخت..... دعا کرو کہ تمہیں اس کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے۔'' اس کی رنگت دہک اٹھی۔ رگیں کھنچ گئیں مگر بابا کو بھی تو سنبھالنا تھا۔ کسی نہ کسی طرح انہیں نیند کی دوا کھلا دی تھی ورنہ جو حالت تھی اس میں ان کا بی پی شوٹ کر جاتا تھا۔ وہ سو گئے تو کتنی ہی دیر وہ اُن کے بوڑھے چہرے کو تکتا رہا۔

''تمہیں اپنے ہی باپ کے سینے میں خنجر اتارتے ہوئے کوئی خوف، کوئی شرم نہیں آئی ولید.....'' بخت کے ہونٹ ضبط سے بھنچ گئے۔

''اس بوڑھے شخص سے کس بات کا بدلہ لیا تم نے..... کس بات کا؟'' اس کی مٹھیاں سختی سے بند ہوئیں۔

''کیا قصور تھا ادا کا..... کیا؟'' اس کے چہرے کے عضلات تن سے گئے تھے۔

''تم نے اس کی آنکھوں کے خواب نوچ ڈالے.....'' تکلیف سے اس نے آنکھیں میچیں۔

''خدا تم جیسے گدھوں کے ہاتھ میں اتنے اختیار کیوں دے دیتا ہے، کیوں؟'' اس نے سر اپنے ہاتھوں پر گرایا تھا۔

☆☆☆

وہ حیران تھی..... اس کی کوئی نس نہیں پھٹی ..... دل بند نہیں ہوا، سانس رکی کیوں نہیں..... وہ زندہ کیسے رہ گئی..... کیسے؟ اسے بڑی حیرت تھی، وہ ماں کو روتے دیکھتی..... باپ کے کندھے جھکے تکتی پر پھر بھی اسے کچھ نہیں ہوتا تھا..... کچھ بھی نہیں..... تارا کی آنکھیں ہر وقت سوجی رہتیں..... پر اسے تو رونا بھی نہیں آتا تھا۔ رونے کے نام پر آنکھوں کے فرش تک گیلے نہ ہوتے تھے۔

کیوں؟ کیا وہ مر گئی ہے.....؟ یا پھر اس کا احساس مرا تھا..... ہاں..... اس دن اس کے احساس کا ہی تو جنازہ اٹھا تھا اور وہ بے حس ہوگئی..... چپ اسے کسی دیمک کی طرح آن چمٹی تھی اور لگتا تھا کہ اب اسے کھا کر ہی چھوڑے گی..... تایا بھی آئے تھے، ان کے ساتھ بخت بھی تھا..... تایا کے منہ سے بات نکلتی نہ تھی اور آنکھ کے آنسو تھمتے نہ تھے..... انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا..... ادا نے آرام سے ہٹا دیا۔ بخت نے ایک دم نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کا منہ یکلخت سرخ ہوا۔

تایا نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے اور وہ اپنے ناخنوں سے کھیلتی رہی..... بخت ایک دم اٹھ کر باہر چلا گیا اور عبدالمالک نے آگے بڑھ کر بھائی کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے سینے میں سمیٹ لیے..... اور وہ وہاں یوں موجود تھی جیسے اس کی جوتی کو بھی پروا نہیں.....

''جاری رکھیے اپنا ڈراما.....'' اس کے تاثرات کچھ اسی قسم کے تھے۔

عبدالمالک نے بے حد ناراض نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ یوں جیسے اس سے توقع تھی کہ وہ کوئی روایتی سے جملے کہتی مثلاً ''تایا' اس میں آپ کی کیا غلطی.....؟'' یا پھر یہ کہ ''تایا روئیں مت میرے دل کو ہاتھ پڑتا ہے بلا، بلا، بلا.....'' مگر وہ یہ سب کیوں کہے.....؟ آخر کیوں؟ ان کی غلطی تھی..... ان سب کی غلطی تھی..... ان سب نے مل کر اس کے لیے ایک غلط آدمی چنا تھا۔

ان کے سر پر الزام رکھتے ہوئے ادا عبدالمالک بھول گئی تھی کہ اس غلط کے انتخاب پر ''ہاں'' اس نے اپنی مرضی سے ہی کہی تھی پر اسے کسی نے بتایا بھی تو نہیں تھا کہ ولید ایک غلط انتخاب تھا..... اور اس کے ساتھ ہی

Scanned with CamScanner

وہ بے حد بری طرح چونکی تھی..... اس نے بے اختیار گردن موڑ کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔

''تم نے ایک غلط شخص کا انتخاب کیا ہے۔'' ایک جملہ بڑے زور سے اس کے کانوں میں گونجا تھا۔ تو کیا اسے کسی نے نہیں بتایا تھا؟ وہ بڑی چبھتی نظروں سے بخت کی پشت گھور رہی تھی۔

☆☆☆

''تم نے دیکھا اسے.....'' وہ کتنی تکلیف سے پوچھتے تھے۔

''اسے صرف تم ہی سنبھال سکتے ہو.....'' انہوں نے اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر صرف کہا نہیں بلکہ التجا کی تھی التجا.....

اور وہ اِک گہری سانس بھر کر رہ گیا..... یہ کیا ہو رہا تھا.....؟ کیا؟ اس نے سوچا تھا کہ اس کی ازدواجی زندگی بڑی آرام و سکون کی ہوگی۔ وہ اپنی بیوی کو چاہے گا اور بیوی اسے..... جیسا کہ ہوتا آیا ہے مگر نہیں..... زندگی نے ہمیشہ اسے ڈیڑھ کا پہاڑا پڑھایا تھا۔ زندگی ہو، دولت ہو یا رشتے..... وہ اتنے آرام سے بخت عبدالرحمٰن کو ملتے ہوتے تو وہ خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین آدمی سمجھ لیتا۔

ایسی ازدواجی زندگی کا کس نے سوچا تھا کہ جس میں ایک عورت کے دل کو پہلے اِک دوسرے مرد کی محبت سے خالی کرو اور پھر اپنے سارے رنگ اس میں سجا دو.....

''ہا..... بخت عبدالرحمٰن..... ہا..... تم نے اسے چاہنا چاہا تو اسے کسی اور کی چاہت بنا دیا اور اب جبکہ تم ایسی کسی چاہتے میں پڑنا نہیں چاہتے تو تم سے توقع ہے کہ پھر سے اسے چاہو؟ یار زندگی..... یہ کون سا والا پہاڑا ہے؟ بھلا کون سا؟''

☆☆☆

اس کی طلاق کو چھ ماہ ہو چکے تھے۔ تبھی عبدالرزاق نے بخت کا پروپوزل دیا تھا..... اسے حیرت سے زیادہ دکھ پہنچا تھا اور دکھ ایسا تھا کہ وہ چاہتی تھی دوسروں کو بھی وہ ہی تکلیف پہنچے جو اسے کاٹتی تھی اور جب وہ ایسا چاہتی تھی تو اس کی انگلیاں ایک نمبر ڈائل کرتی تھیں۔

''ٹرن، ٹرن، ٹرن.....'' تیسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا۔

''ہیلو.....''

''تایا ابو؟''

''ادا..... کیسی ہو میری بچی.....''

''آپ کا ایک بیٹا کافی نہیں تھا میری زندگی برباد کرنے کے لیے جو دوسرے کو بھی آپ میرے سر پر مسلط کرنا چاہتے ہیں؟'' اور انہیں تکلیف پہنچی اس سے بھی کہیں زیادہ جتنی ادا کو پہنچی تھی۔

''ادا وہ میرا ایک طرفہ فیصلہ تو نہ تھا بچے.....''

''آپ اسے جانتے تھے، آپ کا بیٹا ہے وہ.....''

''بخدا ادا..... بخدا اگر جانتا ہوتا تو اس کا انتخاب کبھی نہ کرتا اور تم دونوں کا رجحان دیکھ کر ہی فیصلہ ہوا تھا ناں۔''

''تایا ابو.....'' اور وہ ریسیور ماتھے سے لگا کر رو پڑی۔

''کیوں کیا اس نے..... کیوں؟ مجھے سمجھ ہی نہیں آتی کوئی وجہ؟ کوئی بات کوئی سبب.....؟ یوں ایسے کیسے؟''

''بس..... بس ادا..... بس اگر ہو سکے تو بخت کے بارے میں سوچنا..... اب کے میرا انتخاب غلط نہیں ہو سکتا..... یہ یقین رکھنا۔''

اور انہوں نے فون رکھ دیا تھا۔

''مر کر بھی نہ سوچوں.....'' تنفر سے کہتے ہوئے اس نے فون کریڈل پر پٹخا تھا۔

☆☆☆

بخت تو بخت وہ اب دنیا کے کسی بھی مرد کو اس اسٹیٹس میں اپنے ساتھ نہیں دیکھنا چاہتی تھی کہ جس status کی بنا پر لوگ اس مرد کو ادا عبدالمالک کا شوہر گردانتے۔ وہ خود انحصار ہونا چاہتی تھی۔ اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتی تھی، وہ اتنی مضبوط بننا چاہتی تھی کہ جہاں اسے کسی بھی مرد کے سہارے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ اسی لیے وہ اپنا بزنس کرنا چاہتی تھی سو اس نے بزنس کورس میں داخلہ لیا۔ اپنی تمام تر توانائیاں یکجا کرنے کے باوجود تمام تر طاقت لگا دینے کے باوجود وہ اس بات پر قادر نہ ہو سکی کہ اس دکھ کے مدار سے باہر

Scanned with CamScanner

نکل سکے..... زندگی جیسے اب اس کے لیے trampoline بن چکی تھی۔ اس کے قدم ٹک کر نہیں دے رہے تھے..... اس کا دل بہل نہیں پا رہا تھا۔ وہ خود کو مصروف رکھنے میں بے طرح سے ناکام ہوئی تھی۔ بڑی مشکل سے توجہ وہ لیکچر کی جانب کرتی اور لمحوں ہی بعد اسے خود بھی پتا نہیں چلتا اور وہ پھر سے اسی تکلیف، اسی غم میں ڈوب کر سب بھول جاتی۔ وہ کدھر ہے..... وہ کیا کرنے آئی ہے..... وہ کہاں بیٹھی ہے اور یہاں آنے کا اس کا مقصد کیا تھا..... سب، سب ایک دم کافور میں بدلتا اور اس کے نتھنے اپنی روح کی مردہ باس سونگھتے رہتے۔

''یا خدا.....!'' اس نے ایک دم کلاس چھوڑی اور سب کی نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ کلاس سے نکل گئی۔ اور پھر وہیں کاریڈور کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھاما تھا۔

''کیوں نہیں ہو پا رہا مجھ سے..... کیوں نہیں؟ اس شخص نے مجھے برباد نہیں کیا..... مجھے ادھیڑ کر رکھ دیا..... کدھر سے پکڑوں میں خود کو کدھر سے؟ اتنی کترنیں ہیں وجود کی کہ سمجھ ہی نہیں آتا کہ کہاں سے خود کو گانٹھنا شروع کروں..... کہاں سے.....؟ ولید عبدالرزاق..... چھوڑوں گی نہیں میں تمہیں..... وہاں گھاؤ لگاؤں گی کہ کتے کی طرح اپنا زخم چاٹتے رہو گے..... کتے کی طرح.....''

اور اس نے وہ بزنس کورس اچھی خاصی فیس بھرنے کے بعد چھوڑ دیا۔

☆☆☆

''یہ صبح ہی صبح کہاں چل دیں تم.....'' وہ اسے فائل سینے کے ساتھ لگائے، کمرے سے باہر نکلتا دیکھ کر بولیں۔

''CV دینے کے لیے جا رہی ہوں؟''

''کہاں.....؟''

''اِدھر پاس ہی اسکول میں.....'' کاؤچ پر بیٹھتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑا جوتا نیچے رکھا اور چپل اتار کر سینڈل پہنی تھی۔

''حلیہ دیکھا ہے اپنا.....؟ اس حلیے کے ساتھ کوئی تمہیں ماسی ضرور رکھے گا بچوں کی استاد نہیں.....''

رقیہ چند لمحے اسے دیکھتی رہیں۔

''اچھا..... اب حلیے دیکھ کر استاد بھرتی کیے جاتے ہیں..... ڈگری دیکھ کر نہیں کیا.....؟'' اسٹریپ بند کرتے ہوئے وہ طنز سے بولی تھی۔

''ڈگری کے ساتھ..... کوئی ڈھنگ کی شخصیت بھی تو ہو..... ایسے ہوتے ہیں استاد؟ جن کے اپنے کپڑے سلوٹ زدہ ہوں، چادر پر جا بجا شکنیں ہوں..... منہ لگتا ہے کہ آج ہی دھویا ہے، وہ بچوں کو بھلا کیا سکھائیں گے۔''

''دیکھ لیتے ہیں امی..... انہیں حلیہ چاہیے یا ڈگری.....'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''بال بنائے تھے؟'' ان کے یوں پوچھنے پر اس نے ایک ناراض نظر ان پر ڈالی تھی جیسے کہتی ہو کیا اتنا بھی نہیں جانتی۔

اور انہیں یہ کب شکایت تھی کہ وہ اتنا بھی نہیں جانتی..... وہ تو بڑی صاف ستھری، تمیز سے رہنے والی ایک گھریلو سی لڑکی تھی۔ جسے اپنی رنگت سے لے کر پیر کے ناخن تک کی فکر ہوتی تھی۔ جسے معلوم نہیں کتنے ہی کھانے بنانے آتے تھے اور اب..... اس نے تو جیسے خود کو چولھے میں ڈال دیا تھا..... خود کی پروا نہ گھر والوں کی۔

''کہاں کھو گئی وہ ادا..... کہاں؟'' اس کی ماں اسے یوں اس طرح جاتا دیکھ کر نم آنکھوں سے سوچتی تھی۔

☆☆☆

جاب مل گئی تھی اور اس نے کر بھی لی..... کچھ بہل بھی گئی۔ پھر وہ خبر ملی کہ جس نے پھر سے اس کے قدم اکھاڑ دیے۔ ولید نے کسی پاکستانی نژاد سے شادی کر لی تھی اور سب تلپٹ ہو گیا، راکھ ہو گیا..... یوں کہ پھونک مارو اور ہوا میں تحلیل ہو جائے..... اس کا دل برباد ہوا تھا اور وہ وہاں اپنی نئی زندگی کے جشن مناتا تھا..... اس کی زندگی پر سیاہی پھیر دی اور خود وہ روشنیوں کے دیس عازم سفر ہوا۔

''کیسے؟ کیسے؟'' وہ وہیں اسی لمحے، اسی مقام پر کھڑی تھی کہ جب اس نے کہا تھا۔ ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں.....'' اور وہ اتنا آگے نکل گیا۔

Scanned with CamScanner

''بھاڑ میں گیا اس کے مضبوط ہونے کا ارادہ..... چولہے میں پڑے اس کا خود انحصاری کا پروگرام.....کیا وہ ہمیشہ اسی غم کو سینے سے لگائے بیٹھی رہے گی؟ نہیں.....ولید عبد الرزاق .....نہیں..... دیکھو تو سہی تمہارے ساتھ میں ....کرتی کیا ہوں؟''

☆☆☆

''امی.....!ایک بات کہنا تھی.....''

''کہو.....''

''بخت کا پروپوزل اب بھی موجود ہے؟''

اور امی نے عجب طرح سے چونک کر اسے دیکھا.....مگر وہ ان کی نظروں کو نہیں تکتی تھی.....اس کا سارا دھیان اپنے پیروں پر تھا۔

''اگر بخت اب بھی راضی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں.....'' کہہ کر وہ رکی نہیں تھی..... وہ رک ہی نہیں سکتی تھی.....وہ ماں سے نظر کیسے ملاتی.....ملا ہی نہیں سکتی تھی۔ کیا وہ جان نہیں جائیں گی کہ اس اچانک ''فیصلے'' کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما تھے.....سو وہ نظر ملانا ہی نہیں چاہتی تھی..... کسی بحث، تفصیل یا وضاحت میں پڑنا ہی نہیں چاہتی تھی.....اسی لیے ایک دم وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

☆☆☆

''آج میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کے لیے قیمہ کریلے بنایا ہے۔'' خانساماں کھانے کی میز پر برتن لگا رہا تھا جبھی بخت کچن سے سالن کے ڈونگے سمیت برآمد ہوا۔

''کیوں بھئی، یہ مہربانی کیوں؟''

''آج میں نے آپ کا برسوں پرانا خواب جو پورا کیا ہے سو مٹھائی یا کیک دونوں آپ کے لیے مضرِ صحت ہیں اس لیے میں نے سوچا کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے آپ کو کچھ بنا کر کھلاؤں.....؟'' وہ حیران ہوئے اور حیرت سے اس کی شکل دیکھی۔

''میرا ایسا کون سا خواب ہے بخت کہ جس کو پورا کرنے کے لیے تم نے یہ تگ و دو کی.....'' انہوں نے بھگو کر ماری تھی.....پر وہ بھی بخت عبدالرحمٰن تھا.....سو ہنس دیا۔

''ڈگری مل گئی ہے آج مجھے.....میں نے بی بی اے کرلیا ہے بابا.....'' اس نے نہایت جذباتی انداز میں بتایا تھا اور جواباً وہ ایک نظر اسے دیکھ کر سالن کے ڈونگے کی طرف متوجہ ہوئے کہ فی الوقت وہ توجہ کا طالب زیادہ تھا۔

''بابا.....''

''سات سال کسی کند ذہن بچے کی طرح لگا کر تم نے یہ ڈگری حاصل کر ہی لی۔ بخت! اب بولو کیا فائدہ ہوا؟ کیا حاصل ہوا؟''

''آپ کو میری ٹریننگ ایجنسی نظر کیوں نہیں آتی بابا.....جس عمر میں بچے ڈگری ہاتھوں میں پکڑ کر نوکری کے لیے جوتیاں چٹخاتے ہیں، میرا اپنا بزنس ہے بھلے بہت اسٹیبلش نہیں مگر اسٹیبل ہو رہا ہے.....پچھلے دو سالوں سے میں آپ کے کاروبار کو بھی دیکھ رہا ہوں..... یہ کیا کم ہے بابا.....'' وہ سخت خفا نظر آیا..... عبدالرزاق نے ایک گہری سانس لی۔ یہیں پر آ کر تو وہ لاجواب ہوتے تھے۔

''تمہارا نیکسٹ ٹورکب جا رہا ہے؟''

''اسی ویک اینڈ پر.....''

''اور آج بھلا کون سا دن ہے۔''

''منگل.....''

''ہوں.....'' بخت چونک گیا.....وہ کیا حساب لگا رہے تھے۔

''خیریت ہے؟''

انہوں نے نظریں اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا.....چند لمحے وہ اسے دیکھتے رہے.....کیا وہ اس سے ایک اور قربانی مانگنے جا رہے تھے؟ ان کے دل کو کچھ ہوا۔

''بابا.....'' بخت نے نرمی سے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا..... یوں جیسے حوصلہ دیا کہ جو کہنا ہے کہہ دیں۔

''ادا مان گئی ہے۔''

اسے کرنٹ لگا نہ جھٹکا.....نہ ہی وہ کسی شاک کا شکار ہوا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس بھر کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ سے اٹھایا اور اپنی کھانے کی پلیٹ پر جھک گیا۔ عبدالرزاق تھوڑی دیر منتظر رہے..... کسی بھی ردِعمل کے.....اور پھر مایوس ہو کر وہ بھی کھانا کھانے لگے۔

Scanned with CamScanner

''کسی بھی فیصلے سے پہلے..... میں ادا سے ملنا چاہتا ہوں.....'' اور جب وہ کھانا کھا کر اٹھنے لگے تو انہوں نے بخت کو کہتے سنا..... نہ جانے کیوں مگر ایک دم وہ خوش ہو گئے تھے۔ آگے بڑھ کر انہوں نے اس کا سر چوما اور اس کی پشت کو تھپتھپا کر چلے گئے اور وہ..... بڑی ہی خاموشی سے ہاتھ میں پکڑا نوالہ اس نے واپس رکھ دیا۔

☆☆☆

''کیوں ملنا چاہتا ہے وہ مجھ سے.....؟ کوئی تسلی کرانی ہے یا یقین دہانی چاہیے.....'' تارا نے جب اسے پیغام دیا تو وہ اتنے طنز سے بولی کہ تارا اس کا منہ دیکھ کر رہ گئی۔

''بجو.....!'' وہ شاک سے بولی۔

''اچھا بن کر رشتہ ڈال لیا اب یہ رشتہ کیا گلے کی ہڈی بن رہا ہے؟ ایک مطلقہ عورت قبول نہیں کی جا رہی کیا؟''

''آپ بہت زیادہ منفی نہیں سوچ رہیں بجو...؟''

''ہونہہ..... زندگی نے کوئی مثبت سبق پڑھایا ہو تو معلوم ہو ناں کہ پازیٹو ہونا کیا ہوتا ہے..... جاؤ جا کر کہہ دو..... ادا کرے گی ملاقات وہ جب چاہے..... جہاں چاہے..... جیسے چاہے..... باقی کی زندگی بھی تو کٹھ پتلی بن کر ہی گزارنی ہے تو شروعات ابھی سے کیوں نہیں.....'' وہ زہر خند ہوئی۔

☆☆☆

تایا اور بخت آئے تھے باقاعدہ رشتہ لے کر..... ویسے تو ان کے خاندان میں یوں لڑکے کا ساتھ آنا معیوب سمجھا جاتا تھا مگر بخت کو ادا سے بات کرنی تھی اب اتنے دقیانوسی بھی نہ تھے کہ ان دونوں کو بات کرنے سے روکتے..... اب جو بات کرنی تھی وہ وہیں گھر پر ہی ہونی تھی۔ وہ کچن میں چائے بنا رہی تھی جب اسے تارا کے ذریعے پیغام ملا..... بخت لان میں تھا۔ یہ سب اگر نارمل حالات میں ہوتا تو شاید اسے بخت کا سامنا کرنے میں دقت پیش آتی..... مگر اب وہ جس فیز میں تھی..... اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا وہ بخت ہوتا یا کوئی بھی ایکس، وائے، زی۔

''چائے.....'' وہ جو فون پر کسی سے گفتگو میں محو تھا، اس کی آواز پر پلٹ کر اسے دیکھا۔ اور پھر چند رسمی کلمات کہہ کر فون بند کر دیا۔

''السلام علیکم.....'' اپنا کپ اٹھاتے ہوئے وہ بولا۔

''وعلیکم السلام.....'' ادا نے ٹرے لان میں رکھی میز پر رکھی اور پھر کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنا کپ اٹھا لیا۔

''چائے اچھی ہے.....'' بخت نے ایک سپ بھر کر کہا۔

''اس سب میں محض چائے ہی اچھی ہے.....'' اس جواب پر بخت نے رک کر اس کا چہرہ دیکھا..... نیم ملگجے اندھیرے میں..... وہ رخ موڑے کسی غیر مرئی نکتے کو بھی تکتی تھی..... بظاہر نارمل دکھتی تھی مگر ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ یوں جیسے کوئی بچہ اپنی من پسند شے نہ ملنے پر سخت روٹھا ہو..... ایک گہری سانس بھر کر اس نے کپ میز پر رکھا۔

''میں نے آپ کو بتایا تھا کہ آپ کا انتخاب غلط ہے.....''

اور وہ کرنٹ کھا کر مڑی..... بڑے ہی شاک سے سامنے بیٹھے شخص کا چہرہ دیکھا جو کہ نرم نظروں سے اسے ہی تکتا تھا۔

''آپ یہ جتانے آئے ہیں؟'' غم، غصہ اور بے یقینی، جب وہ بولتی تھی تو یہ تینوں جذبے اس کے لفظ عیاں کرتے تھے۔

''میری بات مکمل نہیں ہوئی ادا.....'' وہ ہی نرم سا انداز.....

''اچھا.....'' چبا کر کہتے ہوئے اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اور طنز سے بولی۔

''کیجیے مکمل بات.....'' بخت پر جیسے اس کے انداز نے کوئی فرق ہی نہیں ڈالا۔ اس نے سکون سے چائے کا کپ اٹھایا..... ایک سپ بھرا اور اسے دیکھا۔

''ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ آپ کا انتخاب غلط ہے..... اور اب اس غلطی کا بدلہ میں خود سے آپ کو لینے نہیں دوں گا.....''

اور ادا کا دماغ بھک سے اڑا..... سارے جذبات چنگیوں میں کافور ہوئے۔ وہ کہاں پہنچا تھا۔

Scanned with CamScanner

''میں آپ کو اپنی زندگی میں بڑے خلوص اور چاہت سے ویلکم کہوں گا اگر آپ میری..... بخت عبدالرحمٰن کی لائف پارٹنر بن کر آئیں تو..... لیکن اگر آپ مجھے ولید کا انتقام سمجھ کر میری زندگی میں داخل ہوئیں تو آئی ایم رئیلی ویری سوری..... میں پھر کہیں پر بھی آپ کی گنجائش نہیں نکال پاؤں گا..... دل میں، نہ زندگی میں.....'' اس کے ہاتھ ٹھنڈے پڑ رہے تھے..... اس کا حلق تھوک کو بھی نگلنے میں ناکام ہوا تھا۔

''بخت کو آپ کے انتخاب میں کوئی مسئلہ نہیں..... اسے کوئی مسئلہ کیسے ہوسکتا ہے.....'' اس بات پر وہ سر جھٹک کر ہلکا سا مسکرایا۔

''لیکن شرط یہ ہے ادا عبدالمالک! آپ بخت کو بخت کی انفرادی حیثیت سے دیکھیں..... اس سیڑھی کے طور پر نہیں جس پر چڑھ کر آپ ولید کا گریبان پکڑ سکیں، اسے زک پہنچا سکیں.....'' اور پھر ان دونوں کے درمیان خاموشی کا طویل وقفہ آیا۔ وہ اپنی چائے ختم کرتا رہا اور ادا کی چائے ٹھنڈی ہوتی رہی۔ بالکل اسی طرح..... کاٹو تو بدن میں لہو بھی نہیں نکلے..... اس کا تو یہ حال تھا۔ اس نے چائے ختم کی کپ میز پر رکھا اور ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا۔

''ادا.....'' اتنی چاشنی تھی اس کی پکار میں کہ ادا نے حیرت سے بے ساختہ سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''حوصلہ پڑے تو کبھی بخت کو ایک عام انسان سمجھنا تو سہی، اسے ولید اور تائی کی لگائی گئی عینک اتار کر دیکھنا تو سہی..... مجھے یقین ہے تم مجھے ایک برا شخص نہیں پاؤ گی..... کچھ وقت لینا چاہتی ہو، ضرور لو..... مجھ سے رابطے میں رہ کر پرکھنا چاہتی ہو، موسٹ ویلکم..... آزمانا چاہتی ہو..... تو جیسی چاہو آزمائش ڈال لو..... لیکن خدارا..... خدارا میرے ساتھ یہ کبھی مت کرنا کہ تم مجھے اپنے انتقام کا ذریعہ بناؤ۔ یقین مانو..... اگر یہ رشتہ قائم ہوگیا اور جس دن بھی مجھے معلوم ہوگیا کہ ادا عبدالمالک نے بخت عبدالرحمٰن کو بخت عبدالرحمٰن سمجھ کر نہیں اپنایا..... تو چاہے وہ ہمارے رشتے کا پہلا دن ہی کیوں نہ ہو..... مجھے توڑنے میں ذرا سی وقت کا سامنا بھی نہیں ہوگا۔ بس خود کو اور مجھے اس آزمائش میں مت ڈالنا..... باقی تم بخت کے لیے کیا ہو..... یہ ذرا اس کی زندگی میں آکر دیکھنا.....''

بخت تو کہہ کر چلا گیا اور وہ جیسے دھوپ میں رکھی برف کی ڈلی بن گئی۔ اس نے بخت کو کیا سمجھا تھا..... کیا چغد.....؟ اس کا دل دھک، دھک کر رہا تھا..... بخت کے جاتے ہی بے ساختہ اس نے دل پر ہاتھ رکھ کر اس کی پشت کو دیکھا۔

وہ ہمیشہ سے ہی سمجھ سے باہر رہا تھا۔

☆☆☆

''کیا بات ہوئی تمہاری ادا سے؟'' وہ گھر واپس جا رہے تھے۔ جبھی ڈرائیو کے دوران عبدالرزاق نے پوچھا تھا۔

''آپ کو کیوں بتاؤں..... it's personal'' بخت نے ان کی بے چینی سے حظ اٹھایا تھا۔

''ہونہہ..... it's personal ہمارے ہوں گے دو چار ڈائیلاگ..... کہ میں تو تمہیں ازل سے پسند کرتا تھا بس تم نے ہی کسی اور کو پسند کر لیا تو.....''

''ہا، ہا، ہا..... ویری چیپ.....'' مصنوعی طور پر ہنستے ہوئے اس نے ان کی بات طنزیہ انداز میں کاٹی تھی۔

''تو اور کون سی حکایتیں سنانے گئے تھے اسے؟''

''عورت کیا محض محبت کے نام پر ہی موم ہوتی ہے بابا..... ''I love you'' کہہ دینے سے ہر طرح کے حالات اپنے حق میں کر لیے جاتے ہیں کیا..... ہر مسئلے کا حل ''I love you'' نہیں ہوتا..... خاص طور پر اس عورت کے لیے جو پہلے سے ہی ان الفاظ کی ڈسی ہو..... وہ آپ کی ہر کہی گئی بکواس پر یقین کرے گی پر ان تین لفظوں پر نہیں..... اور ہائے داوے..... مرد، عورت کو محبت کے ہتھیار سے ہی کیوں جیتنا چاہتا ہے..... اس کی خود کی شخصیت میں اتنی عمدگی تو ہونی ہی چاہیے کہ کوئی بھی عورت بنا محبت کے بھی اس کے ساتھ کی خواہش کرے..... کیا نہیں بابا.....؟'' اور عبدالرزاق..... وہ خاموش ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔

''تم کیا ہو بخت عبدالرحمٰن.....'' اور پھر وہ

Scanned with CamScanner

دھیرے سے بولے۔

''اپنی ماں کا بیٹا بابا.....'' وہ اسی مسکراہٹ سے مسکرایا کہ جس سے اندھیروں کو بھی روشنی مل جائے۔

☆☆☆

وہ سوموار کا دن تھا..... بہار کا موسم..... کھلی، کھلی سی صبح تھی..... ایسی دھوپ پھیلی تھی جو کہ جسم کو بھاتی تھی۔ نکھرا ہوا سبزہ، کھلنے کو تیار کلیاں..... ان کلیوں پر منڈلاتی اِک آدھ تتلی..... پرندوں کی چہچہاہٹ.....

''واہ..... ایسا منظر بھی تو نعمت ہے.....'' انہوں نے تبریز (خانساماں) کو ناشتا اِدھر باغیچے میں ہی لانے کو کہا تھا..... ناشتا آنے تک وہ آج کا اخبار پڑھ رہے تھے۔ ایسے میں ایک دم بیرونی گھنٹی بجی تھی۔ وہ تبریز کا انتظار کرنے کے بجائے ایک دم خود اٹھے تھے۔ ابھی صبح چار بجے کے قریب وہ اپنے ٹور سے لوٹا تھا۔ یوں گھنٹیوں کی آواز پر بے آرام ہوگا..... اسی لیے وہ... خود اٹھ کر گیٹ تک گئے۔

''کون.....؟''

''تایا ابو.....'' اور وہ ایک دم ساکت ہوئے ایک سیکنڈ کے وقفے کے بعد انہوں نے گیٹ کھولا تھا۔

''السلام علیکم.....'' وہ تھوڑی کنفیوز تھی۔

''وعلیکم السلام..... میرا بچہ، میری ادا.....'' انہوں نے بے ساختہ اس کا ماتھا چوما..... اور وہ جیسے اندر تک شانت ہوگئی۔

''کیسا رشتہ تم نے مجھ سے چھیننا چاہا تھا ولید.....'' ان کے گلے لگتے ہوئے اس نے ولید کی ذات پر ایک اور فردِ جرم عائد کی۔

''ناشتا کرو گی.....؟'' خود سے الگ کرتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

''نہیں..... بناؤں گی آپ کے لیے.....''

''خانساماں ہے ناں اب.....''

''تو کیا ہوا؟ میں نہیں بنا سکتی کیا.....؟''

''بناؤ ضرور بناؤ..... تمہارے ہاتھ کے ذائقے کے لیے تو ترس گئے ہیں.....''

''آپ بیٹھیے، میں لے کر آتی ہوں.....'' اسکول سے واپسی پر اِک ملال کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کا دل ایک دم یہاں آنے کو مچلا تھا۔ وہ کون سا آج ... کل دماغ سے سوچتی تھی۔ دل کی مانتی تھی سو چلی آئی اور پھر نہ صرف ناشتا، دوپہر کا کھانا بھی خانساماں کے ساتھ مل کر اسی نے بنایا تھا۔

عبدالرزاق سے یوں پرانی حیثیت میں گھر میں چلتا پھرتا دیکھ کر، خود سے اسی انداز میں باتیں کرتا دیکھ کر کتنے خوش تھے، کتنے آسودہ تھے، یہ کوئی ان کے دل سے پوچھتا۔

''کون سی گیدڑ سنگھی سنگھائی ہے تم نے بخت عبدالرحمٰن، میری بچی لوٹ آئی۔ مان گئے تمہیں استاد.....''

☆☆☆

''یار تبریز.....'' کچن میں کام کرتے اس نے ایک دم بخت کی اونچی آواز سنی تھی..... لاؤنج میں صوفے پر ڈھیر ہوتے ہوئے اس نے پکارا تھا۔

''جی بخت بھائی.....''

''ایسی چائے پلا دو جو وہ ہی کام کرے جو بھنگ پینے کے بعد اچار کرتا ہے..... نیند ہے کہ ٹوٹ کر نہیں دے رہی۔''

یہ آواز سن کر ادا کے کام کرتے ہاتھ ایک دم رکے تھے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ایک ہلکی سی مسکان اس کے ہونٹوں پر آئی تھی اور شاید یہ اتنے عرصے بعد اس کے لبوں پر کھلنے والی پہلی مسکان تھی۔ اس نے ہلکے سے اشارے سے تبریز کو منع کیا اور اشارے سے ہی کہا میں بناتی ہوں چائے.....

اور جب تبریز چائے لے کر گیا تو..... اس نے ایک سپ بھرا..... چونک کر تبریز کو دیکھا۔

''اوئے..... یہ یکا یک تیرے ہاتھوں میں اتنا ذائقہ کیسے آ گیا..... یہ تو واقعی میں اچار کا کام کر رہی ہے.....'' اس نے دوسرا گھونٹ بھرا۔

''یہ چائے تم نے نہیں بنائی.....'' اور اندر کچن میں کام کرتی ادا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور گہری ہوئی، کتنا وثوق تھا ناں اس کے لہجے میں.....

''اور کون بنائے گا بخت بھائی.....؟'' تبریز نے

Scanned with CamScanner

دانت نکوسے۔

''نہ کا کے نہ......! یہ ذائقہ آپ جناب کے ہاتھ کا نہیں......'' وہ گھونٹ پر گھونٹ بھرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''سچ بتاؤ، کس نے بنائی ہے چائے......کیا بابا ہیں کچن میں......'' وہ ایک دم اٹھا۔ چائے کا آدھا کپ ہاتھ میں لیے جب وہ کچن کے دروازے پر پہنچا تو......

''السلام علیکم......'' وہ سلیب سے پشت ٹکائے کھڑی تھی اور چہرے پر کھلنے والی وہ مسکراہٹ......

بخت چونکا نہیں کرتا تھا، اسے واقعات حیران نہیں کیا کرتے تھے مگر ابھی جو منظر اس کی آنکھوں نے دیکھا تھا وہ جیسے اپنے قدموں پر جم کر رہ گیا۔ اس کا دل بے اختیار ہوا تھا...... چند ثانیے تک وہ رک کر اسے دیکھتا رہا...... تو کیا...... تو کیا...... اور وہ خوش فہم نہیں تھا اور اس وقت تو بالکل بھی نہیں ہونا چاہتا تھا۔

''وعلیکم السلام......'' پھر جیسے وہ ہوش میں آیا۔

''خوشی ہوئی آپ کو یہاں دیکھ کر......'' کچن کی چوکھٹ سے کندھا ٹکتے ہوئے اس نے ٹانگوں کا کراس بنا کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''آپ سے معذرت کرنے آئی تھی......''

شیلف کو ناخن سے کھرچتے ہوئے اسے جیسے کسی ملال نے گھیرا تھا۔

''کس شے کی معذرت......!'' چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے کہا۔ لہجہ بالکل ہموار تھا۔

''کبھی، کبھی بندہ چاہتا ہے کہ جو آگ اس کے اندر لگی ہے وہ ہر طرف پھیل جائے......سب کو لپیٹ میں لے سب ویسے ہی اس آگ میں جھلسیں جیسے کہ ہم جھلس رہے ہیں......'' وہ اسی طرح شیلف کے ماربل کو کھرچتے ہوئے بول رہی تھی۔ لہجے میں ملال تھا، شرمندگی تھی، رنج تھا، غصہ تھا۔

''میں کیوں اس آگ میں جلوں......؟ کیوں جبکہ میرا قصور بھی نہ ہو...... اور وہ......وہ زندگی کے گلزار کی ٹھنڈک اپنی آنکھوں میں بھرتا رہے......'' رنج سے اس کی مٹھیاں بھنچ گئی...... آنسو نہیں تھے آنکھوں میں......آگ تھی آگ...... جس کی تپش نے بخت کو کھڑے، کھڑے جھلسا دیا تھا۔

''کیا بنا رہی ہیں......؟'' وہ ایک دم یوں آگے آیا جیسے ادا نے کچھ کہا ہی نہیں...... وہ ایک دم چونکی تھی اور حیرت سے اس کی پشت کو دیکھا۔

''بریانی......واہ......زبردست...... کب تک تیار ہوگی؟'' بخت نے مڑ کر اس سے پوچھا اور ایسے کرتے ہوئے اس کی آنکھ کی حیرت کو یکسر نظر انداز کیا تھا۔

''جلدی سے کھانا لگا دیں......کل دوپہر کا کھانا کھایا ہوا ہے......'' وہ کپ شیلف پر رکھتا ہوا باہر نکل گیا۔

اور ادا نے بے یقینی سے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔

☆☆☆

کھانا بڑے اچھے ماحول میں کھایا گیا۔ وہ بابا کو اپنے ٹرپ کے بارے میں بتاتا رہا......وقتاً فوقتاً ادا کو بھی شامل کر لیتا اور ایسا کرتے ہوئے وہ اس کے دھیمے پڑنے والے مزاج کو اور آنکھوں کی حیرت کو جو کہ وہاں جم کر رہ گئی تھی۔ نظر انداز تو نہیں کر رہا تھا۔

''بخت کھانا کھانے کے بعد ادا کو چھوڑ آنا......گھر والے تو یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ اسکول گئی ہوئی ہے۔''

''نہیں، تارا کو میسج کر دیا تھا......'' وہ مدھم سے لہجے میں بولی۔

''پھر تو رات تک یہیں ہیں ناں آپ......'' وہ ایک دم یوں بولا کہ ادا نے ہونق ہو کر بابا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ مگر وہ بخت تھا...... مجال ہے جو ذرا سا بھی شرمندہ ہوا ہو۔

ادا نے تو فوراً برتن اکٹھا کرنے شروع کیے اور کچن میں رکھنے چلی گئی۔

بابا نے اسے گھورا......اور اس نے یوں کندھے اچکائے جیسے کہتا ہو، ہوا کیا ہے آخر......

''ابھی کے ابھی چھوڑ کر آؤ اسے......تمہاری نیت خراب ہو رہی ہے۔'' وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولے۔

''اسی لیے آپ اسے میرے ساتھ ہی بھیج رہے ہیں......'' اور ادا کو اس کا جوان قہقہہ سنائی دیا۔

''یہ شخص......'' اس نے دانت کچکچائے تھے۔

''کیوں آئی تھی میں اس سے معذرت کرنے۔'' اس کا

موذبری طرح آف ہوا تھا۔

☆☆☆

وہ اسے چھوڑنے جا رہا تھا اور گاڑی جیسے ہی گھر سے باہر نکلی۔

''کیسے آدمی ہو تم.....؟'' ادا کا پھاڑ کھانے والا انداز۔

''کیسا آدمی ہوں میں؟'' بڑے سکون سے گیئر بدلا تھا اس نے۔

''میں معذرت کرنے آئی تھی تم سے.....''

''تو کر تو دی .....نہیں کیا.....؟ ابھی رہتی ہے کیا.....؟'' وہ حیران ہوا اور وہ اور مشتعل ہوئی۔

''تم.....انتہائی بے حس شخص ہو.....''

''بے حس ہوتا ناں تو تمہارا وہ شرمندہ انداز، ندامت بھرا لہجہ بڑے ذوق و شوق سے سنتا رہتا اور سر دھنتا.....'' اور ادا نے ایک دم شاکڈ ہو کر اسے دیکھا۔

''جن کی ہمیں پروا ہوتی ہے ناں ادا عبدالمالک ان کے ساتھ یوں نہیں کیا جاتا.....'' (اس نے یہ کہا نہیں، بس سوچا تھا)

اور ادا ابھی تک اسے تکتی تھی۔

''تم کیا ہو بخت عبدالرحمن.....؟ تم اتنے گہرے ہو؟'' حیرت کا کوئی سمندر تھا کہ جس میں اس نے ابھی کے ابھی غوطہ کھایا تھا۔ اس کا تنفس جیسے متاثر ہوا تھا۔

''تم جس فیز سے گزری ہو.....گزر رہی ہو..... انتقام لینا یا ایسا سوچنا یا اس پر عمل کرنا کوئی ناممکنات میں سے نہیں.....انتقام لینا چاہتی ہو ضرور لو.....کس نے روکا ہے.....کس نے منع کیا ہے.....میں تو خود ایک حد تک معاف کرنے کا قائل ہوں.....اس سے زیادہ نہیں.....''

''تو پھر مجھے منع کیوں کیا تھا؟'' اسے جیسے ایک اور شاک لگا۔

اور بخت نے ایک دم اسے دیکھا۔

''اس سب میں مجھے تو سیڑھی مت بناؤ.....یہ کہاں کا انصاف ہے، ایک شخص سے انتقام لینے کے لیے دوسرے کی زندگی ہی اجاڑ دی جائے اور یہ کیسا انتقام ہے ادا کہ جس میں سب سے زیادہ نقصان تمہارا اپنا ہی بنتا ہے۔ تم پہلے ایک تکلیف سے گزری ہو اور اپنی آئندہ آنے والی ساری زندگی کو بھی تکلیف زدہ بنا دینا چاہتی ہو.....محض ایک انتقام کے نام پر.....'' وہ ایک لمحے کو رکا۔

''چلو فرض کرتے ہیں کہ ہماری شادی ہو گئی..... ولید جل کر سیاہ ہو گیا پھر.....؟ پھر اس کے بعد؟ دل سے قبول کر پاؤ گی مجھے۔ ایک نارمل زندگی گزار سکو گی میرے ساتھ؟ سب سے بڑھ کر محبت کر پاؤ گی.....''

اور ادا.....اتنی ساکت کہ یوں لگتا تھا ہاتھ لگاؤ گے تو ٹوٹ جائے گی.....وہ پلکیں جھپکے بنا اس کا چہرہ تکتی رہی اور وہ سامنے دیکھتے ہوئے ڈرائیو کر رہا تھا۔

''انتقام آخر لے کس سے رہی ہو ادا؟ ولید سے، مجھ سے یا اپنے آپ سے.....؟ پہلے جو زندگی کے ساتھ ہوا وہ کم ہے کیا؟ جو الجھنیں پیدا ہوئیں خاندان میں جو دلوں میں رنجشیں ہیں وہ تھوڑی ہیں کیا.....؟ کیوں زندگی کو اس نہج پر لے جانا چاہتی ہو کہ جہاں پر رشتے توڑنے کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ بچے.....''

''میں اسے برباد کرنا چاہتی ہوں.....'' ان ساکت آنکھوں کی پہلی جنبش.....وہ آنسو تھا، پھسل کر اس کے گال پر آن گرا تھا۔

''بہت آسان ہے.....خود کو آباد کر لو ادا.....''

''کیسے؟''

''آگے بڑھو، زندگی جیو.....''

''کس طرح؟''

''ایک کامیاب عورت کے طور پر.....''

''میں ناکام عورت ہوں.....''

''کس نے کہا؟''

''میں نے ان دونوں ہاتھوں سے خود ثابت کیا۔'' اس نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ آنسو اب اس کی ہتھیلیوں پر گرتے تھے۔

''مجھے ایک موقع دو.....''

''کس بات کا؟''

''ادا عبدالمالک کے ماتھے پر لکھے ''بخت'' کو ادا سے متعارف کروانے کا۔''

Scanned with CamScanner

''کیسے کر پاؤ گے؟''

''کوشش .....ادا.....کوشش.....کوشش بنی نوع انسان کا ہتھیار ہے۔''

''کی تھی؟''

''پھر.....؟''

''ناکام ہوگئی.....''

''کیسے؟''

''پڑھ نہیں پائی.....''

''کیا.....؟''

''بزنس.....!''

''تمہاری سمت غلط تھی۔''

''کیا کروں پھر.....؟''

''تم وہ کرو کہ جو تمہاری خوبی ہے، ہنر ہے۔''

''کیا.....؟''

''کھانا بنانا.....'' اور اس نے چونک کر، ذرا سا رخ موڑ کر اسے دیکھا۔ گاڑی اس کے گھر کے دروازے کے باہر کب کی رک چکی تھی۔

''you Tubers کا نام سنا ہے؟'' وہ اس سے پوچھ رہا تھا اور ادا منہ کھول کر اسے تکتی تھی۔

☆☆☆

اس نے سمجھا تھا کہ اس کی زندگی نے جو پلٹا کھانا تھا کھالیا.....اب اور کیا بدلے گی.....اور کیا ہوگا مگر.....اب یہ جو ہوا تھا پچھلے دو دنوں میں.....وہ کیا تھا؟ کیا اس کی زندگی ایک بار پھر سے پلٹا کھانے کو تھی؟ وہ اسے کیا سکھانے کو تھا؟ کیا سبق پڑھانے کو تھا؟ کیا؟ کیا وہ بھی ولید کی طرح تھا؟ کیا وہ بھی اسے دھوکا دے گا؟ مگر وہ کیوں ایسا کرے گا؟

''ولید کے ''ایسا'' کرنے کی تھی کوئی وجہ.....؟''

سوال کرنے والی بھی وہ ہی تھی اور ڈھونڈ کر دلائل دینے والے بھی وہ خود ہی۔

''کیا کرے گا وہ میرے ساتھ.....کیا؟ اسے کچھ برا کرنا ہوتا تو رشتہ جوڑنے میں یوں متردد تو نہ ہوتا.....''

آئینے کے سامنے بیٹھی، بالوں میں برش پھیرتے ہوئے اس کے ہاتھ، اسی سوال و جواب میں الجھ کر

تحفہ

فرم کے منیجر ریٹائر ہوئے تو ان کے ساتھیوں نے انہیں الوداعی پارٹی دی۔ کھانے کے بعد نئے منیجر نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

''آج ہم سے ایک ایسا شخص جدا ہو رہا ہے جو خوف اور بزدلی کے مفہوم سے نا آشنا ہے۔ جسے ظلم اور زیادتی کے معنی نہیں آتے۔ اور جو شکست کا مطلب نہیں سمجھتا۔''

''تحفے کے طور پر انہیں ڈکشنری دی جائے۔'' پیچھے سے آواز آئی۔

ففٹی ففٹی

ایک فرم کے مالک نے دوسری فرم کے مالک سے پوچھا۔

''بزنس کیسا جا رہا ہے؟''

دوسرے نے جواب دیا..... ''ففٹی، ففٹی۔''

پہلا بولا.....''کیا مطلب.....؟''

دوسرے نے جواب دیا۔ ''مطلب یہ کہ صبح ایک آرڈر ملتا ہے، شام کو ایک آرڈر کینسل ہو جاتا ہے۔''

از: پروین افضل شاہین، بہاول نگر

ست پڑے تھے۔

''میں اسے برباد کرنا چاہتی ہوں.....''

''بڑا آسان ہے.....خود کو آباد کر لو.....''

کسی کی آواز گونجی۔

''کیوں ادا عبد المالک کیا.....صحیح نہیں کہتا وہ.....؟'' اس نے برش رکھ کر غور سے خود کو دیکھا۔

''کیوں لیا تم نے اس کا جوگ؟'' اس نے رنجش سے اپنی آنکھوں کے حلقوں پر انگلی پھیری۔

''محبت تھی.....دل برباد ہوا تھا.....'' آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرا۔

''زیادتی کی اس نے تمہارے ساتھ.....ظلم کیا، تمہارے دل سے کھیلا، جذبوں کو تماشا بنایا.....اور تم نے اسی کے لیے اپنا وجود نرک میں لے جا پھینکا.....کیوں

ادا عبدالمالک کیوں؟ اتنی زیادتی خود کے ساتھ..... اتنا ناروا سلوک اپنے ساتھ ہی..... ولید کو برباد کرنے کے لیے بخت سے شادی پر تیار تھیں تم... تو خود کو آباد کرنے میں کیا قباحت ہے آخر کیا؟''

اس کے ذہن پر لگے حقیقت کے زنگ آلود تالوں میں سے ایک تالا بڑے ہی نامحسوس انداز میں توڑا گیا تھا اور اس کے ٹوٹتے ہی مثبت روشنی لکیر کے مانند اندر داخل ہوئی تھی اور ادا عبدالمالک نہیں جانتی تھی کہ اگر وہ اس طرح سے سوچنے کے قابل ہوئی تھی تو کیونکر ہوئی تھی یہ کس کا اعجاز تھا۔ یہ فیض کہاں سے ملا تھا۔ بخت پہلی ضرب لگانے میں کامیاب رہا تھا..... یہ ادا کے حرکت کرتے ہاتھ بتلاتے تھے کہ جو بخت کا نمبر ملاتے تھے۔

☆☆☆

''میری مدد کرو گے بخت؟'' اس کے نمبر سے موصول ہونے والی، زندگی کی پہلی کال میں جو اس نے کہا تھا وہ بخت عبدالرحمٰن کو اتنا شانت کر گیا تھا کہ یہ شانتی عمر بھر کے لیے کافی تھی۔ وہ پہلے کب ملی تھی جو وہ اس کے ہونے کی تمنا کرتا..... وہ خوش رہتی، آباد رہتی، ایک کامیاب زندگی گزارتی یہ بہت تھا ناں.....

''مدد نہ کرنے کی کوئی وجہ ادا.....؟'' اور وہ پوچھ رہا تھا۔

''ملنا چاہتی ہوں تم سے.....''

''گھر آجاؤ.....''

''ٹھیک ہے.....'' اور فون بند کر کے ادا نے آنکھیں زور سے میچ کر ایک گہری سانس لی تھی اور یقین کریں بالکل یہ ہی بخت نے بھی کیا۔

☆☆☆

''دیکھو..... میں نہیں جانتا کہ جو کام میں تمہیں بتانے جارہا ہوں تم اس کو کر پاؤ گی یا نہیں..... لے کر چل پاؤ گی یا نہیں..... ہم دونوں کوشش کر سکتے ہیں..... اور وہ ہم آخری دم تک کریں گے رائٹ.....؟ کرو گی ناں.....؟''

''کیوں نہیں کروں گی بخت عبدالرحمٰن..... مجھے کسی کو اتنا ہی بے سکون دیکھنا ہے جتنی کہ میں خود ہوں.....'' اس نے رک کر ایک لمحے کو ادا کا چہرہ دیکھا اور پھر سر جھٹک دیا۔

''اگر سادہ الفاظ میں کہوں تو تم کھانا پکانا سکھاؤ گی۔''

''کس کو.....؟'' اس کی حیرت بجا تھی۔

''اس ملک کی عوام کو اور کس کو.....؟''

''بخت کیا کہہ رہے ہو.....!'' وہ بور ہوئی۔

''تم اچھا کھانا پکاتی ہو ادا..... بہترین..... تمہارے کھانوں کا ذائقہ لاجواب ہے..... ہم تمہاری اسی مہارت کو استعمال کریں گے، تم اپنا یوٹیوب چینل بنا ؤ گی.....''

''یہ کون سا ایسا بڑا کام ہے..... ہر دوسرے بندے نے بنایا ہوا ہے.....'' وہ اب بیزار ہونے لگی تھی۔

''ہاں، ہر دوسرے بندے نے بنایا ہوا ہے..... مگر ہر دوسرے بندے کا چینل کامیاب نہیں ہے.....''

''تو پھر میرا کیسے ہوگا؟''

''ایسے ہوگا کہ تم نے دیکھا ہوگا کہ عموماً کھانا بنانے کی ترکیب میں ایسی بہت سی تفصیلات کو skip کر دیا جاتا ہے جو کہ ایک بہترین کھانا بنانے کے لیے ضروری ہوتی ہیں..... مثلاً گوشت گلانے کے لیے پانچ کپ پانی ڈال کر آدھے گھنٹے کے لیے پکائیں..... incase کوئی تازہ گوشت لایا ہے تو پھر تو آدھے گھنٹے میں اس گوشت کا قیمہ ہو جائے..... ایسی تفصیلات اسکپ نہیں کریں گے، تم وہ چیز بھی بتاؤ گی جو کہ نہیں بتائی جاتی اور تم کوئی چائنیز، اٹالین کھانے والے نہیں بناؤ گی۔ تم دیسی کھانا بنانا سکھاؤ گی چاہے وہ آلو، بنڈے، بھنڈی ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ، ساتھ تمہیں سبزیوں کے بارے میں گوشت کے بارے میں معلومات بھی جمع کرنی ہوں گی کتابیں پڑھنی پڑیں گی تم پڑھو گی..... گوگل کرنا پڑے گا تم لوگوں کو یہ بتاؤ گی کہ دیسی اور فارمی دال کا فرق کیا ہے۔ پکانے میں بھی اور ذائقے میں بھی..... تمہیں سبزی منڈی میں جا کر تلاش کرنا پڑے تم اچھا پھیکا آلو تلاش کرو گی جو ذائقے میں باکمال بنتا ہو اور یہ سب ہم لوگوں کو دکھائیں گے.....''

''مگر بخت مجھے تو وہ ویڈیو وغیرہ کا کچھ نہیں معلوم۔''

''وہ کوئی اتنا بڑا کام نہیں..... تم سیکھ جاؤ گی.....

Scanned with CamScanner

چند دن لگیں گے مگر ہو جائے گا...... اس کو چھوڑو اور اگلی بات سنو......"

"کہو......"

"یوٹیوب چینل کے ساتھ، ساتھ ہم F.B پیج بھی بنائیں گے اور اگر تمہارے فالوورز بڑھ گئے تو ہم "Live kitchen" کی اصطلاح متعارف کروائیں گے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ ہمیں ہوم میڈ کھانا سیل کرنا ہوگا...... یوٹیوب چینل اسی سلسلے کی پہلی کڑی ہوگا۔ جو لوگ آرڈر کریں گے...... وہ تم "live" بناؤ گی...... اور شروع، شروع میں آرڈرز زیادہ نہیں ہوں گے اس لیے پہلے ایک گھنٹے میں تم آرڈر بک کروگی اور پھر انہیں live بناؤ گی۔ اس سب میں یہ یاد رہے کہ یہ بہت صبر آزما کام ہے۔ کیا خیال ہے؟"

"خیال تو اچھا ہے مگر کیا میں یہ سب کرلوں گی؟" وہ اب پریشان نظر آئی تھی۔

"ارے! تم تو سن کر ہی پریشان ہوگئیں...... یہ بتانے میں جتنا آسان لگ رہا کرنے میں یقیناً مشکل ہے مگر اسٹارٹ تو لو...... میں ہوں ناں تمہارے ساتھ......"

"مجھے سوچنے تو دو......"

"لو تم تو سوچ بچار میں پڑ گئیں...... اور میں تمہارے لیے پورا پلان کیے بیٹھا ہوں کہ اس کے بعد تیسرے مرحلے میں تم اپنا ریسٹورنٹ بناؤ گی جہاں سب کچھ ہوم میڈ ملتا ہو......"

وہ دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھ کر، صوفے پر نیم دراز ہوا اور پھر گڑبڑا کر اٹھ بیٹھا...... ابھی اتنی بے تکلفی کہاں...... ادا کو ہنسی آئی مگر وہ ضبط کرگئی۔

"اور اس سب کے لیے پیسہ کہاں سے آئے گا؟"

"ہم زیرو بجٹ سے شروعات کریں گے گھر میں جو کھانا بنے گا اسی کی ویڈیو بناؤ گی تم۔ مگر ایک بات یاد رکھنا یہ ویڈیو عام یوٹیوب چینلز پر ملنے والی ویڈیو سے قطعاً مختلف ہونی چاہیے اور یہ کیسے ہوگی یہاں تم اپنی عقل استعمال کروگی، آئیڈیا میں نے تمہیں دے دیا جیسے کہ میں نے بتایا کہ گوشت اگر تازہ......"

اور اب کے وہ زور سے ہنسی...... اور بخت کے

ہر عضو کی حرکت تین سیکنڈ کے لیے معطل ہوئی۔

"تمہیں کیسے معلوم ہے کہ تازہ گوشت جلدی گل جاتا ہے......؟" متبسم چہرہ لیے اس نے سوال کیا...... اس سوال پر ایک لمحے کے لیے وہ خاموش ہوا۔

"میں نے اک لمبا عرصہ گھر سے باہر گزارہ ہے ادا...... کھانا بناتے ہوئے کبھی ہاتھ جلا تو کبھی کھانا......" اس کا لہجہ مدھم ہوا، ادا خاموش ہوگئی۔

"تم چاہتے تو سب کے ساتھ رہ سکتے تھے بخت......" اس جملے نے جیسے دل پر لگے زخم کا کھرنڈ نوچا تھا۔ چند لمحے کے لیے وہ جوتے کی نوک سے فرش کھرچتا رہا۔

"اس بات کو موضوع پھر کبھی بنائیں گے۔ آج کیا بنا رہی ہو......؟ آج تم ٹرائل ویڈیو بناؤ گی......" اور پھر جب وہ بولا تو لہجے میں کسی بھی درد کا شائبہ تک نہیں تھا۔

☆☆☆

اسے بخت نے سکھائی بھی تھی مگر اب ویڈیو تھی کہ ایڈٹ ہو کر نہیں دے رہی تھی۔ چند لمحے تو اس نے دماغ کھپایا مگر پھر زچ ہو کر بخت کو کال ملا دی۔

"بولو ادا......" اس کا مصروف سا لہجہ سنائی دیا۔

"ویڈیو ایڈٹ نہیں ہو رہی۔"

"تو یوٹیوب پر ہزاروں ویڈیوز موجود ہیں، کیسے ایک ویڈیو کو ایڈٹ کیا جاتا ہے...... کھولو اور دیکھ لو......" اس کا لہجہ بے لچک تھا...... ادا نے اچنبھے سے فون کان سے ہٹا کر دیکھا۔

"اب وہاں بھی دماغ کھپاؤں؟ تم......"

"دماغ کھپانے کے لیے ہی ہوتا ہے سو ذرا اسے ہلاؤ جلاؤ...... تمہیں سمجھ آجائے گا، بزی ہوں...... اللہ حافظ......" اس کی بات کاٹ کر وہ یوں بولا جیسے کہ وہ بخت نہیں تھا، کوئی اور تھا...... وہ شاکڈ ہوئی۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو......" تپ کر اس نے فون میز پر پٹخا۔

"اگر تم بخت عبدالرحمٰن ہو تو یاد رکھنا میں بھی ادا عبدالمالک ہوں اب کے یہ میں تمہیں کر دکھاؤں گی...... مغرور

آدی.....!" غصے سے بے حال ہوتے ہوئے اس نے فون اٹھایا اور اب اس کی انگلیاں یوٹیوب پر how to edit a video ٹائپ کرتی تھی اور دوسری طرف.....

"ادا عبدالمالک اب مجھے تمہیں خود مختار بنانا ہے' پیرا سائٹ نہیں..... میں تمہیں ذرا سی جگہ بھی نہیں دے سکتا کہ جہاں سے نمو پا کر تم میرے وجود کے ساتھ کسی آکاس بیل کے مانند لپٹ جاؤ تم خود اپنے پیروں پر کھڑی ہوگی یہ بخت عبدالرحمٰن کا خود سے کیا گیا ایک عہد ہے۔"

اور رات دو بجے جب وہ سونے کے لیے لیٹنے لگا تو اس کے فون پر میسج کی رنگ ٹون بجی..... دیکھے بنا وہ جانتا تھا کہ اس رنگ ٹون والا پیغام کہاں سے آیا تھا..... ادا نے ایک ویڈیو بھیجی تھی..... اور وہ ہنس دیا..... جواب میں اس نے thumb's up کا سائن بھیجا۔

"ابھی اپ لوڈ نہ کرنا' مجھے دیکھ لینے دو..... کہ تمہاری ایڈیٹنگ کیسی ہے....." اور پھر یہ پیغام.....

اور حسبِ عادت وہ تپ گئی تھی۔

"تم سے تو ضرور اچھی ہے....." جوابی حملہ ہوا۔

اس نے کچھ جواب نہ دیا تھا بس اپنی ٹریولنگ ایجنسی کے پیج سے ایک ویڈیو اٹھا کر اسے بھیج دی اور پھر ہنس دیا۔

اس نے ادا کو تپانے کا کتنا انتظام کیا تھا' یہ وہ اچھی طرح جانتا تھا۔

☆☆☆

"یہ تمہارا تایا کے گھر آنا جانا کچھ زیادہ ہی نہیں بڑھ گیا ادا؟" اس نے ماں کے سخت لہجے پر حیران ہو کر انہیں دیکھا۔

"تو؟"

"تو..... !" ان کا "تو" شاک لیے ہوئے تھا۔

"جیسے تمہیں تو معلوم ہی نہیں ناں کہ کیا ہو چکا ہے؟" ان کی آواز تیز ہوئی۔

"تو اس سب میں میرے وہاں جانے سے کیا فرق پڑتا ہے؟" اسے جیسے ابھی تک سمجھ نہیں آیا تھا۔

"فرق پڑتا ہے اور بخت کے پروپوزل کے بعد تو اور پڑتا ہے..... یوں آزادانہ میل ملاپ کو خاندان والے کس نظر سے دیکھیں گے سوچا ہے کبھی.....؟" ان کا انداز سمجھانے والا ہو گیا تھا۔

"میں کوئی اس سے ملاقات کرنے تھوڑی جاتی ہوں..... کچھ سیکھ رہی ہوں....." اس کا انداز خفگی لیے ہوئے تھا۔

"تو سیکھنے کے لیے منع کون کر رہا ہے..... سیکھو، شادی کرواس سے اور پھر جو چاہے سیکھو..... پر تم دونوں بچوں نے تو ہمیں سولی پر لٹکایا ہوا ہے، یہ اچھی رہی..... ہاں نہ، نہ..... اور دوستانہ تو یوں گانٹھ لیا ہے کہ جیسے دوپٹا بدل سہیلیاں ہو....." ان کا غصہ عود کر آیا۔

"سہیلیاں....." اور وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر قل، قل کر کے ہنسی..... رقیہ نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ ایسی ہنسی آخری مرتبہ وہ کب ہنسی تھی۔ انہیں سوچنے پر بھی یاد نہ آیا..... تو کیا اس کا خول چٹخ رہا تھا۔ تو کیا بخت اس کے لیے واقعی ہی میں بخت آور تھا۔

"بلواتی ہوں تمہارے تایا کو..... مذاق ہے بھلا کوئی؟ معاشرے میں رہنے کے کچھ اصول..... کچھ ضوابط ہوتے ہیں۔ یوں شتر بے مہار ہم تو نہ چھوڑنے کو....." وہ برہم انداز میں دیکھتی اٹھ گئیں۔

اور ادا کو ایک دم نئی فکر نے گھیر لیا۔

"اگر ابو نے بلا کر پوچھ لیا تو؟"

☆☆☆

"بات کرنی ہے....." بخت کی موبائل اسکرین بلنک ہوئی۔

"کہو....." ادا کی فون اسکرین پر بھی روشنی چمکی۔

"کب تک گھر آؤ گے.....؟"

"آج تو دیر سے آؤں گا....."

"پھر.....؟" اور بخت نے تو جواب نہ دیا اس کی کال آنے لگی۔

"کیا ہوا ہے؟ اب کہاں پھنس گئی ہو.....؟" وہ کہہ رہا تھا۔

ادا ایک ثانیے کو چپ ہو گئی۔

"ادا.....؟" اتنا نرم انداز اس کے اندر تک جیسے پھوار پڑی تھی۔

Scanned with CamScanner

''وہ بخت......امی......امی آج......ڈانٹ رہی تھیں کہ تم دونوں نے......مطلب میں نے اور تم نے......مذاق بنا ہوا ہے......'' وہ بخت تذبذب میں تھی۔

''ہیں......؟ کیا مذاق بنایا ہوا ہے؟'' وہ جی بھر کر حیران ہوا......اس نے سخت بے بسی سے فون کو دیکھا۔

''ادا......یہ بار، بار تمہارا سوفٹ ویئر اڑ کیوں جاتا ہے......کیا بات ہے......؟'' وہ شاید سخت مصروف تھا۔

''وہ اماں ناں......تایا کو فون کرنے والی ہیں......'' اس سے کہا ہی نہیں جا رہا تھا۔ پہلے کی بات اور تھی پر جب سے اس سے بے تکلفی ہوئی تھی، وہ بھول گئی تھی کہ گھر والے کیا ارادہ کیے بیٹھے ہیں اور بخت کو اس نظر سے دیکھنا، یوں بات کرنا......اس نے حلق سے تھوک نیچے اتارا تھا۔

''تو اس میں نئی بات کیا ہے ادا......چاچی تو فون......'' اور وہ جیسے رک گیا......اک دم کچھ کلک ہوا۔

''پرپوزل کی بات کریں گی؟''

''جی......'' ہائے اس کے تو فون پر پسینے چھوٹ گئے تھے اور اگر وہ سامنے ہوتا تو......اور اس کے ساتھ ہی ادا کے گال تپ گئے۔

''اچھا بے فکر ہو جاؤ......کچھ نہیں ہوتا......ابھی ذرا بزی ہوں......ملتے ہیں تو کرتے ہیں بات اس بارے میں بھی...... اوکے......''

''اوکے......'' اس کے ساتھ ہی فون بند ہوا تھا۔ ''مجھ سے فون کے ذریعے اپنے اور اس کے رشتے کی بات کرتی مشکل ہو رہی ہے اور وہ سامنے ہوتا تو......؟'' اور اس نے فوراً اپنے ہاتھ اپنے گالوں پر رکھے ''اور تم ادا عبدالمالک چلی تھیں اس سے شادی کرنے......شرم تو نہیں آئی تمہیں......'' وہ خود پر خود ہی برس رہی تھی......اور ادا عبدالمالک کو کیا معلوم تھا کہ تب واقعی ہی اسے شرم نہ آتی......اس کا ہر، ہر فعل محض ایک نفرت کی بنا پر تھا......اس کا م ہر، ہر قدم ولید سے انتقام کے لیے تھا اور نفرت اور انتقام میں قتل تک ہو جاتے ہیں......شادی کرنا کون سا بڑا معرکہ تھا۔

☆☆☆

اور وہ جو اس نے کہا تھا ناں کہ'' ملتے ہیں تو ہوتی ہے بات......'' وہ بات پھر ہو نہ سکی......اسے اپنے نور کے ساتھ جانا پڑ گیا اور ادا کی ویڈیو کے دس لائکس پورے ہو گئے تھے۔ وہ بھی دو ہفتوں بعد......سو وہ عجیب سی دل شکستگی کا شکار تھی۔ رقیہ کو بھی عبدالرزاق سے بات کرنے میں وقت لگ گیا اور ادا نے سمجھا کہ بلا ٹلی......لیکن وہ ٹلی نہ تھی......ان کے سروں پر آن دھمکی تھی۔ ہوا یوں کہ رقیہ نے ادا سے کہا کہ ویک اینڈ پر تایا کو ڈنر پر انوائٹ کر لو......وہ خوش ہو گئی کہ چلو ویڈیوز بنائے گی دو، تین طرح کے کھانوں کی اور اس خوشی میں اس سے یہ پوچھنا مس ہو گیا کہ یہ ڈنر کیوں؟ اور جب اتوار کی دوپہر کال آئی کہ رات کا کھانا چچا کے گھر ہے تو بخت کے ذہن میں گھنٹی بجی تھی کہ یہ ڈنر بے مقصد نہیں......اس نے بہتیرا ٹرائی کیا مگر ادا تو مصروف تھی کھانا بنانے اور اس کی ویڈیو بنانے میں فون اس نے سیٹ کر رکھا تھا۔ سائیلنٹ پر لگا رکھا تھا کہ کوئی ڈسٹرب نہ کرے......نوٹیفیکیشنز کی بھرمار تھی......مگر فرصت کسے تھی......بخت نے کال کی......اس نے کاٹ دی......بخت نے پیغام چھوڑا......ادا نے دیکھا ہی نہیں......سو کچھ اس طرح سے وہ بلا ان کے سروں پر آن دھمکی تھی......کھانے کے بعد سب اٹھ کر لاؤنج میں چلے گئے اور چائے سرو کرنے کے بعد جیسے ہی وہ وہاں سے جانے لگی۔

''ادا بیٹھو ذرا بات کرنی ہے......'' اور اس نے ایک دم سانس روک کر بخت کو دیکھا......مگر وہ تو اب فون پر مصروف تھا۔ اس کی طرف دیکھا تک نہیں......

''آپی......''

''ہوں......''

''یہ کال آئے جا رہی ہے......آئے جا رہی ہے......یہ کون ہے؟''

تارا پیچھے سے پوچھتی تھی اور ادا نے جھپٹ کر اس سے فون چھینا اور بولی۔

''وہ f.b کی دوست ہے......اس سے ویڈیو وغیرہ کا پوچھتی ہوں......'' اور بخت بے اختیار

کھانسا..... کیونکہ کال وہی کر رہا تھا۔ ادا نے کال کاٹی اور پھر بے جان ہوتے جسم کے ساتھ صوفے پر چپکی ہو کر بیٹھی رہی۔

''تم دونوں بچوں کا کیا ارادہ ہے اب؟ میرا خیال ہے کہ کافی وقت لے لیا تم دونوں نے.....'' یہ تایا کب سے اتنے لبرل ہو گئے..... وہ تلملائی..... سب اس کا منہ دیکھ رہے تھے اور وہ دونوں ہاتھوں میں فون پکڑ کر اسے گھور رہی تھی جیسے اس کے بجائے فون نے جواب دینا تھا کہ اچانک فون واقعی میں ہی بول پڑا۔

''بولو..... بخت کو اعتراض تھا.....'' اوپر نوٹیفکیشن بار میں ایک پیغام شو ہوا تھا۔

''وہ تایا ابو..... وہ.....'' اس کے حلق میں سے گلٹی ڈوب کر ابھری۔

''کہو بچے.....! اب مکمل کر کہو.....'' تایا نے پچکارا۔

''وہ..... وہ.....'' اور وہ اک لمحے کے لیے رک سی گئی۔ اس کا سارا خوف جیسے ایک لمحے میں زائل ہوا تھا۔ ادا نے نظر اٹھا کر بخت کو دیکھا۔ کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا اسے..... وہ کیوں سارا بوجھ اپنے کندھوں پر لادے رہا تھا، کیوں؟ وہ بچی تھی کوئی کیا.....؟

''کہو ناں ادا..... کھل کر کہو..... جھجکنے کی ضرورت نہیں.....'' اب کے یہ عبدالمالک تھے۔

''مجھے وقت چاہیے ابو..... مجھے اندازہ ہے ایسا کر کے میں سب کے اعتبار کو آزما رہی ہوں لیکن جو کچھ بھی میرے ساتھ ہوا..... اسے سہنا اور پھر کوئی نیا تعلق بنانا اور وہ بھی.....'' اور اس نے ایک دم اپنے ہونٹ بھینچے تھے۔

سب کو جیسے سانپ سونگھا تھا۔ وہ جو کہ اس سب سے لاتعلق نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس بھر کر اسے دیکھا۔

''ٹھیک ہے ادا بچے..... تم پر کوئی دباؤ نہیں..... کوئی جلدی نہیں کہ جب تمہارا دل راضی ہو.....'' عبدالرزاق نے کہا۔

''لیکن تایا ابو.....''

''کہا ناں جتنا وقت لینا چاہتی ہو لو..... کوئی مسئلہ نہیں اب تم جاؤ.....'' وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ ان کے جواب سے الجھ گئی تھی..... پریشان ہوئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر امی اب اسے وہیں برا جمان دیکھ کر آنکھیں نکالنا شروع ہو گئی تھیں۔ مجبوراً وہ اٹھ آئی۔

''تھوڑی دیر بعد باہر لان میں آ جانا، میں وہیں جا رہی ہوں..... تارا کے ساتھ.....'' اس نے بخت کے نمبر پر پیغام بھیجا۔ اسے بات کرنی تھی، یہ واقعی میں کوئی مذاق نہیں تھا۔

☆☆☆

''کیا ہو رہا ہے لیڈیز.....؟'' تارا اس کے فون پر میک اپ ویڈیوز دیکھ رہی تھی جبکہ وہ بہت خاموش آسمان پر چمکنے والے چاند کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آواز پر دونوں متوجہ ہوئی تھیں۔

''کیا دیکھ رہی ہو تارا.....؟''

''ویڈیوز بخت بھائی.....''

''کوئی کام وام بھی آتا ہے کرتایا بس یہ ہی کام کرتی ہو.....'' اس نے بھوؤں سے فون کی طرف اشارہ کیا۔

''وہ تو زیادہ آپی ہی کرتی ہیں.....'' وہ کھسیائی۔

''چائے بھی بنانی نہیں آتی کیا؟'' بخت مصنوعی طور پر حیران ہوا۔

''ارے، اتنی بھی نکمی نہیں ہوں..... آپی سے پوچھ لیں بہت اچھی بنانی آتی ہے چائے۔''

''آپی سے کیوں پوچھوں بھلا؟ تم سے بنوا کر نہ دیکھوں..... چلو فٹافٹ تین کپ چائے لے کر آؤ۔'' وہ چٹکی بجاتے اسے اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''ابھی لائی بخت بھائی.....'' اس سارے میں وہ خاموشی سے اپنے ناخن کترتی رہی۔

''ہے.....'' بخت نے ایک دم آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا..... اس نے بے حد چونک کر اسے دیکھا..... یک دم..... یک دم..... بے حد اچانک اسے کچھ یاد آیا تھا..... وہ اکھٹے کی جانے والی گروسری ایسے ہی بالکل ایسے ہی تب بھی بخت نے اسے ناخن چبانے سے روکا تھا اور اس کے ساتھ ہی۔

''کرنٹ تو نہیں مارا ناں..... کہ مارا؟'' وہ سرگوشی..... اس کے جسم میں کوئی لہری اٹھی..... جیسے کچھ تھا..... دھند کی تہ میں لپٹا کچھ تھا۔

Scanned with CamScanner

''کیا ہو گیا..... یوں اسٹل کیوں ہو گئی ہو.....؟''

''آہم..... نہیں..... ویسے ہی.....''

''پریشان ہو.....؟''

''کیا نہ ہوں.....؟'' وہ بولی۔

''ایک ماہ نہیں گزرا اس بات کو اور تم دیکھ رہے ہو ان سب کو..... میں کتنا وقت لے سکتی ہوں..... چھ ماہ چلو بڑی چھلانگ لگاؤں تو جیسے تیسے کر کے ایک سال پھر.....؟''

''پھر.....؟'' وہ جیسے اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔

''بخت تم سمجھ کیوں نہیں رہے ہو۔'' وہ زچ ہوئی۔

''چلو فرض کرو سال بعد بھی میں انکار کر دوں یا یہ کہ ہم دونوں ہی اس رشتے پر راضی نہیں۔ پھر بھی سوچا ہے میرے اور تمہارے گھر والوں کا ردِ عمل کیا ہوگا؟ یہ مذاق تو نہیں ہے ناں بخت.....؟ اور اس سب میں، میں کیوں تمہارا وقت بھی ضائع کروں.....''

''ہاں یہ مذاق نہیں ہے..... واقعی یہ مذاق نہیں ہے لیکن ادا اہم وقت buy کرنے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں؟''

''بخت..... کل کو اگر ''نہ'' میں ہی جواب دینا ہے تو ابھی کیوں نہیں.....؟''

''let me conclude this''

''یہ اتنا آسان نہیں ہے ادا..... تمہیں لگتا ہے تمہارے اور میرے بابا اتنی آسانی سے ہم دونوں کو یہ کرنے دیں گے..... نیور..... تم جانتی نہیں ہو انہیں..... تمہیں پریشرائز کریں گے..... طلاق کا داغ لگ گیا..... سگے تایا کے بیٹے نے طلاق دے دی..... سوری اف ایم ہرٹنگ..... مگر یہ حقائق ہیں یہ سب باتیں کہہ کر تمہیں مجبور کیا جائے گا کہ سگے تایا کے گھر نہیں بسی تو اور کون بسائے گا..... وغیرہ، وغیرہ..... ولید، تمہاری زندگی کی حقیقت ہے..... اس کا بابا سے، مجھ سے اس خاندان سے ایک تعلق ہے..... خونی رشتہ ہے جو وقتی طور پر معطل ہو سکتا ہے..... ختم نہیں ہو سکتا اور جو یہ چاہتے ہیں وہ ہو گا تو ولید کا مقابلہ کر لو گی.....؟ مجھ سے لکھوا لو جیسے ہی یہ رشتہ کسی بندھن میں بندھا ناں وہ فوراً سے پہلے پاکستان آئے گا..... ایسے میں ایک گھر میں..... چوبیس گھنٹوں کے لیے برداشت کر پاؤ گی اسے؟ اور یہ کہاں لکھا ہے کہ وہ تمہیں سکون سے رہنے دے گا..... وہ میری اور تمہاری ازدواجی زندگی کو ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا ایسے میں معاملات سلجھیں گے نہیں اور بگڑیں گے۔''

''تو پھر میں کیا کروں بخت.....؟'' چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے سر اپنے ہاتھوں پر گرا کر کہا..... آواز نم تھی۔

''یا تو یہ ہو کہ تم بہت مضبوط خاتون ہو جسے اس سب سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو جو کہ تم نہیں ہو..... ولید آج تمہارے سامنے آ جائے تو بھربھری مٹی کی طرح ڈھے پڑو گی..... خود کو مضبوط بناؤ ادا..... خود انحصار بنو! اور جب تم خود انحصار بنو گی ناں تو تمہاری رائے ہر ایک پر اثر انداز ہوگی پھر سال کیا دو سال بعد بھی تم اپنے لیے، اس رشتے کے حوالے سے جو بھی فیصلہ کرو گی..... وہ اس طرح سے مسئلہ نہیں کرے گا جو ابھی ہو سکتا ہے۔ یا پھر تمہاری غیر مستحکم پوزیشن کی صورت میں ہوگا۔''

''کیسے بناؤں خود کو خود انحصار..... دو ہفتوں میں چند لائکس ہیں اور تم مجھے اپنے ہوٹل کے سبز باغ دکھا رہے ہو.....'' تھکن اس کے لہجے سے عیاں تھی۔ اس دوران تارا انہیں چائے دے کر جا چکی تھی اس نے خود ہی مناسب نہ سمجھا تھا ان دونوں کے درمیان بیٹھنا۔

''ادا عبد الملک..... کیا کبھی سنا ہے..... کبھی دیکھا ہے کسی کو اپنی تعلیم کے ساتھ بزنس کرتے ہوئے؟ اور پھر اسے کامیاب ہوتے ہوئے بھی.....؟'' اور وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ ہاں..... اس نے یہ کیا تھا..... کر دکھایا تھا۔

''زندگی کو بہتر بنانا ہے یا اسے مزید مسئلوں کی نذر کرنا ہے فیصلہ تمہارا خود کا ہے.....'' کہہ کر اس نے ایک نظر اس کے ستے ہوئے چہرے پر ڈالی۔

''یاد رکھنا ہر فیصلہ اپنی ایک قیمت رکھتا ہے جو ہمیں چکانی پڑتی ہے..... ہم نہ بھی چکانا چاہیں تب بھی

یہ بھرنی پڑتی ہے۔"

"لیکن اس سب میں تم..... تمہارا کیا قصور ہے، تم کیوں لٹکے رہو میرے ساتھ؟ یہ میری جنگ ہے تو اس میں نقصان تمہارا کیوں ہو؟ کیوں؟"

"تمہیں کس نے کہا ہے کہ میرا نقصان ہو گا یا ہو رہا ہے؟" آگے ہو کر چائے کا کپ ٹرے میں رکھتے ہوئے اس نے دلچسپی سے اس کے چہرے کو دیکھا۔

"فرض کرو..... کل، پرسوں، ترسوں، کچھ ماہ بعد تمہیں کوئی بڑی اچھی لڑکی پسند آ جاتی ہے تب؟ تب کیا کرو گے.....؟" وہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھی۔

"تمہیں میں اتنا ام پریکٹیکل لگتا ہوں کیا؟" اس کی دلچسپی ہنوز قائم تھی۔

"پھر.....؟"

"پھر کیا.....؟ شادی کروں گا اسی سے..... جو پسند آ گئی..... تمہارا کام اور آسان ہو جائے گا..... نہیں کیا؟" ہونٹوں پر تبسم لیے..... ٹھوڑی ہاتھ پر ٹکائے..... سر ذرا سا ترچھا کیے اسے دیکھتے ہوئے وہ اپنی پلکوں کو ذرا سی حرکت بھی نہیں دینا چاہتا تھا اور وہ ناخن چھوڑ کر اب ہونٹ کاٹے جا رہی تھی۔

"کاش وہ اس سے بھی منع کر سکتا۔" دلِ نامراد نے اِک آہ بھری اور بخت نے اپنے ہاتھ کو کس مشکل سے روکا تھا۔

"بخت! ہم صحیح کر رہے ہیں ناں؟" ادا نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ اس نے ترنت نظر جھکائی۔

"سو فیصد صحیح۔"

ہونٹوں پر اک مسکراہٹ لیے وہ اب میز کی سطح پر نادیدہ لکیریں کھینچ رہا تھا اور ادا..... اس نے بڑی حیرانی سے اس کا یہ انداز دیکھا تھا۔

"کیوں یوں مسکرا رہا تھا وہ....." اور اپنے چہرے پر ان حیران نظروں سے وہ بے نیاز نہیں تھا۔ اس کے ہونٹ ہنس پڑنے کے لیے بے تاب ہوئے۔

"چلتا ہوں۔" اور وہ اٹھ کر چلا گیا تھا۔

☆☆☆

اور پھر زندگی پھر سے اِک جمود کا شکار ہو گئی تھی۔ اسکول کی جاب اس نے ایک مہینے کا نوٹیفکیشن دے کر چھوڑ دی تھی۔ کبھی، کبھی اسے لگتا یہ غلط کیا اس نے۔ بخت نے خواہ مخواہ اسے ٹرک کی بتی کے پیچھے لگا دیا ہے۔ اسکول کی جاب سے کم از کم وہ مصروف تو تھی۔ یہ کیسی زندگی تھی کہ جس میں ہر دو منٹ بعد.... بے تابی سے لائکس چیک کرو اور پھر نفس ہو کر بیٹھ جاؤ۔

"میرے لائکس نہیں بڑھ رہے۔" وہ بخت کو پیغام بھیجتی۔

"تو تمہیں کون سا پیسے کمانے ہیں اس سے۔ تمہیں بس نام بنانا ہے تا کہ یہ نام پھر تم ہوم میڈ eatables فروخت کرنے کے لیے استعمال کر سکو۔" جواب آتا۔

"وہ بھی نہیں ہو رہا۔"

"سرکولیشن بڑھاؤ..... ویڈیو کا معیار بلند کرو..... انفرادیت لاؤ اپنے کام میں۔"

"کیسے؟" وہ پوچھتی۔

تو بجائے کچھ کہنے کے وہ ایک اپنی ٹریولنگ ایجنسی کی ویڈیو بھیجتا اور ایک کسی اور کی..... اور پھر لکھتا۔ "فرق صاف ظاہر ہے۔"

اور ادا تلملا کر رہ جاتی۔ وہ اسے سکھاتا کیوں نہیں تھا؟ وہ چاہتی کہ بخت اسے ٹائم دے۔ ایک، ایک شے کی باریکیاں سمجھائے۔ اسے بتائے کہ منفرد کام کیسے کیا جاتا ہے اور جب وہ ہر ہر بات کے لیے کوئی نہ کوئی... یوٹیوب ویڈیو بھیج دیتا تو وہ یہ سوچنے میں خود کو حق بجانب سمجھتی کہ "ٹرک کی بتی کے پیچھے لگا رکھا ہے اس شخص نے مجھے تو۔" وہ اگر رابطہ نہ کرتی..... دنوں گزر جاتے تب بھی اس کا پیغام نہ آتا لیکن جس دن..... جس دن وہ کوئی ویڈیو اپ لوڈ نہ کرتی، اسی دن کال آتی۔

"ویڈیو کیوں نہیں بنائی؟"

وہ بہانہ کرتی کہ ایڈٹ نہیں ہو رہی یا اپ لوڈ نہیں ہو رہی تو وہ اسے دس طرح کی ویڈیوز بھیج دیتا جن کا عنوان how to سے شروع ہوتا۔ اسے تو بڑی بعد میں سمجھ آیا تھا کہ وہ باقاعدگی سے اس کی ویڈیوز دیکھتا تھا۔

"کیا فائدہ دیکھنے کا جب تم نے کچھ سکھانا ہی نہیں تو۔" وہ مایوس ہو کر سوچتی۔

Scanned with CamScanner

''بخت عبدالرحمٰن تم ایسے گنجلک آدمی ہو کہ حل ہو کر ہی نہیں دیتے۔ میں رابطہ نہ کروں تم پلٹ کر پوچھو گے بھی نہیں اور جب کروں تو یوں بات کرتے ہو جیسے تم سے بڑھ کر اس زمین پر میرا خیر خواہ اور کون ہوگا۔ جب میں کسی مسئلے میں پھنس جاؤں اور تمہاری بھیجی گئی ویڈیوز بھی کام نہ آئیں تو کال پر یوں مسئلہ سمجھاتے ہو جیسے کہتے ہو کہ یہ بھی کوئی مسئلہ تھا کیا؟ مگر مجھے کھپانا تو تمہارا اولین فرض ہو جیسے۔ غائب ایسے ہوتے ہو جیسے کہ تم تھے ہی نہیں لیکن جب ہوتے ہو تو یوں لگتا ہے کہ تم گئے ہی نہیں۔ یا اللہ.....! تم میرے ساتھ کیا کر رہے ہو بخت عبدالرحمٰن کیا؟''

ابھی ابھی پھر وہ کسی مسئلے میں پھنسی تھی اور اسے پیغام لکھتے، لکھتے اس نے ہٹا دیا۔ ''نہیں! میں کیوں تمہاری جان کا آزار بنوں۔ میں کر سکتی ہوں..... میں اپنے مسئلے خود حل کروں گی.....'' اور اب اس کی انگلیاں یوٹیوب پر ایک فقرہ لکھتیں جس کے شروع کے دو لفظ تھے..... how to

☆☆☆

یہ ایک کشادہ کمرے کا آفس تھا۔ آفس چیئر کے دائیں بائیں لکڑی کے بھاری آبنوسی ریکس پڑے تھے۔ سامنے شیشے کی بڑی سی میز تھی۔ ان ریکس پر دونوں طرف ہی فون اور وائرلیس سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف بخت ٹریول این ٹورز کے رابطہ نمبرز تھے اور دوسری طرف اس کے باپ کے کاروبار کے رابطہ نمبرز تھے۔ ابھی ابھی ایک میٹنگ ختم ہوئی تھی۔ اس کے سامنے لوگوں کی پشت تھی جو کہ ابھی، ابھی اٹھ کر گئے تھے۔

''تمہیں لگتا ہوگا کہ میں نے تمہیں چھوڑ دیا..... تمہاری مدد کرنی چھوڑ دی.....''

فون کی رنگ ہوئی۔

''بیگ صاحب! کیسے ہیں آپ؟ اچھا، فیملی ٹور ارینج کرنا ہے۔'' اس کے ہاتھ تیزی سے نوٹ پیڈ پر کچھ لکھنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے وائرلیس اٹھا کر کال ملائی اور اب وہ کسی کو اس ٹور کے متعلق ہدایات دے رہا تھا۔ جیسے ہی اس نے فون رکھا۔

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے اوا! تمہارا خیال ہر پل..... ہر دم مجھے ہے مگر جانتی ہو، میں انگلی پکڑ کر تمہیں چلانا نہیں چاہتا۔'' اس نے سر چیئر کی پشت پر ٹکایا۔

دروازے پر ناک ہوئی۔ ''یس'' کہتے ہوئے وہ سیدھا ہوا۔

''سر! یہ فائل گیلانی گروپ والوں کی ہے۔ رزاق صاحب کہہ رہے تھے آپ کو دکھا دوں۔''

''لاؤ..... میں گھر جا کر دیکھوں گا۔'' اس نے فائل لے کر ان دو فائلوں کے ساتھ رکھ دی جو اسے گھر جا کر اسٹڈی کرنی تھیں۔ فائل رکھتے، رکھتے اس کے ہاتھ ذرا سست ہوئے تو.....

''تمہیں راستہ دکھا دیا..... چلنا تم کو خود ہوگا۔ میں اپنے کندھوں پر اٹھا کر یہ سفر پار نہیں کروا سکتا..... کہ یہ زحمت تمہارے پیروں کو اٹھانا ہوگی۔ ایسا نہیں کرو گی تو مضبوط کیونکر بن پاؤ گی..... اور اگر میں نے ہی راستے طے کروانا ہے تو یہ خود انحصاری تو نہ ہوئی ناں۔'' فون ایک دفعہ پھر بجا۔

''کہو جنید! ڈرائیور نہیں مل رہا..... اچھا رکو، میں پتا کرتا ہوں۔ لائن پر رہنا۔'' ایک فون کان سے لگائے اس نے بیٹھے، بیٹھے پہیوں والی چیئر کھسکا کر دوسرے ریک کے پاس کی، نمبر ملایا اور اب وہ کسی دوسرے بندے سے بات کر رہا تھا جبکہ وائرلیس اس کی گردن اور کان کے درمیان پھنسا تھا..... یوں کہ جنید ساری بات آرام سے سن سکتا تھا۔ فون بند کر کے پھر وہ جنید سے مخاطب ہوا۔

''سن لی ناں ساری بات..... بھٹی صاحب کو کہہ دیا، تم ان کے آفس چلے جاؤ..... او کے!'' چیئر گھسیٹ کر دوبارہ وہ پہلے ریک کی طرف گیا۔ فون واپس رکھا اور.....

''سو، اوا عبدالمالک! مجھ سے زیادہ اس روئے زمین پر کس شخص کی آنکھیں ہوں گی جو تمہیں اپنے پیروں پر کھڑا ہوتا دیکھنا چاہیں گی اور اس سب میں بخت عبدالرحمٰن کا جو بھی نقصان ہوا ہے، قبول ہے۔ چاہے یہ نقصان تمہاری بدگمانی کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو..... سر آنکھوں پر۔''

اور وہ اب ایک ڈرافٹ کو ایڈٹ کر رہا تھا۔

(باقی آئندہ)

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

digest novels lovers group

مکمل ناول

تیسرا حصہ

میرا بخت

محمد ساجد

"ایک آئیڈیا شیئر کرنا ہے۔" بڑے دنوں بعد اس کے فون پر وہ رنگ ٹون بجی تھی کہ جس رنگ ٹون کے بجنے کا منتظر وہ انتہائی اہم میٹنگز میں بھی رہتا تھا۔ رات کو سوتے وقت اس کی خواہش ہوتی کہ ابھی، ابھی فون بجے اور وہ ہی مخصوص رنگ ٹون ہو۔ ویلیوز وہ بلا ناغہ اپ لوڈ کر رہی تھی..... کام میں بھی قدرے بہتری آئی تھی..... وہ لائن پکڑ رہی تھی اور بخت لائن سے ہٹتا جا رہا تھا۔ ذرا دیر وہ اس پیغام پر نظریں جمائے بیٹھا رہا۔

"کہو.....!"

"کھانے میں تم لوگ نور کے دوران کیا دیتے ہو؟"

"کڑاہی..... بھی قورمہ..... بھی بریانی..... چائے کے ساتھ اسنیکس وغیرہ۔"

"میں سوچ رہی تھی کہ اگر میں تمہارے کسی نور کے لیے اسنیکس یا سینڈوچ بنا دوں اور جن ڈبوں میں وہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

پیک ہوں ان پر میرا رابطہ نمبر وغیرہ میرے پروگرام کا نام انسٹا، fb اور یوٹیوب کی id,s تا کہ آپ ہو تو میرے خیال میں یہ ایک پریکٹیکل آغاز نہ ہوگا.....؟" اس کا واٹس ایپ میسج آیا تھا۔

"ارے واہ.... یہ تو کمال آئیڈیا ہے۔" اسے سچ میں اچھا لگا۔

"تمہاری کمپنی کی ایڈورٹائزر بھی کروں گی اپنی ویڈیو میں....." اس نے grinning فیس والا اموجی بھیجا۔

"جی، جی آپ کا یوٹیوب چینل تو جیسے 10M کراس کر چکا ناں....." اس نے ایک ابرو چڑھاتا اموجی بھیجا۔

"کر لو طنز..... جی بھر کر اڑا لو مذاق..... تم دیکھنا تو سہی 10M کیا میرا چینل 20M بھی کرے گا..... اور بخت نے وہ پیغام دوبارہ پڑھا۔

آپ کو اس پیغام سے "کچھ کر دکھانے" کی لگن محسوس نہیں ہوئی کیا؟

☆☆☆

"سر آپ نے لنچ نہیں کرنا؟" بیجان نے بلا مبالغہ کوئی تیسری بار اس سے پوچھا تھا..... پہلی دو بار تو اس نے معمول سمجھا مگر اب..... اس نے گہری سانس بھر کر بیجان کو دیکھا۔

"برکت صاحب..... کیا بات ہے؟" وہ کرسی سے ٹیک لگائے دونوں ہاتھوں میں ڈسل گھماتے ہوئے، تیز نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"وہ صاحب جی..... آپ کے گھر سے خصوصی تاکید ہے کہ لنچ آپ کو ٹائم پر سرو کر دیا جائے۔"

"گھر سے تاکید آئی ہے؟ کیوں؟" وہ حیران ہوا۔

"وہ جی، لنچ آج آپ کے گھر سے آیا ہے۔"

"گھر سے آیا ہے.....؟" اس کی حیرت اور بھی بڑھی۔

"اچھا لاؤ....." اور اس نے اپنی حیرت کو بڑھنے نہ دیا۔ یہ سوچ کر کہ شاید بابا نے بھیجا ہو..... قسمت سے تمرز سے کوئی.... ابھی نئے پک کی ہوگی..... وہ اٹھ کر فریش ہونے چلا گیا۔ اور جب آیا تو کھانا اس کی ٹیبل پر سرو کیا جا چکا تھا۔

"اتنا اہتمام کیوں.....؟" وہ چونکا نہیں..... اب کے اسے حیرت چڑھی۔ ٹیبل پر قورمہ، چاول، کباب اور فرنی کی ڈشز بھی ہوئی تھیں۔

"اتنی فضول خرچی..... کس کی بارات آئی ہے جو یوں اہتمام کیا گیا ہے۔" بگڑے ہوئے موڈ کے ساتھ اس نے گھر کا نمبر ملایا۔ نمبر ملاتے، ملاتے ایک دم اس کے ہاتھ رکے تھے..... کھانے کے ساتھ اک کارڈ بھی تھا۔

اس نے فون واپس رکھا..... آگے ہو کر کارڈ اٹھایا، کھولا۔

"thank you for being in my life."

یک سطری وہ تحریر..... اسے سمجھنے میں بالکل بھی دیر نہیں لگی تھی۔ وہ ادا کی جانب سے تھی..... مگر کیوں؟

"تو کیا.....؟ اوہ....." اور اس کے لب مسکرا دیے۔ وہ چند لمحے اپنے سامنے لگی چیزوں کو دیکھتا رہا اور پھر سر جھٹک کر ہنس دیا۔ اس نے سیل فون اٹھایا مگر اب کے وہ ادا کا نمبر ملا رہا تھا۔

"کھانا تو کھا لیجے؟" ادا نے چھوٹتے ہی کہا تھا۔

اور وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"بتاؤ میرے آفس میں تمہارا مخبر کون ہے؟"

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ مجھے کسی مخبر کی ضرورت ہے..... میرے خود کے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں....." اس کے لہجے کی کھنک کسی کے دل میں کھلی تھی۔

"واٹ ڈو یو مین.....؟ آر یو ہیئر.....؟" وہ بولتے ہوئے اٹھ کر دروازے تک گیا..... اس کا ہاتھ اب ہینڈل پر تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ تمہارا بیجان اتنا ہی سگھڑ ہے کہ یوں کھانا سرو کرتا....." اس بات پر مڑ کر اس نے میز کو دیکھا..... اور فون بند کر دیا۔ برکت سچ میں اتنا سگھڑ نہ تھا کہ یوں میز سجاتا۔

اس نے دروازہ کھولا اور سامنے وہ تھی..... سیاہ لباس میں ملبوس، مسکراتے ہوئے ہونٹ، خوشی سے چمکتا چہرہ..... ذرا سی کنفیوز بھی..... اس کی آنکھوں کے سیاہ جنگل میں جیسے بہار کا موسم اتر آیا تھا..... اور بخت عبدالرحمٰن

.... نے اس کے لیے اپنے دل کو دھڑکنے بھی نہ دیا..... ایک بیٹ جو مس ہوئی تھی --- وہ بھی مس کرنے نہ دی۔

"ویلکم مادام ---" مسکراتے ہوئے اس نے اندر آنے کے لیے راستہ دیا۔

"یہ جگہ کسی بہت ہی اچھی جگہ پر بھی ہو سکتا تھا....." اس کے پیچھے دروازہ بند کرتے ہوئے وہ بولا:

"میرے ہاتھ کا تو نہ ہوتا اور..... کرسی پر بیٹھ جاؤں؟ پھر کر لینا اعتراض....." وہ بدمزہ کیا ہوئی چہرے کی روشنی یوں ماند ہوگئی جیسے کسی ٹیوب لائٹ کی اترتی ڈاؤن ہوگئی ہو۔

"اٹس بے، یہاں تمہیں آنا چاہیے تھا ناں۔" وہ اپنی کرسی سنبھالتے ہوئے بولا۔

"اچھا اب موڈ کا ستیاناس تو نہ کرو..... تایا ابو سے پوچھ کر آئی ہوں..... مجھے---" اور وہ یوں ہاتھ اٹھا کر رہ گیا جیسے ان دونوں کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

"کوئی آرڈر ملا ہے ناں.....؟" چاول پلیٹ میں نکالتے ہوئے اس نے اس قدر عام انداز میں پوچھا کہ ادا جل کر رہ گئی تھی۔

"oh I spolled you surprise...right" اک لمحے کے لیے رک کر اس نے اس انداز سے کہا کہ مقابل آرام سے ذرا، ذرا سا تلملا جائے۔

ادا کے کندھے ڈھلک گئے، چہرہ لٹک گیا۔

"Bakht is ther— any thing on earth that can surprise you?"

وہ دونوں ہاتھ سر پر رکھے، ذرا سا آگے ہو کر نہایت ہی بیزاری سے بولی تھی۔ اس سوال پر اس کا منہ تک جاتا ہاتھ یکلخت رکا۔ اس نے ترنت نظر اٹھا کر اسے دیکھا..... اور پھر ایک دم چمچ چھوڑ کر وہ اچھل پڑا۔

"مگر مسئلہ یہ ہے کہ وہ شے زمین پر ہے ہی نہیں..... وہ آسمانوں سے اترتی ہے اور جب بھی وہ مجھے حیران کرنے کے لیے آسمانوں سے اتری..... تمہیں ضرور بتاؤں گا..... تمہیں نہیں تو پھر کسے بتاؤں گا---"

اس کے لہجے میں جیسے کچھ کانچ سا تو تھا۔

"کیا آرڈر ملا؟" ادا کو خود پر سوال سے باز رکھنے کے لیے اس نے فوراً ہی گفتگو کا رخ موڑ دیا۔

اور ادا کا چہرہ ایک بار پھر ٹیوب لائٹ بن گیا۔

"ایک سالگرہ کے اسٹیکس کا آرڈر ہے..... وہ جو تمہیں بنا کر دیے تھے ناں ٹور کے لیے..... انہی میں سے ایک صاحب ہیں جنہوں نے کیا ہے، دیکھو بخت میرا آئیڈیا کام کر گیا..... ان اسٹیکس کی ویڈیو بناتے وقت بطور خاص میں نے یہ بات ہائی لائٹ کی تھی کہ یہ اوریجنل آرڈر ایک ٹریولنگ کمپنی کی طرف سے ہے، اور سب سے پلس پوائنٹ یہ ہوا کہ تم نے گاڑی میں میرے چینل کی ویڈیو چلائی..... ذائقہ تو آگے ہی میرے ہاتھ میں تھا اور یوں انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا..... میں بہت خوش ہوں۔" وہ مسکرا کر اس کی بات سننے کے ساتھ کھانا بھی کھا رہا تھا۔

"بہ تھوڑے پر وہ صرف اسٹیکس ہی تو نہیں دیں گے ناں، تم ان کو ٹرائل کے طور پر دو تین آئٹمز اور چیک کرواؤ..... مجھے امید ہے پھر تمہارے پاس صرف اسٹیکس کا آرڈر ہی نہیں رہے گا۔"

"پوائنٹ..... میں کہوں گی ان سے۔"

"مارکیٹنگ وہ شے ہے ادا..... جس سے لوگ اچھا گدھا بھی گھوڑا بنا کر بیچتے ہیں، میں تم سے یہ نہیں کہہ رہا کہ تم کسی گدھے کو گھوڑا بناؤ be genuine مگر یہ چیز تو سیکھنی پڑے گی کہ ایک کلائنٹ آپ کے لیے کتنا beneficial ہو سکتا ہے۔ سو اس کی جیب کا آخری ٹکا بھی تمہاری جیب میں ہونا چاہیے..... یہی بزنس ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اگلے بندے کی گردن پر چھری پھیر دوں.....؟" اس نے کھانے سے ہاتھ روک کر ذرا... خفا سے لہجے میں کہا۔

"نہ..... اہم اپنی سروسز اور معیار کے لحاظ سے چارج کرتے ہیں تب چھری پھیرنا ہوتا ہے کہ جب آپ سو روپے میں کام دو ٹکے کا کر رہی ہو.....؟"

"آ گئی۔۔۔ کلائنٹ جب مجھ سے ڈیل کر کے اٹھے تو اس کی جیب میں بس گھر جانے تک کا کرایہ ہو۔۔۔"

"وہ بھی کیوں ہو؟" وہ ترنت بولا۔۔۔ ادا نے ایک دم نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر وہ دونوں ہنس دیے تھے۔

"thanks for the lunch"

"تھینکس کیسا! اب مجھے کچھ ہی نہیں آیا کہ تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں۔۔۔ سو جو مجھے آتا تھا۔۔۔ میں نے وہ ہی کیا۔۔۔" وہ کہنی ٹیبل پر ٹکائے تھوڑی ہاتھ پر رکھے بولی۔

"کتنی بار مجھے اس کے چہرے سے نظریں ہٹانی ہوں گی۔" اس نے سوچا۔

"چائے لو گی یا کافی۔۔۔؟" کھانا وہ ختم کر چکے تھے۔

"چائے۔۔۔" بخت نے فون اٹھا کر چائے کا کہا۔

"آج تم سے اتنی positive vibes آ رہی ہیں کہ انرجی میرے تک آ رہی ہے۔۔۔"

"اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ تم۔۔۔"

"نہیں ادا۔۔۔" اس نے یکلخت بات کاٹی۔۔۔ ہاتھ میں ہاتھ پھنسائے۔۔۔ اس نے کہنیاں میز کی سطح پر رکھیں۔

"یہ کوئی اور نہیں ہوتا۔۔۔ یہ ہمیشہ آپ ہوتے ہیں۔۔۔ ہم خود ہوتے ہیں جو یہ کرتے ہیں۔۔۔ بس بات اندر کے "جن" کو جگانے کی ہوتی ہے۔۔۔ اور یہ جن کبھی ناکامی ہوتی ہے، کبھی احساس محرومی، کبھی غصہ اور کبھی دکھ، درد۔۔۔ کوئی واقعہ، کسی کی کہی بات، کسی کا ساتھ یہ سب تو ہمیں راہ دکھانے کے لیے ہوتا ہے۔۔۔ یہ سب ہمارے سفر کی سڑک پر لگے وہ Indicators ہیں جو ہمیں سیدھے راستے پر رکھ کر منزل تک پہنچاتے ہیں اور بس۔۔۔ سفر طے ہمارے خود کے پاؤں ہی کرتے ہیں۔۔۔ سو یہ تم خود ہی ہو۔۔۔ میں یا کوئی اور نہیں۔۔۔" اور ادا عبدالمالک نے زندگی میں پہلی مرتبہ وہ چہرہ بے حد غور سے دیکھا۔

"خود کو کمپنی میں سے بال کی طرح مت نکالو بخت۔۔۔ اجانتے ہو انڈیکیٹرز کو صحیح طریقے سے read نہ کیا جائے تو بھیانک حادثے ہو جاتے ہیں۔۔۔ سمت کا معلوم نہ ہو تو پاؤں سفر سے زیادہ suffar کرتے ہیں اور منزل کھو جاتی ہے۔۔۔ تم نے میری زندگی کو ایک سمت دی۔۔۔ نئی جہت عطا کی۔۔۔ تمہاری اہمیت میرے لیے تمہارے چاہنے کے باوجود کم نہیں ہو سکتی۔۔۔ تم میرا لکی وائلیپ پوسٹ ہو۔" مسکراتی آنکھوں کے ساتھ وہ جس طرح بولی تھی۔۔۔ بخت کھل کر ہنس دیا تھا۔

"اب یہاں ہیرو نہ بناؤ مجھے۔۔۔" اس نے بات اڑانی چاہی۔

"وہ تو تم ہی ہو۔۔۔ تمہارے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔۔۔" وہ بھی ہنس کر بولی تھی۔ بخت نے اسے دیکھا۔

"آہ ادا عبدالمالک! ہم تمہارے ہوتے بھی تو کیا۔۔۔ لکی وائلیپ پوسٹ۔۔۔" اور وہ ہنس دیا۔

"کیوں بھئی۔۔۔؟"

"ہیرو میرے جیسے ہوتے ہیں کیا؟"

"نہیں تو اور ان کے سر پر سینگ نکلے ہوتے ہیں کیا؟" اور اب کے وہ دونوں ہنسے تھے۔

☆☆☆

کوئی آئیڈیا، کوئی خیال اس طرح سے پورا نہیں ہوتا کہ جس طرح سے آپ نے اسے سوچا ہوتا ہے۔ وقت، حالات اور قسمت اسے کچھ سے کچھ بنا دیتے ہیں۔۔۔ اس نے سوچا کہ مارکیٹ میں آنے کے لیے سوشل میڈیا پہ نام کیوں بنایا جائے۔۔۔ کیوں نہ کچھ نام بنا کر سوشل میڈیا پر آیا جائے اس کے لیے اسے مارکیٹ میں oxposuro چاہیے تھا اور یہ ایکسپوژر اسے بخت کی ٹریولنگ کمپنی نے دیا تھا اور اس پر تھوڑے میں پھر ادا کے بنائے گئے اسنیکس ہی نہیں گئے تھے۔۔۔ اس نے کلائنٹ کو تین اور آٹھ پر منالیا تھا اور ان آٹھ کا فیڈ بیک بہت اچھا رہا تھا۔ ادا نے اس آرڈر کو پوری طرح سے کور کیا تھا۔ بنانے سے لے کر ڈیلیوری تک اور چونکہ اس پر تھوڑے پر اخراجات کرنسی اس کو بھی افورڈ کیا تھا تو اس نے چند مہمانوں کی رائے لیتے ہوئے ویڈیو بنائی۔۔۔ اچھے، برے جیسے بھی تبصرے تھے اس نے پوسٹ کیے۔۔۔ اور نتیجتاً اسے چھوٹے، چھوٹے آرڈرز ملنا شروع ہو گئے۔۔۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

وہ پہلی سیڑھی پر پاؤں رکھ چکی تھی..... اب اسے اوپر ہی تو چڑھنا تھا۔

☆☆☆

مغرب کی نماز ادا کر کے وہ جائے نماز تہ کر رہی تھی کہ اس کا فون سائلنٹ پر ہونے کی وجہ سے بلنک کرنے لگا..... جائے نماز ایک طرف رکھ کر اس نے فون اٹھایا۔

"السلام علیکم تایا ابو....."

"وعلیکم السلام.... کیسی ہے میری بچی.... ؟"

"میں بالکل ٹھیک ٹھاک، الحمدللہ.... آپ کیسے ہیں؟"

"شکر ہے اللہ کا۔ تم تو آ کر ہی بھول گئی ہو بچے.... ؟"

"تایا ابو.... بس بزی ہو گئی ہوں ناں....."

"کل بزی ہو؟"

"آپ کہیے.... ؟"

"بخت کی ماں کی برسی ہے.... کھانا تو میں بنوا لوں گا.... پر میں چاہ رہا تھا کہ تم آ کر سب دیکھ لیتیں تو مجھے سہولت رہتی....."

"میں آ جاؤں گی تایا ابو بلکہ تارا کو بھی لے آؤں گی.... اس میں کون سی بڑی بات ہے...." وہ بنا تردد کے ایک دم بولی تھی۔

"جیتی رہو.... صبح ہی آ جانا.... بخت ہوتا تو مجھے تمہیں کہنے کی نوبت نہ آتی...."

"کہیں گیا ہوا ہے وہ.... ؟" اسے حیرت ہوئی۔

"نہیں.... ہے تو سہی.... مگر چھٹی نہیں کر سکتا۔ صبح کوئی اہم میٹنگ ہے اس کی...." تایا ابو کے لہجے میں اسے خفگی محسوس ہوئی.... عجیب تو اسے بھی لگا مگر وہ یہ کہہ کر مزید ان کا دل خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"جانے دیں تایا ابو.... میں ہوں ناں.... سب دیکھ لوں گی..... آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں...." انہیں تسلی دے کر اس نے فون بند کیا تو خود سوچ میں پڑ گئی۔

"تمہاری ذات کے کچھ پہلو اس قدر الجھے ہوئے ہیں بخت کہ کچھ ہی نہیں آتی۔ مری ہوئی ماں سے زیادہ اہم تمہارے لیے وہ میٹنگ ہے۔ تم کوئی money grubber تو نہیں.... تو پھر.... ؟" اس سوچ میں

ماہنامہ جاسوسی

معروف و دلچسپ میں

فروری 2023ء کے

شمارے کی کرشش

وقت مقررہ پر ہر جگہ

زہریلا تریاق

جدائی کے پل کھاتے راستوں پہ بے بجنت موسم میں محبت کی ادھوری بات کرتے مردوں کی تنہائیں۔۔۔

طاہر جاوید مغل کی پُرمحبت داستان

شعلہ زن

بےبسی کے اندھیروں میں ڈوبتی لڑکی کی دردناک داستانِ حیات۔۔۔

روبینہ رشید کے قلم کی جادوگری

دبر

دنیا مجبور کرتی ہے کہ ان پر تیر بن کے ٹوٹ پڑو۔۔۔ ایک ایسے ہی نوجوان کی کوچہ گردی۔۔۔ زندگی جس کے لیے خالی کشکول کے مانند تھی۔۔۔ حسام بٹ کے قلم سے نئے سلسلے وار کہانی۔

سرورق کے رنگ

پہلا رنگ

مایوس لمحوں کی بغل مار کر بیٹھے کرداروں کی کشمکش۔۔۔ سرورق کی پہلی کہانی

دوسرا رنگ

وطن اور محبت پر آنچ نہ آنے والے واقعات سے گندھی پُراثر تحریر

چٹکی نکتہ چینی

آپ کے تبصرے... مشورے... محبتیں... شکایتیں... اور نئی دلچسپ باتیں... گفتگو میں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

ڈوبے اسے یکلخت بخت کا وہ تعارف یاد آیا جس سے اسے ولید نے متعارف کروایا تھا۔

"گالا..... ! آج پہلی بار میں نے تم میں اس بخت کی جھلک دیکھی جسے میں ولید اور تائی کے ذریعے سے جانتی تھی۔" اس کے دل کو کچھ ہوا..... اس کی آنکھیں کسی سوچ کی گہرائی ناپتی تھیں۔

"لیکن بخت....." وہ اُٹھی..... کھڑکی کھولی۔

"میرے دل میں یہ یقین موجود ہے کہ تم وہ نہیں ہو سکتے جو میں نے تمہیں سمجھا..... مگر وہ دراڑ کہاں ہے کہ جس کا پہاڑ بنا؟ کیا ہے؟ وہ کچھ بھی یا پھر....." اور سوچ اپنا جال آنکھوں سے باہر..... ذہن تک پھیلائے جا رہی تھی۔

☆☆☆

"تمرینہ یار پانی پلا دو....." تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے دونوں بازو دائیں بائیں صوفے پر پھیلائے سر بیک پر گرا کر اس نے آنکھیں بند کی۔ چند لمحوں بعد اسے ٹیبل پر گلاس رکھنے کی آواز آئی۔ سیدھا ہو کر گلاس اٹھانا چاہا تو..... ہاتھ فضا میں ہی رک گیا۔

"تم..... کب آئیں.....؟" وہ اک دم سیدھا ہوا جملہ مکمل کر کے اس نے گلاس اٹھایا۔

"صبح سے..... کھانا کھاؤ گے؟"

"نہیں بس ایک کپ چائے لوں گا..... پلیز تمرینہ سے کہہ دو....."

"اچھا.....!" کہہ کر وہ مڑ گئی..... بخت نے ایک پل اسے جاتے دیکھا۔

"السلام علیکم بخت بھائی....." تارا کی آواز پر اس نے نگاہ بدلی۔

"وعلیکم السلام..... تم بھی آئی ہو....."

"تایا ابو نے بلایا تھا..... آج بڑی آنٹی کی برسی ہے ناں....."

"ہم م..... م..... بابا کہاں ہیں؟"

"ابھی اپنے کمرے میں گئے ہیں....."

"اچھا..... ذرا کچن میں پیغام دے دو..... میری چائے بابا کے کمرے میں پہنچا دیں....."

"جی بھیّا....." تارا کچن کی طرف چل دی اور وہ بابا کے کمرے کی طرف۔

"السلام علیکم....."

"وعلیکم السلام..... جلدی نہیں آ گئے تم؟"

"آپ نے اوا کو بلایا ہے..... کیوں بابا؟" ان کے طنز کو نظر انداز کر کے اس نے خفا سے انداز میں پوچھا۔

"تو اور کون یہ سب دیکھتا؟" وہ ذرا بگڑے۔

"آپ تو یوں بات کر رہے ہیں جیسے کرۂ ارض پر ماما اور اوا صاحب کے بغیر کوئی کام نہیں چلتا....." وہ چپ کر رہ گیا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے..... اسے نہ بلواتا اور اتنا کھانا جو آرڈر کیا وہ سب ضائع جاتا یا پھر تم اپنے بوڑھے باپ سے یہ توقع کرتے ہو کہ وہ یہ سب مینج کر لے گا؟" سرد لہجہ یہ باور کرانے کے لیے کافی تھا کہ آخر انہیں غصہ کس بات کا تھا۔

"بابا میں نے کہا تھا آپ سے کہ میں جلد آ جاؤں گا تو....." اور انہوں نے کچھ کہا نہیں بس وال کلاک پر اک نظر ڈالی تھی۔ اور اس نے ایک گہری سانس بھر کر گردن پیچھے کو ڈھلکائی..... زانو پر دونوں ہاتھ پھیرتے ہوئے اِک اور ٹھنڈی سانس بھری۔

"ٹھیک ہے..... میں تھوڑا لیٹ ہو گیا مگر....."

"تھوڑا؟" ابرو اچکا کر پوچھا گیا۔

"اللہ اکبر.....!" اب کے اس نے سر پیچھے کو گرایا۔

"بابا.....! ذرا سا آگے ہو کر ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔" میں جلدی آتا یا دیر سے..... میں کر لیتا ناں..... مجھ پر یقین تو رکھتے..... آپ نے ناحق ان دونوں کو تکلیف دی۔ she has her own life baba اسے یوں تنگ نہ کریں۔ اس کا اپنا کام ہوتا ہے اور اس طرح روز روز....."

"چل اوئے..... اگر یہ دوری اولاد..... If she has her own life,then I have a right on her life...don,t I have? تنگ نہ کریں..... آیا بڑا....." اس کی نقل اتار کر کہتے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ہوئے عبدالرزاق نے اس کا ہاتھ جھٹک کر پرے کیا۔۔۔۔ وہ ایک دم بابا سے ابا بنے تھے۔۔۔۔ اور باہر کھڑی ادا ہنس دی تھی۔

"ایکسکیوزمی۔۔۔!" اس نے سر اندر کر کے کہا۔

"آپ دونوں کی باتیں سنتے ہوئے یہ چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے، میں دوبارہ بنا کر لاتی ہوں۔۔۔ اور سچ کہا آپ نے تایا ابو۔۔۔ آپ کا حق ہے مجھ پر۔۔۔ اور بخت بھی، ہم بھی اپنے اردگرد کے لوگوں پر اتنا ہی حق کر کے دیکھ لیتے ہیں۔۔۔ حق کی مدد لینے سے کسی کا قد چھوٹا نہیں ہو جاتا۔" اتنا کہہ کر وہ چائے بنانے چلی گئی اور بخت۔۔۔ اس نے ایک نظر جاتی ادا پر ڈالی اور دوسری باپ پر۔

"you desi people" اس نے سر گرا کر یوں بڑبڑایا جیسے کہتا ہو کہ کچھ نہیں ہو سکتا آپ لوگوں کا۔

اور عبدالرزاق ہنس دیے۔

"ہاں ہیں، ہم دیسی لوگ اور ہم ایسے ہی خوش ہیں۔۔۔"

"قبرستان کب جانا ہے؟" بخت اٹھتے ہوئے بولا۔

"چائے پی لو تو پھر چلتے ہیں۔۔۔"

پہلی بار وہ بخت کی ماں کی قبر پر آئی تھی۔ فاتحہ پڑھ کر بے ساختہ اس نے بخت کو دیکھا۔۔۔ اس کے چہرے پر کچھ ڈھونڈنا، کچھ کھوجنا چاہا مگر وہ ویسا ہی پُرسکون تھا۔

"بخت، بارشوں سے تمام قبروں کی مٹی بہہ گئی ہے۔۔۔ ٹائم نکال کر مٹی تو ڈلوا دو بیٹا۔۔۔" عبدالرزاق نے اسے مخاطب کیا۔

"جی بہتر۔۔۔" وہ بولا تو آواز بھاری تھی۔ ادا نے بلاارادہ اسے دیکھا۔

"گھر چلیں اب تایا ابو۔۔۔" تارا کے کہنے پر بخت نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"گاڑی میں بیٹھیں آپ لوگ، میں آتا ہوں۔" اور قبرستان سے باہر نکلتے ہوئے ادا نے پلٹ کر ایک نظر اسے دیکھا۔ وہ وہیں قبر کے نزدیک چینٹ کو گھٹنوں سے پکڑ کر ذرا سا اوپر اٹھاتے ہوئے پنجوں کے بل بیٹھا تھا۔ ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسائے، ہونٹوں سے لگائے، سر جھکائے وہ اتنا مغموم دکھتا تھا کہ ادا کے دل کو ہاتھ پڑا۔

"تایا ابو۔۔۔" اس نے آگے چلتے ہوئے عبدالرزاق کو آواز دی۔ انہوں نے پلٹ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"بخت اپنی امی سے بہت اٹیچڈ تھا کیا۔۔۔؟"

"کون سا بچہ اپنی ماں کے ساتھ اٹیچ نہیں ہوتا ادا۔۔۔ وہ عام بچوں سے بہت مختلف بچہ تھا۔۔۔ وہ تو غیرمعمولی حد تک اپنی ماں کے قریب تھا۔۔۔۔ جیسے اس کی دنیا ماں سے شروع ہو کر ماں پر ہی ختم ہوتی تھی۔ اس نے یوں اسے اپنے آپ میں سمیٹ رکھا تھا کہ ماں کے بنا وہ ایسا تھا جیسے خام سونا۔۔۔ کوئی صورت، کوئی شبیہ بن ہی نہ پائے۔۔۔ اور اس کے پاس ماں ہی تو تھی۔۔۔ بہت انیچ تھا اتنا کہ یہ جو کچھ بھی آج ہے۔۔۔ اپنی ماں کی وجہ سے ہے۔۔۔ صرف میرے پر ہی ہوتا تو شاید یوں کامیاب نہ ہوتا۔۔۔۔" اس کے چلتے قدم اس جواب پر اک دم رک گئے۔۔۔ اس نے پھر سے مڑ کر اسے دیکھا۔

اور اب وہ ذرا سا جھک کر قبر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔

☆☆☆

"بابا اور تارا کدھر گئے۔۔۔؟" گاڑی سمیت وہ دونوں غائب تھے۔ جب وہ قبرستان سے باہر آیا تو وہاں صرف ادا تھی۔

"تمریز کی کال آ گئی تھی۔۔۔ ان کے کوئی دیرینہ دوست آئے ہیں گھر پر کافی عرصے بعد۔۔۔ تمہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا تو تارا کو لے کر چلے گئے۔"

"تمہیں بھی لے جاتے۔۔۔ اب کہاں میرے ساتھ لوکل میں دھکے کھاؤ گی۔۔۔"

"کہا تھا تایا ابو نے۔۔۔ میں نے کہا تم پریشان ہو گے ہمیں نہ پا کر۔۔۔ سو رک گئی۔"

"میں فون کر لیتا یار۔۔۔"

"اچھا کیا ہو سکتا ہے اب۔۔۔" وہ اسے کہہ نہیں سکی تھی کہ تمہاری فکر ہو رہی تھی۔

"چلو۔۔۔ اب یہاں سے پیدل چلنا پڑے گا۔۔۔ مین سے ٹیکسی ملے گی۔۔۔" سڑک کے دونوں اطراف درختوں سے گھرے ہوئے تھے۔ پتے سبز سے زرد ہو رہے تھے یوں کہ آدھے سبز، آدھے زرد۔۔۔ اسی سرخی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

سڑک پر وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے، نیوی بلیو شرٹ کے ساتھ خاکی نیرو ڈریس پینٹ پہنے، ایک ہاتھ جیب میں ڈالے... ذرا سست رفتار سے چلتا تھا۔ یوں ہی سر جھکائے، چلتے، چلتے راہ میں آنے والے کسی پتھر کو ٹھوکر سے اڑا دیتا۔

"اداس ہو...؟" ادا کے پوچھنے پر اس نے اک گہری سانس بھر کر سر اٹھایا۔

"سارا سال میں اس ایک تاریخ سے خوف زدہ رہتا ہوں، میرا دل کرتا ہے کہ میں سو کر اٹھوں تو مجھے معلوم ہو کہ یہ دن تو آیا ہی نہیں....."

ادا نے یکلخت رک کر اسے دیکھا۔

"اوہ... تو وہ بے حسی نہیں تھی... فرار تھا....."

اور بخت عبدالرحمٰن کے بارے میں آخری بدگمانی بھی ختم ہو گئی۔ اس کے رکنے پر بخت نے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"ایک بات پوچھوں بخت...؟"

"پوچھو..." وہ پھر سے ساتھ چل رہے تھے۔

"تائی نے تمہارا پورا خاندان بھر میں غلط portary کیوں کیا؟"

"تو تمہیں معلوم ہو گیا کہ وہ غلط تھا....." اس کے چہرے کو دیکھ کر وہ آج کے دن کی پہلی مسکراہٹ مسکرایا۔

"اب بھی نہ ہوتا...." وہ جیسے شرمندہ ہوئی۔

"insecurity" وہ بولا۔ "ایک عورت جس نے ملکہ بن کر راج کیا ہو اور ایک دن آپ اسے بتائیں کہ تمہارے تخت کا شراکت دار آ گیا ہے تو وہ اور کیا کرے گی؟" اس نے ٹھوکر سے کنکر اڑایا۔

"لیکن یہ غلط تھا۔"

"ان کو نہیں لگتا تھا۔"

"تم گھر سے دور بھی اسی وجہ سے رہے....."

"ہاں، میری ماں یہ بات بہت پہلے ہی سمجھ گئی تھیں۔ انہوں نے مجھے بورڈنگ میں کیوں بھیجا.... یہ مجھے ان کی وفات کے بعد سمجھ آیا۔ میں اگر اس گھر میں رہتا.... تو ایک کمزور، احساسِ کمتری کا مارا انسان بن کر ابھرتا.... اور میری ماں مجھے ایسا تو ہرگز نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ سو میں ہر اس شے سے دور ہو گیا جو مجھے کمزور کرتی..... اور دیکھو... آج میری ماں ہوتی تو میری پشت پر ایک تھپکی تو ضرور دیتی۔" اس کے چہرے پر اک سوگواری مسکراہٹ ابھری اور ادا اس سے نظر نہ ہٹا سکی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟"

"دیکھ رہی ہوں کہ ہم کتنے جینٹل لوگ ہیں ناں... مجھے جب آج کے دن گھر پر تمہاری غیر موجودگی کا معلوم ہوا تو میں نے سوچا کہ تم ایک اچھے بیٹے نہیں ہو....."

"ہاں، آج کے دن میں چھٹی کرتا، گھر پر بھرے ہوئے پیٹوں والے لوگوں کو بلوا کر کھانا کھلاتا، خود چاہے ایک سپارہ بھی نہ پڑھتا مگر انتظامات کے چکر میں لوگوں سے ضرور پڑھواتا... جو پڑھتے کم، بولتے زیادہ ہاں تب میں ایک اچھا بیٹا ہوتا... تمہیں معلوم ہے یہ سب کرنا مجھے کیسا لگتا ہے..." اس کے لہجے میں کاٹ تھی۔

"کیسا...؟"

"sort of celebration" بخت نے کہا۔

"میری ماں کو تو میرے ہر اچھے عمل کا ثواب بلا واسطہ پہنچے گا۔ تو پھر یہ سب کیوں...؟ میں کسی یتیم خانے میں کھانا بھجواؤں آج کے دن یا سال کے کسی بھی دن... قرآن پڑھوں، کسی کے ساتھ نیکی کروں... آج کے دن یا سال کے کسی بھی دن اس کا ثواب ویسے ہی پہنچتا ہے۔ نیک اولاد صدقہ جاریہ ہے... تو پھر خاص اس دن یہ سب کرنے کی وجہ...؟ کسی کی موت کو بھی بھلا منایا جاتا ہے...."

اور وہ چپ کی چپ رہ گئی۔

"بابا کو یہ سب کر کے سکون ملتا ہے تو بس میں منع نہیں کرتا گو کہ میں اس دن سے خوف زدہ رہتا ہوں... پر اس کا آغاز تو طے ہوتا ہے تو میرا دل کرتا ہے جب یہ دن آئے تو ٹھیک اسی دن میں ایک اور کامیابی حاصل کروں... میں لاشعوری طور پر سارا سال آج کے دن کے لیے محنت کرتا ہوں اور معلوم ہے آج مجھے کیا ملا...؟"

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

"کیا.....؟" ادا کو حیرت ہوئی۔

بخت رک کر عین اس کے سامنے کھڑا ہوا..... دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے، اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ انتہائی دل کشی سے مسکرایا۔

"میں نے نور کمپنی کے لیے اپنی گاڑی خرید لی ہے۔" اور جب اس کا دایاں ہاتھ جیب سے باہر آیا تو اس میں ایک چابی تھی۔

"بخت.....!" ادا کا منہ کھل گیا۔ بے ساختہ اس نے دونوں ہاتھ گالوں پر رکھے..... اس خبر پر اس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

"ماں کو بتا کر آیا ہوں....." ناک سے سانس اندر کھینچتے ہوئے، اس کی آواز گیلی تھی..... اس کے حلق کو کسی شے نے بے دردی سے کاٹا اور آنسو ادا کی آنکھ سے گرا۔

"تم جیسا بیٹا ہر ماں کا نہیں ہوتا بخت..... تم واقعی میں اپنی ماں کا بخت ہو....." وہ بولی تو آواز لرز رہی تھی۔

"کاش امی ہوتیں....." جھکا ہوا سر اٹھا کر دور کہیں دیکھتے ہوئے اس نے اس حسرت سے کہا کہ ادا کی سسکی بے قابو ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ کر آنکھیں صاف کرتے ہوئے ادا نے خود کو کمپوز کرنا چاہا تھا اور وہ..... جیبوں میں ہاتھ ڈالے دور کہیں دیکھتے ہوئے لب بھینچے ہوئے تھا۔

"کوئی جیسی گزری ہی نہیں....." ادا نے خود کو اور اسے اس لمحے سے نکالنا چاہا۔

"بس مین روڈ تھوڑی ہی دور ہے....." اور پھر سے وہ ساتھ، ساتھ چلنے لگے۔ ان کے پاس سے دو تین ٹیکسیاں گزری تھیں۔ وہ دونوں ہی یوں انجان بنے کہ جیسے معلوم نہ ہو اور ان دونوں نے ہی ایک دوسرے سے اپنے یہ احساسات چھپائے تھے۔

☆☆☆

عبدالرزاق شام میں ان دونوں کو گھر چھوڑ آئے تھے..... تارا نے صبح کالج جانا تھا ورنہ وہ رہ جاتی۔ اور اب وہ دونوں باپ، بیٹا انتظار کر رہے تھے۔

"میں نے ولید اور تمہارا پراپرٹی شیئر الگ، الگ کروا دیا ہے۔ اس کے حصے کے کاغذات اسے میل کروا دیا..... ضرورت ہوئی تو آ کر خود ہی لے، لے گا کاغذات....." ان کے کہنے پر بخت نے ہاتھ روک کر انہیں دیکھا۔

"میرے حصے میں کیا آیا ہے؟" وہ نہایت تیکھی نگاہ سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس سوال پر عبدالرزاق نے سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"جو میں نے مناسب سمجھا....." ان کا لہجہ..... بے لچک تھا۔

"بابا....." اس کے کندھے ڈھلک گئے۔

"آپ انصاف کریں گے..... کوئی بے انصافی ہوئی تو میں خود وہ چیز اسے ٹرانسفر کر دوں گا....."

"جو کچھ اس نے کیا ہے..... اس سب کے باوجود تم..... میرے باپ نہ بنو....." وہ غصے میں آ گئے۔

"اس سب کا وراثت کے حصے سے کوئی لینا دینا نہیں..... یہ اس کا ایک ذاتی فعل تھا..... وہ آپ کا بیٹا ہے اور اتنے سال اس نے آپ کو سنبھالا..... ساتھ دیا....."

غزل

یہ زخمی جگر نہ جانے کیوں دیتا نہیں بھلانے
تقدیر ٹھہری منافقت دل آج بھی نہ مانے
وحشتیں، اداسیاں، رنج و غم یہ تنہائی
آیا تھا زندگی میں تو وہ مقدر میرا بنانے
آنسوؤں کی تھاپ پر رات رقص میں تھی تیری یاد
بن بلائے ہی آ گئی تھی وہ دل جلے کو رُلانے
تیری دل لگی اور میری دل کی لگی تھی شاید
یاد تیری لے آئی مجھے بھی آج منانے
آنسوؤں سے ڈوب جائیں گی بستیاں راحت
ہر شے ہی رو پڑے جو بیٹھیں داستاں سنانے
اب کے سال مٹ جائیں ہم، بے تمنا فقط یہی
مبارک ہو نیا سال تجھے اور ترے نئے یارانے

شاعرہ: راحت وفا سیالکوٹ

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

"محض اپنے فائدے کے لیے۔۔۔۔ اور یہ بھی اس کا ذاتی فعل ہی ہے کہ وہ پاکستان آئے۔۔۔۔ اپنی ماں کی قبر پر تو جائے پر اونچی عمر باپ کی شکل دیکھنے تک کا روادار نہ ہو۔۔۔۔" اس بات پر بخت نے ان کا چہرہ دیکھا۔

"کس نے بتایا آپ کو؟"

"تمہیں لگتا ہے کہ سارے شہر کی خبریں تمہارے پاس ہی ہیں۔۔۔ مجھے تو اس دن کا معلوم ہے کہ جس دن اس نے ائرپورٹ پر قدم رکھا تھا۔" اور بخت کے ذہن میں اک دم کلک ہوا۔۔۔ عبدالمالک۔۔۔۔ اس کے چچا سول ایوی ایشن کے ملازم رہے تھے سو ان کے تعلقات اب بھی اس ادارے میں موجود تھے۔

"اور تم کیوں اتنے اچھے بن رہے ہو؟" اب کے انہوں نے طنز سے کہا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں ساری عمر ولید اور اس کی ماں نے خاندان بھر میں جو ڈھنڈورا پیٹا۔۔۔۔ میں اسے سچ ثابت کر دوں۔۔۔۔؟ اور وہ آپ کی اولاد ہے۔۔۔ میں چاہے جو بھی ہوں۔۔۔۔ ہوں تو آپ کا بھتیجا ہی ہیں۔۔۔ میرے والد کا جو کچھ بنتا ہے۔۔۔ وہ آپ ضرور دیں مجھے۔۔۔ مگر میں آپ سے کچھ لینا نہیں چاہتا۔ وہ ولید کا ہے۔۔۔ آپ میرے اور اس کے لیے ایسے مسائل پیدا نہ کریں کہ ہم دونوں ہی مستقبل میں کورٹ کچہریوں کے دھکے کھاتے پھریں۔۔۔ honestly میرے پاس اس سب کے لیے وقت نہیں۔۔۔ اور یہ دیکھیں۔۔۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھ ان کے سامنے کیے۔

"ہاتھ سلامت ہیں میرے۔۔۔ کندھے توانا ہیں۔۔۔ میں خود کما سکتا ہوں۔۔۔ آپ کیوں وہ کام کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے عمر بھر کے لیے آپ اس کی شکل کو ترستے رہیں۔۔۔ وہ بیٹا ہے آپ کا۔۔۔"

"اس نے تو پھر بزنس مانگا ہے دے دوں کیا؟" چند لمحے۔۔۔ خاموش رہ کر دھیرے سے بولے۔

"اس نے مانگا ہے۔۔۔؟" وہ شاکڈ ہوا۔

"ہوں۔۔۔"

"کب۔۔۔؟"

"کبھی کبھار فون آ جاتا ہے اس کا۔۔۔"

"پھر۔۔۔"

"بزنس میں سے اسے صرف میرا حصہ ملے گا۔۔۔ وہ بھی تب تک کا جب تک تم نے اسے نہیں سنبھالا۔۔۔ رہ گیا یہ گھر تو اس میں بھی تمہارے باپ کا حصہ ہے۔ یہ آبائی گھر ہے ہمارا۔۔۔ عبدالمالک کو اس کا حصہ دے کر لے لیا تھا یہ گھر میں نے۔۔۔ عبدالرحمٰن کا حصہ ابھی رہتا ہے۔"

"جو بھی حصہ بنتا ہے وہ مجھے دے کر آپ یہ گھر دے دیں اسے۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ اب کی بار یہ نہیں ہوگا۔۔۔"

"تو۔۔۔؟" وہ الجھا۔

"تم میرے حصے کی رقم مجھے ادا کرو گے۔۔۔ اب کی بار تم میرا حصہ خریدو گے اور عبدالمالک کا حصہ میں تمہیں ہدیہ کروں گا۔۔۔ یہ گھر کہیں نہیں جائے گا۔۔۔"

"بابا۔" انداز بے بسی لیے ہوئے تھا۔

"بخت۔۔۔ ادا کو طلاق دے کر اس نے اپنی ماں کا بدلہ لیا ہے۔۔۔ میں جانتا ہوں، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی مگر وہ میری اولاد ہے۔۔۔۔ میں اسے تکلیف نہیں پہنچا سکتا مگر میں اسے یہ ضرور باور کراؤں گا کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے کیا شے کھو دی۔۔۔ لیلیٰ، خاندان بخت وہ جیسی زندگی جینا چاہتا ہے ویسے۔۔۔ شادی کر لی ہے اس نے۔۔۔ اچھی بات ہے اور اب اللہ اسے اس کے جیسی ہی اولاد دے۔۔۔" ان کے لہجے کے دکھ نے بخت کو اندر تک کاٹ دیا تھا۔

"تمریز۔۔۔!" انہوں نے آواز دی۔

"اٹھا لو یار کھانا۔۔۔ اب دل ہی نہیں رہا۔۔۔" سست انداز میں کہتے ہوئے وہ اٹھ کر لاؤنج میں چلے گئے۔

بخت نے ایک نظر اپنی پلیٹ کو دیکھا اور پرے کھسکا دی۔ وہ کھانا پلیٹ میں چھوڑنے کا عادی نہیں تھا پر اب اس کا دل سخت دکھا تھا۔

"تمریز برتن اٹھا کر بابا کے لیے قہوہ اور میرے لیے چائے لے آنا۔۔۔" یہ کہہ کر وہ ان کے پیچھے گیا

pklibrary.com

تھا۔ ان کے پاس بیٹھتے ہوئے، اس نے اپنا بازو ان کے کندھے پر پھیلایا۔

"یار بابا۔۔۔۔ اتنی اچھی خبر سنانے والا تھا میں آپ کو کہ۔۔۔۔" اور اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"کیا۔۔۔۔؟" انہوں نے سر اس کے بازو سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

"اپنی تور کمپنی کے لیے گاڑی خرید لی ہے میں نے۔" (اس سے پہلے وہ رینٹ پر گاڑی لیتا تھا) اور وہ اک دم سیدھے ہوئے۔۔۔۔ اس کا چہرہ دیکھا اور پھر دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے اس کا ماتھا چوم لیا تھا۔

"اللہ مبارک کرے، برکت دے۔۔۔۔" اور بخت نے مسکرا کر ذرا سا جھک کر ان کا ہاتھ اٹھا کر چوم لیا۔

ان دونوں کا تعلق۔۔۔۔ اس قدر گہرا اور اس قدر مضبوط تھا کہ کوئی دوسرا رشتہ اس گہرائی کو پاٹ نہیں سکتا۔۔۔۔ ولید عبدالرازق بھی نہیں۔۔۔۔

☆☆☆

یہ اسی دن کی رات تھی۔۔۔۔ کھڑکی کے بند شیشے کے پار سارے عالم پر چھائی ہوئی۔۔۔ رات خنک تھی۔۔۔۔ تارا کب کی سو چکی تھی اور باوجود ایک مصروف دن کے اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ کرسی پر بیٹھی، شال کی بکل مارے، دونوں پاؤں اوپر کیے۔۔۔۔ وہ کرسی کی بیک پر سر ٹکائے ہوئے تھی۔ اس کا دل اداس تھا۔۔۔۔ کتنے قریب سے دیکھا تھا ناں۔۔۔۔ آج ادا کو اندازہ ہوا اپنی ذات کے گرد دیواریں کھڑی کرنے والا وہ خود نہیں تھا۔۔۔۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جب سے یہ رشتے والی بات چلی تھی اس کا آنا ذرا زیادہ ہوا تھا۔۔۔۔ وہ اب بھی ویسا تھا۔ ضرورت سے کوئی بات کی۔۔۔۔ نہیں تو خاموش۔۔۔۔ بابا نے کچھ پوچھا نہایت تمیز سے جواب دیا۔ کوئی بحث ہے تو اک آدھ بات کرے گا۔۔۔۔ وہ آج بھی گھل مل جانے والی شخصیت نہیں تھا لیکن تب کیا لگتا تھا۔۔۔۔ روڈ، کونفڈ، بے پروا شخص۔۔۔۔ "لوگوں کو جانے بنا ہم کتنے آرام سے اور کتنے یقین سے ان کے بارے میں رائے قائم کر لیتے ہیں۔۔۔۔ ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں بھلا؟ کسی کے حالات و واقعات کو نظر میں رکھے بغیر کسی کے بارے میں رائے بھلا کیونکر قائم کی جا سکتی ہے۔ ہم کسی کے بارے میں اچھے گمانوں سے سوچتے ہی نہیں۔۔۔۔ ہم صرف بدگمانیاں پال لیتے ہیں اور پھر خود کو اس میں حق بجانب بھی سمجھتے ہیں۔ what a pity۔" اس نے جیسے خود کا استہزائیہ اڑایا۔

"تمہارے اور میرے حالات میں کس قدر فرق ہے۔۔۔۔ تم نے بنا باپ کے پرورش پائی پھر ماں نہ رہی اور پھر ولید اور تائی۔۔۔۔ لیکن پھر بھی تمہاری شخصیت میں کجی ڈھونڈنے سے ہی ملے گی۔ تم کس قدر سلجھے ہوئے ہو اور میں۔ جس نے ایک مکمل گھر، ماں اور باپ کے زیر سایہ نہایت موافق حالات میں زندگی کی تمام تر سہولتوں کے ساتھ پرورش پائی مگر میری شخصیت کس قدر ہو کس رہی۔" ادا نے سوچا۔

"بخت عبدالرحمٰن۔۔۔۔ میں تمہارے معیار تک نہیں پہنچ سکتی۔۔۔۔ تمہاری شخصیت کی محرمی کو نہیں پا سکتی۔۔۔۔ تم ایک نہایت ہی مہذب اور اپنے جیسی شریک حیات کے حق ہو۔۔۔۔ تم میرے جیسی خالی دل، خالی ذہن عورت کے لائق نہیں۔ گو کہ مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔۔۔۔ گو کہ تم بحیثیت شریک حیات ایک بہترین انتخاب ہو لیکن نہیں بخت عبدالرحمٰن۔۔۔۔ اب کی بار میں تمہیں زندگی سے ایک اور سمجھوتہ کرنے پر مجبور نہیں کروں گی۔۔۔۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں۔۔۔۔ لیکن میں خود کو بوجھ کی طرح تمہاری زندگی پر لاد نہیں سکتی۔۔۔۔ تمہارا یہ ہی احسان بہت ہے۔۔۔۔ کب تک تم دوسروں کے بھگتان بھرتے رہو گے۔۔۔۔ کب تک۔۔۔۔؟ سو۔۔۔۔۔ ادا عبدالمالک۔" وہ ایک گہری سانس بھر کر کرسی سے اٹھی۔

"It,s the time"

کھڑکی کے سامنے دونوں بازو سینے پر باندھے۔۔۔۔ اس کے جبڑے بھنچے ہوئے تھے، ابرو دوں کے درمیان دو بل نمایاں تھے۔ سختی سے ہونٹ بند کیے مگر سر اٹھا ہوا ہاں اس کی آنکھ نم تھی۔۔۔۔ اور وہ یوں دکھتی جیسے اس بھر آنے والی نمی سے وہ شدید خفا ہو۔

☆☆☆

www.pklibrary.com

"it,s the time"

دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھے، وہ پشت کے بل بیڈ پر یوں لیٹا تھا کہ آدھا جسم اوپر اور ٹانگیں نیچے تھیں۔ جوتے تک نہیں اتارے اور وہ چھت کو ٹک جھپکائے بنا تکتا رہا۔

"باوجود شدید خواہش کے، باوجود اس کے کہ تم سے پہلے اور تم سے بعد کوئی اور تم سا نہ ہوگا..... میں یہ نہیں کرسکتا..... جانتا ہوں کہ تم سے اظہار کروں تو تم انکار نہیں کروگی..... مگر میں تمہیں زیر بار نہیں کرنا چاہتا..... ایسے تعلق خراج کی حد میں تھوڑی باندھے جاتے ہیں..... آخر میں تمہیں اس حالت میں لاؤں ہی کیوں..... جہاں تمہیں لگے کہ ہاں میں اپنی زندگی دے کر بخت عبدالرحمٰن کا احسان اتار سکتی ہوں..... پر ادا عبدالمالک تمہاری زندگی ہی تو نہیں چاہیے دل چاہیے..... محبت ملے گی کیا؟ سمجھوتا نہیں چاہیے، روح کا بندھن چاہیے..... ہو پائے گا کیا؟ نہیں..... یہ آزمائش ہے اور ایسی کڑی آزمائش میں کیوں مبتلا کروں تمہیں؟ بخت عبدالرحمٰن کا کیا ہے..... اس کے تو بخت میں ہی یہ لکھا ہے..... پی جاؤ..... برداشت کرو..... صبر کرو..... سو تم پر بھی صبر کرلیا جائے گا..... پر ادا عبدالمالک ..... ایک بات میں شدت سے تمہیں بتانا چاہتا ہوں..... میرے علاوہ اور کون شخص ہوگا کہ جس نے تمہاری پُرسکون زندگی کی خواہش کی..... تمہیں خوش دیکھنا چاہا..... یہ خوشی تمہیں میرے ساتھ میں ملتی ہوتی تو کیا تم کبھی نہیں دیتیں؟ جاؤ ادا عبدالمالک..... میں نے تمہیں اپنی محبت سے آزاد کیا..... اڑو اور آسمان چھولو کہ میں واحد شخص کہ جس کی آنکھیں تمہیں آسمان کو چھوتا دیکھنا چاہتی ہیں..... میں صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں....." بخت نے سوچا۔

"بخت عبدالرحمٰن....." اس نے ایک نم، گہری، بوجھل سانس اندر کو کھینچی..... "تو تمہیں کسی کو ڈھونڈنا ہوگا..... کسی ایسے کو جو تم سے محبت کرے..... ایسی شریکِ حیات جسے تمہاری چاہ سے غرض نہ ہو..... and it,s the right time." اور جو بات ادا نے سب سے آخر میں سوچی تھی وہ بخت کی پہلی سوچ تھی۔

☆☆☆

آج کی صبح بہت بوجھل تھی۔ وہ حسبِ معمول کپوزڈ تھا۔ مگر آج آفس جانے کے لیے کی جانے والی تیاری میں وہ بات نہیں تھی۔ اس کے کندھے ڈھلکے ہوئے تھے..... ہاتھ سست پڑ رہے تھے..... اور آج تیار ہوتے ہوئے اس نے حسبِ معمول تبریز کو آواز بھی نہیں دی۔

"تبریز..... ناشتا وقت پر مل جانا چاہیے....."

"بخت بھائی! آپ کس دن میری وجہ سے لیٹ ہوئے ہیں؟" تبریز کی چہکتی ہوئی آواز آئی..... باوجود اس کے وہ معمول کی یہ تسہیہ کرنا نہیں بھولتا تھا۔

اس نے آئینے میں خود کو دیکھا..... اس کے حلق سے کچھ نیچے اترتا دکھائی دیا..... اس کے جبڑے بھنچ گئے۔ ماتھے پر دو بل نمایاں ہوئے۔ لائٹ گرے ڈریس شرٹ کے ساتھ، ڈارک گرے نیرو ڈریس پینٹ پہنے شرٹ کے ہم رنگ ڈارک گرے ڈائس والی ٹائی لگائے، بنا جرابوں کے موکیشن پہنے وہ ایک بھرپور مرد تھا..... خود کو دیکھتے ہوئے وہ اِک دم دونوں ہاتھ ڈریسنگ ٹیبل کے کناروں پر رکھ کر جھکا..... چند لمحے آنکھیں بند کرکے نہ جانے وہ کس شے کو ضبط کرتا رہا..... جب سیدھا ہوا تو وہ اضطراری کیفیت کسی حد تک قابو میں آچکی تھی اور پھر اس نے اپنا سیل فون اٹھایا تھا۔

☆☆☆

رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے وہ صبح بھی دیر سے اٹھ سکی تھی..... ساڑھے دس ہو رہے تھے، تارا کالج جاچکی تھی۔ کمرے کے باہر ایک سکوت چھایا ہوا تھا۔ ایسا ہی سکوت اسے خود پر، اپنی ذات پر، اپنے دل پر چھایا ہوا محسوس ہوا۔ منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے اس تاثر کو زائل کرنا چاہا..... اپنے لمبے گھنگرالے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹتی ہوئی وہ بستر سے اتری..... ننگے پاؤں چل کر کھڑکی تک آئی..... پردے ہٹاتے ہوئے اس نے کھڑکی کھولی..... وہ ایک چمکیلی،

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

سنہری دھوپ والا دن تھا۔۔۔۔ آنکھیں بند کیے، چہرہ ذرا سا اوپر اٹھائے اس نے سورج کی تپش کو چہرے پر محسوس کرنا چاہا۔۔۔ چند لمحے وہ یوں ہی آنکھیں بند کیے کھڑی رہی۔۔۔۔ پر تپش تو چہرے پر پڑتی نہیں تھی۔۔۔ وہ کہیں اور جا پڑتی تھی۔ بیچارگی سے آنکھیں کھول کر اس نے کندھا کھڑکی سے ٹکایا۔

"یہ so hard والی فیلنگز کیوں آرہی ہیں۔۔۔۔" وہ جن احساسات کا شکار نہیں ہونا چاہ رہی تھی۔ ٹھیک وہ ہی احساسات اس پر حاوی ہو رہے تھے۔ پر یہ تو طے تھا، اٹل تھا، یہ تو کرنا ہی تھا نا۔۔۔۔ نہ کیے بنا بھلا کیا چارہ تھا؟ بڑے بوجھل دل کے ساتھ وہ کھڑکی سے ہٹی۔۔۔۔ فون اٹھاتے ہوئے ہاتھ جیسے شل ہو رہے تھے۔

"اگر ولید سے شادی ایک غلطی تھی تو کہیں بخت سے انکار فاش غلطی نہ بن جائے۔۔۔" اس ایک دم آنے والی سوچ سے اس کے حلق میں سے کچھ نیچے اترتا محسوس ہوا۔

"اس جیسا کوئی ملے گا کیا؟"

اور اس کے ہاتھ کپکپائے۔

"اس جیسی عزت۔۔۔۔ اس جیسا مان کوئی دے پائے گا کیا۔۔۔" ابھی تو ایک زندگی پڑی تھی۔ دل پر اس قدر شدید ضرب پڑی کہ بے ساختہ اس نے آنکھیں میچ لیں۔

"محبت؟ محبت کسے چاہیے زندگی سے اب۔۔۔۔؟ عزت سے جینا ہے اب تو۔۔۔۔ اس داغ کے ساتھ جو۔۔۔۔ بے قصور ہوتے ہوئے بھی ماتھے پر داغ دیا گیا۔۔۔" دل کو جیسے کسی نے دو انگلیوں میں مسلا تھا۔

"اور بخت کے علاوہ کوئی اور ایسا مل گیا تو یقیناً میں بخت آور ہی ہوں گی۔۔۔۔ اور میں۔۔۔۔ میں اتنی بخت آور ہوتی تو ولید یوں مجھے رسوا کرتا؟" ہونٹ لرز رہے تھے، ناک ضبط کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھی۔۔۔۔ آنکھوں میں جیسے مرچیں سی بھر گئی تھیں۔ دل کی اتنی ساری temptation پر دماغ کا ایک فیصلہ بھاری رہا۔

وہ خود غرض نہیں تھی۔۔۔۔ وہ چاہ کر بھی اس حالت سے باہر نہیں نکل پا رہی تھی۔۔۔۔ پر یہ تو کرنا ہی تھا نا۔۔۔۔ نہ کیے بنا کیا چارہ تھا بھلا؟ بڑے بھاری دل کے ساتھ اس نے فون اٹھایا۔۔۔۔ سوائپ کیا۔۔۔۔ پیٹرن لگایا۔۔۔۔ واٹس ایپ چیٹ کھولی اور آگے بخت کا پیغام موجود تھا۔

"it,s the time Ada...."

اور اس کا دل دھک کر کے رہ گیا۔

☆☆☆

دن کے بعد شام معمول کی طرح ہر گھر میں اتری تھی۔ عبدالمالک کے گھر پر بھی اور عبدالرزاق کے گھر پر بھی۔۔۔

بخت اور عبدالرزاق لاؤنج میں بیٹھے ٹی وی اسکرین پر نظریں جمائے فٹ بال میچ دیکھ رہے تھے۔ سامنے میز پر ڈرائی فروٹ ٹرے رکھی ہوئی تھی۔ بخت نے آگے جھک کر چند نٹس مٹھی میں اٹھائے۔ انہیں پھانکتے ہوئے اس نے ایک نظر عبدالرزاق کو دیکھا۔ وہ موبائل پر کسی سے چیٹ کر رہے تھے۔ وقتاً فوقتاً عینک کے اوپر سے ایک نظر LED پر بھی ڈال لیتے اور کوئی نہ کوئی جملہ داغ دیتے۔

عبدالمالک کے گھر میں شام کے کھانے کی تیاری کی جا رہی تھی۔۔۔ ادا اور اس کی ماں کچن میں تھیں۔ ادا روٹیاں بیل رہی تھی اور وہ سینکتی جا رہی تھیں۔ اس نے کتنی دفعہ ماں کا چہرہ دیکھا۔۔۔۔ حلق تر کیا۔۔۔۔ ذرا سا کھنکھار کر گلا صاف کیا۔۔۔ مگر پھر جب ماں کے چہرے کو دیکھتی تو ساری ہمت ہوا ہو جاتی۔

دوسری طرف بخت کا منہ چل رہا تھا۔ اس کی نظریں اسکرین پر مگر دماغ کہیں اور۔ تانے بانے بن رہا تھا۔۔۔ اک لمحے کے لیے۔۔۔۔ اس کا چلتا منہ رکا۔۔۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں ذرا دیر کو ساکت ہوئیں اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ریموٹ اٹھایا۔۔۔۔ والیوم کم کیا۔

"بابا۔۔۔۔"

"ہوں۔۔۔۔" وہ متوجہ ہوئے۔

"وہ قاضی صاحب ہیں نا اپنے۔۔۔۔؟" وہ کہہ رہا تھا۔

اس کی ماں توے سے روٹی اتار کر ہاٹ پاٹ میں رکھنے کو مڑی۔۔۔۔ ماں کی پشت کو دیکھتے ہوئے اس نے جلدی، جلدی سے ذہن میں جملے ترتیب دیے لیکن

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

جیسے ہی امی مڑیں...... سارے جملے گڈمڈ ہو گئے...... تتر بتر ہو گئے...... اماں کے کندھے ڈھلک گئے اور اس نے ایک گہری سانس بھر کر جیسے ہار مانی تھی...... اسے امی کا متوقع ردعمل ڈرا رہا تھا۔

اور اُدھر عبدالرزاق کہہ رہے تھے۔

”بھئی کیا ہوا قاضی صاحب کو......“

”ہاں۔“ (وہ لیگل ایڈوائزر تھے ان کی کمپنی کے۔) موبائل کو سائیڈ پر رکھتے ہوئے وہ پورے کے پورے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

”ان کی بیٹی سے ملے ہیں آپ کبھی؟“

”شاید ملا ہوں مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو......؟“

”میں ملا ہوں...... لا پڑھ رہی ہے اور پھر اکثر قاضی صاحب کے آفس میں آتی جاتی رہتی ہے۔“

”تو......؟“ وہ ابھی تک بات کا سرا پکڑ نہیں پائے تھے۔

"I am interested in her" اس نے اتنے آرام اور عام انداز سے کہا تھا کہ عبدالرزاق کو لگا انہیں سننے میں غلطی ہوئی۔

”کیا کہا تم نے؟“ ایک جھٹکے سے انہوں نے صوفے سے لگائی ہوئی ٹیک چھوڑی۔

”یہ ہی کہ اچھی لڑکی ہے۔ ذرا بات کروائیں اس کا......“

”بخت......“ لہجے میں حیرانی (+) مع دکھ بھی تھا۔

”بابا......“ اس نے رسان سے کہتے ہوئے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔

”اگر یہ ہی کرنا تھا تو اس کا اتنا وقت کیوں ضائع کیا؟“ وہ بہت دکھی ہوئے۔

”وقت اس نے مانگا تھا...... اگر آپ کو یاد ہو تو......؟“

اور وہ جیسے لاجواب ہوئے...... چند لمحے خاموشی کے لیے وقف ہوئے۔

”تم انتظار نہیں کر سکتے کیا؟“ ان کا لہجہ کمزور تھا۔

”اور کتنا بابا......؟“

”پسند کرتے ہو اسے پھر بھی؟“

”پسند کرنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ زندگی میں ٹھیک وقت پر غلط کام کیے جائیں...... اور اگر اس کا دل ”مجھ پر“ راضی نہیں تو پلیز اس کو مجبور نہ کریں...... اسے اپنی زندگی جینے دیں...... ضروری تو نہیں جسے چاہا جائے...... اسے اپنایا بھی جائے......“ پُرسکون انداز، وہ ہی ٹھنڈی مسکراہٹ وہ پھر چپ ہو گئے۔

”میں تو یہ سمجھنے لگا تھا کہ تم دونوں میں اچھی خاصی انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی ہے تو......“ وہ الجھے۔

”وہ تو ہے......“ برملا اعتراف ہوا۔

”پھر......؟“

یار......!“ وہ ہنس دیا۔

”انڈر اسٹینڈنگ کیا بابا...... بہت اچھی دوست ہے وہ میری...... پر پھر بھی ان دونوں باتوں کا مطلب یہ کہیں سے بھی نہیں نکلتا کہ جس سے دوستی ہو، اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہو اس سے شادی بھی کر لی جائے......“

”بخت تم مجھے الجھا رہے ہو......“ وہ واقعی سمجھ نہیں پا رہے تھے۔

”بابا...... اگر آپ اس ساری بات کو شروع سے دیکھیں تو الجھیں گے نہیں...... پہلے میرا پروپوزل دیا...... اس نے انکار کیا...... پھر وہاں سے کہا گیا۔ (وہ ولید سے انتقام والی بات گول کر گیا) اور پھر وقت مانگا گیا آپ کو اس سب میں کیا منطق نظر آ رہی ہے؟ وہ اس رشتے پر راضی نہیں...... یہ اس کی impulsive حرکات سے صاف نظر آ رہا ہے...... وہ دباؤ میں ہے۔ اس کے ساتھ پہلے جو ہوا...... وہ کم نہیں ہے بابا! وہ کس ٹراما، کس کیفیت سے گزری ہے اس کا تھوڑا سا اندازہ تو کریں اور پھر اسی شخص کے بھائی کے ساتھ منسلک ہو کر اسی گھر میں زندگی گزارنا...... یہ آسان نہیں ہے...... کم از کم اس جیسی لڑکی کے لیے تو بالکل بھی نہیں...... میں اسے پسند کرتا ہوں...... اسی لیے میں اس کے ساتھ یہ ظلم نہیں کرنا چاہتا...... آپ لوگ بھی خدارا یہ مت کریں...... کیا خدا نے آپ لوگوں کو اس کا بخت دکھا دیا؟ کہ جس کا ضامن صرف بخت عبدالرحمٰن ہی ہے...... یہ دنیا اچھے لوگوں سے خالی ہو گئی۔ کیا؟ کرۂ ارض پر کوئی ایک شخص تو......

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

بخت عبدالرحمٰن کے علاوہ ہوگا اس کے لیے..." وہ پیچے ان سے زیادہ خود کو باور کرا رہا تھا۔ "آپ نے دیکھا اس میں کس قدر مثبت رجحان پیدا ہوا ہے۔"

"لیکن یہ بھی تو تمہاری وجہ سے ہوا ہاں..." انہوں نے ایک دم بات کاٹی۔

"چلیں مان لیتے ہیں... میری وجہ سے ہوا... کیا چاہتے ہیں کہ اپنی اس بھلائی کا بدلہ مانگوں اس سے؟ اور وہ مجبور ہو کر ہاں کہہ دے اور یہ جو سارا مثبت رجحان اس میں پیدا ہوا اب وہ دوسرے ضرب لگ کر ختم ہو گا... یہ لکھ کر رکھ لیں..." تھوڑی دیر کے لیے وہ دونوں ہی خاموش ہو گئے۔

"کیا تمہاری محبت میں اتنی طاقت بھی نہ ہو گی بخت کہ اسے سنبھال سکو..." وہ ایک ٹانگ موڑ کر اور ایک ٹانگ زمین پر رکھے صوفے پر بیٹھا تھا۔ اس سوال پر وہ دست روی سے سیدھا ہوا... فوری طور پر جواب نہ دے سکا۔

"بخت میری محبت کی تو بے شک نہیں بابا... بات اس کی مرضی اس کے دل کی مرضی کی ہے... اور میرا موقف بس اتنا ہے کہ اسے آزاد چھوڑ دیں، اپنے پیروں پر کھڑا ہونے دیں... ایک مستحکم پوزیشن میں آنے دیں، آپ کو لگتا ہے کہ میں جلدی کر رہا ہوں... مجھے انتظار کرنا چاہیے۔ نہیں بابا... میں تو بس اس کے لیے راہ ہموار کر رہا ہوں، آسان بنا رہا ہوں... تاکہ وہ کسی بھی قسم کے دباؤ کے بغیر اپنے لیے جو چاہے جیسا چاہے فیصلہ کر سکے... میں، آپ یا اس کے ماں، باپ، ہم اسے مجبور نہیں کر سکتے... ifs and buts کے ساتھ اسے لا کر بھی نہیں... کیا یہ اس کا مذہبی تو کوئی معاشرتی حق نہیں؟"

"بخت عبدالرحمٰن..." چند لمحوں بعد وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر گہری سانس لیتے ہوئے اٹھے تھے۔

"تم فیصلوں میں بالکل اپنی ماں جیسے ہو... intrepid" اور اس نے ایک بار پھر صوفے سے ٹیک لگا کر والیوم اونچا کر دیا... کہ اندر بہت شور تھا... اور دوسری طرف عبدالمالک کے گھر پر رونیاں بھی

ماہنامہ پاکیزہ کی دیرینہ پرستار

مایہ ناز ناول نگار

بشریٰ امیر

کا نیا ناول

حوصلہ شرط طوفاں ٹھہرا

مصنفہ کے قلم کا شاہکار مرقع

حیات انسانی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت

مہارت و خوب صورتی سے اجاگر کرتا دلچسپ ناول

جلد ہی پاکیزہ قارئین کی بے شمار فرمائشوں کی نذر

www.pklibrary.com

پک جکیں، کھانا بھی لگ چکا تھا..... بلکہ کھا بھی لیا تھا اور وہ بتا حال منہ سے ایک لفظ نہیں پھوٹ سکی تھی۔ وہ جان چکی تھی کہ اسے اپنے فیصلوں میں ثابت قدم رہنے کے لیے ابھی اور سیکھنا ہوگا..... وہ ماں سے بھی براہ راست بات نہیں کر سکتی۔

☆☆☆

"السلام علیکم..... آج کا ہمارا vlog نہاری کے متعلق ہے کہ کس طرح سے نہاری....."

"نہیں..... نہیں....." اس نے ہاتھ کے اشارے سے تارا کو منع کیا۔

"نہاری کے نہیں..... نہاری کے لیے گوشت کیسا ہونا چاہیے اس کے متعلق ہے..... السلام علیکم آج کا....." اس نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا..... اور پھر ادھر سے ادھر بے چینی سے چکر لگاتے ہوئے لائنز دہرانے لگی۔ جب کوئی آرڈر ملتا تو گروسری سے لے کر پیکنگ تک کی ویڈیو وہ بناتی تھی۔ ساتھ، ساتھ vlog کا سلسلہ بھی شروع کروایا تھا۔ اس کی ایک دوست کے گھر ناشتے کی دعوت تھی۔ اس کا آرڈر ملا تھا۔ "تارا..... پھر سے کرتے ہیں....." ان کاموں میں تارا اس کی بہت مدد کرتی تھی..... تارا نے موبائل آن کیا۔

"ایک منٹ....." اس نے گلے پر ہاتھ رکھ کر کھنکھار کر گلا صاف کیا۔ دو چار لمبی، لمبی سانسیں لیں۔

"السلام علیکم..... نہیں..... ایسے نہیں....." اسے سلام تھوڑا دھیما لگا۔

"السلام علیکم....." مسکراتے ہوئے وہ جوش سے بولی۔

اور پھر ساری لائنز دہرا کر اس نے اوکے کا اشارہ کیا۔ اور اب کی بار وہ جیسا تیسا ہی کسی ریکارڈ کروانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"آپی..... یہ پہلے جیسا نہیں ہے....." تارا ویڈیو کو بار، بار چلا کر دیکھ رہی تھی۔

"اچھا چلو جیسا بھی ہے۔ چلو چلیں..... مارکیٹ بھی جانا ہے....." وہ اپنی کالی چادر اٹھاتے ہوئے بولی۔ سبزی، فروٹ، گوشت، مسالاجات ان سب کے لیے بخت کے تعلقات بڑے کام آتے تھے۔ جن تھوک کی دکانوں سے وہ اپنی فوڈ کمپنی کے کھانوں کے لیے سامان خریدتا تھا اس نے امی کا ریفرنس سے ادا کو بھی متعارف کروایا تھا۔ سوائے ویڈیو بنانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔

"تو جناب ہم مارکیٹ....."

"کیا ہوا.....؟" جیسے ہی ادا نے اسٹارٹ لیا تارا نے ویڈیو بناتے ہاتھ ایک دم نیچے گرا دیے تھے۔

"آپی..... یہ کام بعد میں کرتے ہیں پہلے کچھ کھا نہ لیں....."

"تارا..... ہم یہاں....."

"ہاں..... ہاں معلوم ہے کیا کرنے آئے ہیں، یہ ابھی تو چلیں ناں کچھ نہیں ہوتا ایک آدھ گھنٹے سے۔"

قریبی ایک چھوٹی سی فوڈ شاپ میں وہ آئی تھیں۔

"یہ ایک دم تمہیں یہاں آنے کی کیا سوجھی.....؟" کرسی گھسیٹ کر ادا بیٹھتے ہوئے بولی۔

"بتاتی ہوں....." اس کے مقابل کرسی کھینچتے ہوئے تارا بیٹھی تھی۔ آرڈر کرنے اور سرو ہونے کے بعد تارا اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"آپ مجھے ٹینس لگ رہی ہیں..... میرے خیال میں تب سے جب سے ہم بابا کے گھر سے ہو کر آئے ہیں....." اس کا منہ تک جاتا چمچ رک گیا..... وہ ٹھنڈی پڑ گئی۔

"مجھے بتائیں آپی..... اچھوٹی ہوں کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں مگر آپ شیئر تو کر سکتی ہیں ناں....." تارا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی..... ادا نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا..... اور پھر ذرا سا مسکرا کر تارا کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھا..... تارا نے اس کا ہاتھ بڑا سا دبا کر چھوڑ دیا۔

"ہاں..... میں پریشان ہوں....." اس نے آرام سے اعتراف کیا۔ تارا نے اس کے چہرے پر واضح طور پر اس پریشانی کی لہر کو ابھرتے دیکھا۔

"کس لیے آپی.....؟"

"بخت والے معاملے کو لے کر....."

"کیوں؟" اور اس نے تشویش کر تارا کو دیکھا پھر

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

www.p...y.com

ہونٹ دانتوں تلے دباتے ہوئے نظروں کا زاویہ بدلا۔

"میں......" اس کا دل ڈوب کر ابھرا۔

"انکار کرنا چاہتی ہوں......" اور تارا کا منہ کھل گیا۔ وہ اتنی حیران ہوئی کہ کچھ کہہ ہی نہیں سکی تھی۔

"ایسا کیوں کرنا چاہتی ہیں آپ؟ بخت بھائی اتنے اچھے تو ہیں......" وہ تڑپ کر بولی۔

"اچھا ہے...... اسی لیے تو......" ادا نے بیزار ہو کر کنپٹی مسلی۔

"تارا میں......" اور وہ جو کچھ بولنے جا رہی تھی، اس کی شکل کو دیکھ کر ایک دم رک گئی۔

"تارا...... ہاں...... تارا...... کمال ہے، میں نے پہلے کیوں نہ خیال کیا۔"

"سنو تارا......" وہ آگے کو جھکی۔

"میرا انکار تم امی تک پہنچاؤ گی......" اور ایسا کہتے ہوئے اس کی آنکھوں، لہجے اور الفاظ میں بڑی بہنوں والا انتہائی رعب تھا۔

"میں......؟" تارا بدکی۔

"ہاں تم اور اگر تم نے آنا کانی کی اور امی، ابو مجھ سے پوچھنے آگئے تو میں کہہ دوں گی کہ میں نے تارا سے کہا تھا کہ آپ کو مطلع کر دے......" دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کرسی کی پشت سے اپنی پشت ٹکائے، مسکرا کر بولی۔

"آپی......" تارا شاکڈ ہوئی۔

"چلو...... شاباش، ختم کرو یہ" پچکار کر کہتے ہوئے اس نے پلیٹ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ یہ تارا کے چہرے پر تو ہوائیاں اڑی جا رہی تھیں۔

"یہ بڑی ٹینشن کی بات ہے......" وہ دانت کچکچا کر رہ گئی۔

☆☆☆

سات ماہ آٹھ دن اور دس گھنٹے بعد......

اس کا انکار ماں باپ تک پہنچ گیا تھا اور اس وقت اس کی پیشی چل رہی تھی...... امی، ابو جی اس کے سامنے صوفے پر بیٹھے تھے۔ اور وہ کرسی کے ہتھوں پر دونوں ہاتھ ٹکائے بے حس و حرکت...... امی کچھ کہہ رہی تھیں۔ کیا...... اس نے کان لگا کر سننا چاہا تو اپنی ہی آواز آئی۔

سات ماہ آٹھ دن اور دس گھنٹے......

"اور بخت عبدالرحمٰن! تم نے میری زندگی کو گھما کر ایسا پلٹا ہے کہ اس نئے زاویے پر میرے پاؤں تو ٹھہر گئے ہیں پر دل نہیں ٹھہر رہا......" اور وہ ایک دم چونکی، چونک کر سامنے بیٹھے نفوس کو دیکھا...... امی نے گھٹنا ہلا کر ابو کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہا تھا...... کیا؟ وہ پھر سے سن نہ پائی اور اب کی بار ایسا لگا کہ بہت سی آوازیں تھیں...... مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے مشابہ...... جیسے اس کے اردگرد کا منظر تو تیزی سے بدل رہا ہے مگر وہ یوں ہی کرسی کے ہتھوں پر دھرے ہاتھوں والے بازو اور گردن ذرا سی ترچھی کیے ساکت تھی...... اس کے آگے پیچھے کا دائیں بائیں کا...... اوپر نیچے کا منظر جلدی، جلدی بدل رہا ہو پر وہ وہیں تھی۔ ان دو نفوس کے منہ تیز تیز چلتے تھے، ہاتھوں کی حرکت میں بھی تیزی تھی پر وہ اسی پوزیشن میں ساکت تھی جیسے اس کے اردگرد کی بھگدڑ تو فاروڈ ہو رہی ہے مگر وہ نہیں اور پھر سب، ایک دم بھک سے اڑ گیا۔ اس کی گردن نے آگے کی طرف جھٹکا کھایا...... دماغ میں سائیں، سائیں ہونے لگی...... اسے محسوس ہوا جیسے اس کی کرسی کہیں معلق ہے اسے اپنے بھاری پن کو سنبھالے رکھنے میں مشکل پیش آئی۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے زمین آسمان کے درمیان، کرسی پر بیٹھے ہوئے وہ کہیں معلق ہے...... سامنے تاحد نگاہ دن چڑھا، نیلا آسمان نظر آتا تھا اور دور، دور تک کوئی ذی روح نہ تھا...... اک سناٹا تھا...... گہرا بہت ہی گہرا...... عجیب سناٹا...... ایسے جیسے کہ پوری کائنات میں وہ اکیلی بچ جانے والی روح ہے اور کوئی نہیں...... کوئی نہیں...... وہ اس کرۂ ارض پر اکیلی ہے...... بالکل اکیلی...... اور پھر ایک دم۔ "ٹرن...... ٹرن...... ٹرن......" فون بہت زور سے بجا تھا۔ اس آواز نے اس کے جسم کو زبردست جھٹکا دیا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر آس پاس دیکھا...... وہاں اب کوئی نہیں تھا۔

"ٹرن......" اتنے میں فون کی آواز دوبارہ آئی اور ادا عبدالمالک کی آنکھ بھر آئی۔ اس نے سر ہاتھوں پر گرا لیا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

ساری کہانی اسی "لمحہ" سے ہی تو شروع ہوئی تھی۔

☆☆☆

یہ ایک بڑی سی مسجد کا منظر تھا۔۔۔ بیرونی گیٹ سے ایک سیدھی پختہ سڑک عمارت تک جاتی تھی۔ سڑک کے دونوں اطراف میں سبزہ زار تھے۔ مسجد کی عمارت سرخ اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھی۔ (لگتی سرخ کہ جیسے بادشاہی مسجد ہے) عمارت کا اونچا، بڑا سا لکڑی کا دروازہ اس وقت کھلا ہوا تھا۔ دروازے کے باہر دونوں اطراف میں لوہے کے اسٹینڈ پڑے تھے۔ جو جوتوں سے بھر چکے تھے۔ اسی بنا پر دروازے کی چوکھٹ پر بھی بہت سے جوتے اتارے ہوئے نظر آرہے تھے۔ اندر داخل ہوں تو اونچی چھت والا گولائی لیے ہوئے ایک بڑا ہال تھا۔۔۔ اندر گہرا سکوت تھا معاً امام صاحب کی آواز گونجی۔

"اللہ اکبر۔۔۔!" اور ایک ہلچل سی پیدا ہوئی اور پھر سارے سر جھک گئے۔ وہاں جمعے کی نماز کا بڑا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ کل رات عبدالمالک کو عبدالرازق کا پیغام ملا تھا کہ "عرصہ ہوا شاہ صاحب کا درس سنے سو جمعہ اکٹھے پڑھنے جائیں گے۔" سو وہ دونوں یہاں جمعہ ادا کرنے آئے تھے۔ جمعے کے خطبے اور نماز کے بعد درس تھا۔ درس سننے کے ساتھ ہی عصر ہوگئی۔ وہ عصر پڑھ کر مسجد سے نکلے تھے۔ ساتھ، ساتھ چلتے ہوئے وہ دونوں ہی بہت خاموش تھے۔

"آؤ۔۔۔ وہاں ذرا بیٹھتے ہیں۔۔۔" سبزہ زار میں لگی بینچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عبدالرازق نے کہا۔ دھوپ آسمان کے کنگروں سے نیچے اتر رہی تھی۔

"عبدالمالک! بخت اور ادا والی بات طول ہی پکڑ گئی ہے۔" وہ چلتے ہوئے بولے۔ "میری تو خود سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بچے آخر چاہتے کیا ہیں۔"

عبدالمالک بھی کچھ سست سے تھے۔

"میرا خیال ہے عبدالمالک۔۔۔ یہ بات نہیں بننے والی۔۔۔"

گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر۔۔۔ وہ بینچ پر بیٹھتے ہوئے بولے۔ عبدالمالک کیا کہتے۔۔۔ ان کی بیٹی نے تو صاف انکار کر دیا تھا۔ پہلے ان کا جی چاہا کہ بتا دیں۔۔۔ پھر بدمزگی کے ڈر سے چپ رہے۔۔۔ جو وہ سمجھ رہے تھے۔ ویسا ہی ٹھیک تھا۔

"آپ بتائیں بھائی جان! کیا کریں؟ سامنے بٹھا کر بھی پوچھ لیا۔۔۔ ادا کی ایک ہاں ہے۔۔۔ وقت چاہیے۔۔۔ وقت چاہیے۔ اب کتنا وقت چاہیے؟" وہ زچ نظر آئے۔

"چھوڑو دو اسے۔۔۔ اس کے لیے آسان نہیں ہے یہ۔۔۔ اللہ اس کے حق میں بہتر کرے گا۔۔۔ میں نے تو چاہا تھا کہ ہمارا تعلق مضبوط ہو جائے پر جو رب کو منظور۔۔۔ ولید نے جو کیا میں تاحیات معاف نہیں کروں گا اسے۔۔۔ میری معصوم بچی کی اچھی بھلی پیشانی داغ دار کی۔۔۔ ناحق طلاق دی۔۔۔ میرا رب اسے کبھی معاف نہ کرے۔۔۔" گلوگیر لہجے میں کہتے ہوئے انہوں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔

"نہ بھائی جان۔۔۔ نہ۔۔۔ یوں نہ کہیں۔۔۔ اولاد ہے آپ کی۔۔۔ جو ادا کی قسمت بددعا نہ دیں اسے۔۔۔" وہ ایک دم ان کی اٹھی انگلی والے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولے تھے۔

دونوں بھائیوں پر چند لمحے غم زدہ سی کیفیت طاری رہی۔

"سوچا تھا کہ کسی غیر نے جو آکر حکومت کرنی ہے۔ وہ ہی میری اپنی بیٹی، میرا خون کرے گی۔۔۔ پر جو قسمت۔۔۔" ٹھنڈی، ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے۔۔۔ عبدالرزاق کا ملال تھا کہ جاتا نہیں۔۔۔

"چلیں آئیں۔۔۔ انہیں۔ حمید کے کھوکھے سے چائے پیتے ہیں۔۔۔ عرصہ ہو گیا ادھر آئے ہوئے۔۔۔" بازو سے پکڑ کر انہیں اٹھاتے ہوئے عبدالمالک نے ان کا دھیان بٹانا چاہا۔۔۔ اور پھر وہ دونوں مست روی سے چلتے ہوئے چائے پینے چلے گئے۔۔۔ عبدالمالک نے انکار کیا نہ عبدالرازق نے کچھ کہا۔۔۔ جو جیسا تھا۔۔۔ حالات کے دھارے پر بہنے کے واسطے چھوڑ دیا گیا تھا۔

☆☆☆

گھٹنوں پر ہاتھ رکھے، رکوع کی حالت میں جھکے اس کی سانس چڑھی ہوئی تھی سارا چہرہ پسینے میں تربتر تھا۔ ناک کی پھننگ سے پسینے کے قطرے ٹپ، ٹپ بہتے تھے۔ چہرے کے خدوخال میں غصے اور غم کی جھلک بڑی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

واضح تھی۔ اتنا طیش تھا کہ اس کے ہونٹ پھڑپھڑائے۔
"haww...auww" ایک دم سیدھا ہوتے ہوئے..... اس نے ایک زوردار پنچ sand bag کو مارا تھا..... اس کے حلق سے شدت سے آواز نکلی تھی۔ ہر ایک شخص نے طریقے ڈھونڈ رکھے ہیں کہ کس طرح سے زندگی کی مشکلات، مصائب اور دکھوں کو جھیلنا ہے..... بخت عبدالرحمٰن کے لیے دکھ، مشکلات، مصائب، ایک انرجی میں بدل جاتی تھی جو اس کی problem solving skills. کو بڑھا کر..... اسے ان تمام مسائل سے نکلنے میں مدد کرتی تھی..... لیکن اب معاملہ الٹ پڑ گیا تھا..... یہ ولید کا رویہ نہ تھا..... جو ختم ہو جاتا..... یہ تائی شازیہ کے طعنے نہ تھے..... جن سے بچنے کے لیے گھر سے دور رہا جاتا..... یہ خاندان والوں کی سرد مہری نہ تھی..... جو جواب میں وہ بھی سرد مہری دکھا دیتا..... یہ اس کی اسٹڈی کا کوئی سمسٹر نہیں تھا جو فریز کروا دیا جاتا..... یہ اس کی بزنس بڑھانے کرنے کی کوئی کوشش نہ تھی جو بار آور ثابت نہ ہوتی تو پھر کر لی جاتی۔ یہ ادا عبدالمالک تھی..... یہ اس کی محبت تھی۔

اس نے پے در پے وار sand bag پر کیے۔

"کیا ہے جو میں اسے اسی سے مانگ لوں؟ کیا ہو گر میں یہ اظہار کر دوں..... کہ ادا عبدالمالک میں نے تمہیں ہمیشہ سے چاہا تھا..... پر حالات میرے حق میں نہ ہو سکے۔"

sand bag جس پر باکسنگ سیکھنے والے پریکٹس کرتے ہیں۔ شدید قوت لگنے سے پیچھے تک گیا اور پھر واپس اسی رفتار سے آیا..... بخت نے دونوں بازوؤں میں تھام کر اسے روکا..... حالت توازن میں لایا..... اور اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ punch لگائے تھے۔

"اور حالات تو میرے حق میں کبھی ہوئے ہی نہیں..... تو کیا کروں.....؟ کہہ دوں تم سے؟ دوستی کا تاوان مانگ لوں؟ کیا ہو جائے گا..... ذرا سی ناپسندیدہ زندگی ہی ہوگی ناں تمہارے لیے..... ایڈجسٹ کر لوگی تم..... مجھے معلوم ہے..... گزارہ ہو جائے گا..... سمجھوتا کر لوگی..... میری محبت زندگی کے کسی دن شاید تمہارے دل میں کوئی کنول کھلا دے گی..... کیا خبر؟ ادا عبدالمالک۔ کیا تم کو مجھ میں کوئی ایک ایسی شے بھی نہیں ملتی..... جو تمہیں..... تمہارے دل کو میرے ساتھ پر راضی کر سکے؟ تو کیا ہے کہ اگر بخت عبدالرحمٰن اب کی بار ذرا خود غرض ہو کر، ہاتھ بڑھا کر زندگی سے کچھ چھین لے؟" وہ اب sand bag پر low kicks لگا رہا تھا اور اس خالی کمرے میں وہ آواز کسی دھماکے کی طرح گونجی تھی۔

"پر پھر کیا میں خود سے نظر بھی ملا پاؤں گا؟" منہ کھول کر گہری، گہری سانس لیتے ہوئے وہ اکڑوں بیٹھا..... سوچنے لگا۔

"بخت عبدالرحمٰن..... تف ہے تم پر اگر تم ایک عورت کے دل کا احترام نہ کر سکو تو....." اب کے وہ گرنے والے انداز میں زمین پر بیٹھا تھا..... سانسیں سخت بے ترتیب تھیں۔

"سیکھ جاؤ گے..... سیکھ جاؤ گے اس تلخی کو پینا بھی سیکھ جاؤ گے....." گرنے کے سے انداز میں ہی وہ زمین پر بیٹھا تھا۔ بلیو ٹی شرٹ اور شارٹس میں ملبوس اس کے دونوں بازو وغیرہ تمام بھیگی ہوئی تھیں۔ سانس دقت سے بحال ہو رہی تھی۔

"زندگی میں پہلی دفعہ ہے کہ بخت عبدالرحمٰن کے پاس کوئی فکر نہیں ہے، کوئی اندازہ نہیں ہے، کوئی حساب نہیں ہے، کوئی متعین وقت نہیں ہے، کوئی پلان نہیں ہے اس تنگ معیشت سے نبرد آزما ہونے کے لیے....." اس نے سوچا۔

"اُف ادا عبدالمالک..... تم نے تو میری ساری حس ہی ہلا دی....." چھت کو دیکھتے ہوئے جیسے اس نے خود کا استہزا اڑایا۔

اس نے سامنے دیکھا اور پھر اپنی بند مٹھی کو..... ہاتھ کی ہتھیلی میں کچھ زور سے چبھا تھا۔

نہ صرف ہاتھ میں اس کے دل میں بھی کچھ شدت سے چبھا تھا..... وہ کیا تھا۔

کوئی احساس یا پھر.....

محبت.....

(باقی آئندہ)

www.[illegible]ary.com

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

چوتھا حصہ

مکمل ناول

میرا بخت

pklibrary.com
digest novels lovers group

محمد ساجد

ادا کو ایک ہائی ٹی کا آرڈر ملا تھا کام زیادہ تھا۔ اس نے تارا کے ساتھ اپنی میڈ کو بھی روک لیا..... اور اب باہر برآمدے میں بیٹھی وہ تینوں کبابوں کے مسالے سے ٹکیاں بنا رہی تھیں..... موبائل پر گانے لگا رکھے تھے اور وہ تینوں ہنستے ہوئے باتیں کرتے ہوئے اپنے کام سے لطف اندوز بھی ہو رہی تھیں۔

عبدالمالک گھر آئے تو سیدھی نظر ان پر پڑی۔ ان کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے۔

ابو کو دیکھ کر احتراماً ادا نے الٹے ہاتھ سے انگوٹھے سے اسکرین کو ٹچ کرتے ہوئے گانا بند کر دیا۔ اس کے ہاتھ سنے ہوئے تھے۔

"ادا کام سے فارغ ہو کر ذرا میرے کمرے میں آنا....." ان کے پاس ذرا سا رک کر کہہ کر وہ اندر چلے گئے۔

"کیا کیا ہے اب؟" تارا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"اس انکار کے بعد تو کچھ بھی نہیں کیا..... اب اللہ جانے....." ادا نے کندھے اچکائے۔

"ابو مجھے خفا سے لگے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے....."

"آپی..... ایسا کریں آپ جائیں..... میں اور سعدیہ یہ بنا لیتے ہیں۔" تارا نے اسے اٹھایا۔

"معلوم نہیں کیا بات ہے۔" ادا سے زیادہ تارا کے چہرے پر تفکر نظر آیا۔

"اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے؟" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ اسے تسلی دیتے ہوئے اس کے اپنے دل میں کھد بد سی ہوئی تھی۔ ابو نے اسے ایسے کیوں بلایا تھا؟

☆☆☆

اتنی خنکی بھرے موسم میں شال کی بکل مارے، چھت پر واک کرتے ہوئے وہ بہت دلگرفتہ تھی۔

ابو کو اس کے کام پر اعتراض تھا۔ اور یہ اعتراض اب ہی کیوں سامنے آیا؟ شال کی بکل کو اور لپیٹتے ہوئے، چہرہ اٹھا کر چاند کو دیکھتے ہوئے اس کے ذہن سے ابو کی باتیں نہیں جا رہی تھیں۔

"میں نے سوچا کہ دو چار دن کی بات ہے۔ جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا، اچھا ہے اس معروفیت سے تمہارا دل بہل جائے گا۔ تم اس فیز سے نکل آؤ گی۔ ویڈیو تک تو ٹھیک تھا مگر یوں کھانے بنا، بنا کر بیچنا..... ادا! ہماری کوئی عزت ہے، کوئی مقام ہے معاشرے میں..... لوگ کیا کہیں گے؟"

تو یہ بس ایسا ہی ایک فیور تھا جو ہر اس بچے کو دیا جاتا ہے جس سے کوئی چیز چھن جائے، کوئی حادثہ رونما ہو جائے اور بس..... اور وہ کیا سمجھی؟ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے جا رہی ہے..... گردن نیچے کو گرا کر وہ ہنس پڑی پر اس ہنسی نے آنکھ کو نم کر دیا تھا۔

ابو کی بات نے اس کا دل مسلا تھا۔ یہ ٹھیک ہے یہ کام محض معروف ہونے، خود کو منفی سوچوں سے نکالنے کے لیے شروع کیا گیا تھا مگر اب وہ اس میں جان لگاتی تھی..... شوق سے کرتی تھی۔ اتنی مشکل سے اس نے ویڈیوز بنانی، ایڈٹ کرنا۔ اپ لوڈ کرنا..... یہ سب سیکھا تھا اور پھر اپنی ویڈیوز کو منفرد بنانا..... وہ کیسے، کیسے نہیں پکی تھی..... اور آج کل تو اس نے spice chemistry کے نام سے ایک E-book ڈاؤن لوڈ کی ہوئی تھی۔ کچھ "نیا" ہی لوگوں کو متاثر کرتا ہے..... انہیں کھینچ کر لاتا ہے..... انہیں اس شے سے باندھتا ہے اور اس کچھ "نیا" کرنے کی دُھن نے اس سے کیا، کیا نہیں کروایا تھا۔ کتنی، کتنی بار وہ ایک ترکیب آزماتی تھی۔ کیسے، کیسے طریقوں سے نہیں بناتی تھی..... کتنی مغز ماری کر کے تجربے کر، کر کے وہ کوئی شے بناتی تھی اور پھر hacks ڈھونڈنا..... سوچنا..... آزمانا کہ کیسے بازار جیسی شے گھر پر تیار ہوگی..... اور ابو کہتے تھے اسے یہ سب چھوڑنا ہوگا۔ اس کے گلے میں پھندا سا پڑا تھا۔

اور وہ واقعی ہی یہ سب چھوڑنے والی تھی۔ وہاں ابو کے سامنے سر جھکائے بیٹھے ہوئے اس نے سوچ لیا تھا کہ اس کے باپ نے کہہ دیا تھا، سو کہہ دیا۔ وہ ایک فرمانبردار بیٹی تھی۔ وہ اپنی ذات سے اپنے باپ کو دکھ دینا تو کبھی نہیں چاہتی۔ سو وہ سر جھکائے وہاں سے اٹھ گئی۔ اٹھی اور دروازے تک گئی۔ ناب پر ہاتھ رکھا اور..... اندر اِک "کیوں" نے بڑی شدت سے سر اٹھایا تھا۔ وہ چند لمحے ناب پر ہاتھ رکھے، ہونٹ سختی سے بھینچے، سر جھکائے کھڑی رہی..... اور پھر مڑی، سر اٹھا کر باپ کو دیکھا۔ عبدالمالک کی آنکھوں میں یوں دیکھنے پر سوال امڈ آیا۔

"اگر میں اپنا موقف آپ کے سامنے بیان کروں تو..... ابو یہ گستاخی تو نہ ہوگی؟" وہ ان سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں بیٹا! کہو۔" اس کے یوں ملتجی لہجے میں کہنے پر ان کا دل پسیجا۔ وہ ان تک آئی، ان کے پاس پیروں میں بیٹھتے ہوئے اس نے سر ان کے زانو پر رکھا۔ بے ساختہ عبدالمالک کا ہاتھ اس کے سر تک گیا تھا۔ وہ اپنے باپ کی لاڈلی تھی۔ ولید نے اس سے کیا،

Scanned with CamScanner

کیا نہیں چھین لینا چاہا تھا۔ آنکھوں میں جیسے کوئی بہت زور کی چبھن ہوئی تھی۔ ان کے فرش گیلے پڑنے لگے۔

"ابو.....!" بائیں ہاتھ سے اس نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"کل ناں میں ایک بہت بڑی ڈیزائنر کا انٹرویو دیکھ رہی تھی۔ وہ بتا رہی تھی کہ اس نے کیسے کپڑے ڈیزائن کرنا شروع کیے تھے۔ وہ لنڈے سے کپڑے خرید کر لاتی تھی اور پھر ان کو اُدھیڑ کر، ان کی سلائی، ڈیزائن کو سمجھتی تھی..... اور پھر ویسا ہی ڈیزائن خود بناتی تھی۔ اسی شے نے اسے آج ایک نامور ڈیزائنر بنا دیا ہے۔ آج اس کی کہانی کو سن کر بہت سے ہاتھ تالیاں بجائیں گے لیکن ایک وقت وہ بھی تو ہوگا ناں کہ جب یہ ہاتھ تالیاں نہیں بجاتے تھے..... اس کے یوں لنڈے سے کپڑے لانے، کپڑے سی کر بیچنے پر ان ہی ہاتھوں کی انگلیاں اس پر اٹھیں ہوگی۔ وہ ہی ہاتھ نیچ کی شکل "ہا" کے سے انداز میں لوگوں کے کھلے دہانوں کو ڈھانپتے ہوں گے۔ کتنی حقارت ہوگی اُن کے لہجوں میں جب وہ اس کے بارے میں یہ کہہ کر بات کرتے ہوں گے..... "اچھا وہ..... وہ جو کپڑے سیتی ہے..... درزن ہے۔" اور آج..... وہ ہی ہاتھ..... ٹھیک وہ ہی ہاتھ تالیاں بجاتے ہیں..... وہ ہی منہ تعریفوں کے ڈونگرے برساتے ہیں، وہی "ہا" اب "واؤ" میں بدل گئی ہے۔ وہ ہی لوگ..... جواب اس کے ڈیزائن کیے کپڑوں کو بڑے فخر سے اپنے تن پر سجاتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے ان کی گردنیں آسمان تک اٹھ جاتی ہیں..... انگلی اٹھنے سے تالی بجانے تک کے سفر میں وقت تو لگتا ہے ناں ابو!..... بہت کچھ سہنا پڑتا ہے..... یا پھر ہم ایسی کہانیوں کو بس fantasize کرتے ہیں اور بس..... حقیقت میں ہم، ہمارا معاشرہ..... ہمارے لوگ پست ذہنیت کے حامل ہیں..... کیا نہیں ابو؟" اس نے سر اٹھا کر پوچھا تھا۔

اور ابو کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

ادا نے ایک نم، بوجھل سانس خارج کی۔

پتا نہیں ابو اب کیا کہتے..... وہ تو اپنا موقف پیش کر آئی تھی۔

"نہیں..... میں یہ نہیں چھوڑ سکتی..... بالکل بھی نہیں۔ مجھے یہ کرنا ہے..... مجھے کامیاب ہونا ہے....." گردن اٹھا کر ہاتھ سینے پر باندھے، چاند کو تکتی وہ ایک پُرعزم، باہمت عورت لگتی تھی..... وہ، وہ ادا تو نہ لگتی تھی کہ جسے ولید نے برباد کر دینا چاہا تھا۔ وہ بربادی کو بھی برباد کر دینے والی لگتی تھی۔ اس چاند کی 14 تاریخ کو اس نے اپنے اندر پلتے دکھ کو ایک بھیڑیے میں بدلتے دیکھا تھا جو ہر مشکل کو، ہر مصیبت کو، ہر رکاوٹ کو چیر پھاڑ کر رکھ دینے والا تھا۔

☆☆☆

اس نے فریزر کھولا اور تذبذب میں کھڑی رہی۔ اندر ٹرے میں قطار میں شامی کباب رکھے تھے جن کو پولی تھن شیٹ سے کور کیا ہوا تھا۔ نچلا ہونٹ، اوپری دانتوں تلے دباتے ہوئے وہ کرنے، نہ کرنے کی کشمکش میں تھی..... اور پھر اس نے فریزر بند کر دیا۔ پھیپھڑوں میں بھرپور ہوا بھر کر اس نے فضا میں سانس خارج کی..... چہرے پر ہاتھ پھیر کر نہ جانے کون سا تاثر زائل کرنا چاہا۔ کچن کی کھڑکی سے ایک نظر باہر برآمدے میں ڈالی جہاں عبدالمالک اخبار کے مطالعے میں مصروف تھے۔ ذہن میں جملوں کی ترتیب دُہراتے ہوئے ایک منطق کا سرا دوسری منطق سے ملاتے ہوئے، دلائل کی تہ جماتے ہوئے وہ ان تک آئی۔

"ابو!" انداز سہما ہوا مگر قدم مضبوطی سے جمے ہوئے۔

"ہوں....." انہوں نے ایک نظر اخبار سے ہٹا کر اسے دیکھا اور پھر اخبار میں گم ہو گئے۔

اس انداز پر اس کے کندھے ڈھلک سے گئے۔

"ابو.....! وہ جو ابھی آرڈر لیا تھا..... وہ پورا کر لوں؟ چیزیں ضائع ہوں گی..... اور پھر وعدہ کیا ہوا ہے ناں....." اسی ڈھلکے چہرے والے انداز میں اس نے پوچھا اور جواب کیا آیا۔

"ہوں....." (کیا 'ہوں'..... وہ جھنجلا گئی)

"جی.....؟" انہوں نے ایک نظر اسے دیکھا۔

Scanned with CamScanner

وہ ایک قدم پیچھے ہٹی۔

"اپنا وعدہ پورا کرو۔" کہہ کر پھر سے نظریں اخبار پر۔

اس نے منہ کھولا، کچھ کہنا چاہا۔ کم بخت آنسوؤں نے اس کا گلا بند کر دیا اور اس نے ہونٹ بھینچ لیے۔ وہ مڑ گئی تھی۔

"ادا.....!" اس کے حرکت کرتے قدم تھمے۔

"انگلی اٹھنے سے..... تالی بجنے تک کے سفر میں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔" اس کی سماعتوں نے کیا سنا؟ ہاں..... کیا سنا! اس کی ناک میں کوئی شے تیز مرچ کی طرح گھسی اور پورے ... میں پھیل گئی..... اس کی سانس اوپر کو کھنچ کر رہ گئی۔ بے ساختہ اس نے گردن موڑ کر باپ کو دیکھا..... اپنے منہ کو ہاتھ سے ڈھانپ کر، اس نے اپنی سسکی روکی..... سسکی تو رک گئی..... پر آنسو بہہ پڑے اور وہ بے آواز رو رہی تھی۔ ماں باپ سے بات کرنے کا فن، ہنر آنا چاہیے..... وہ نہیں مانتے..... آپ کوشش جاری رکھیں..... آرام سے، تمیز، فرمانبرداری سے..... منطق سے..... کوئی تو دن آئے گا کہ جب بچے والدین کی یا والدین بچوں کی بات سمجھ جائیں گے۔

انتہا پسندی کے فیصلے پھر انتہا ہی لاتے ہیں..... بربادی کی انتہا۔

☆☆☆

جائداد کا بٹوارا کرنے کے لیے کچھ پیچیدگیاں تھیں۔ بخت ان کا بھتیجا بھی تھا اور ان کی بیوی کا بیٹا بھی۔ سو اس لحاظ سے وہ قانونی اور مذہبی دونوں صورت حال جاننا چاہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ قاضی صاحب کے دفتر کے چکر کچھ بڑھ گئے تھے۔ کبھی بخت اُن کے ساتھ ہوتا، کبھی قاضی صاحب گھر چلے آتے اور کبھی بس قاضی صاحب اور عبدالرزاق ہی ہوتے۔

اسی دوران عبدالرزاق صاحب نے قاضی صاحب کی بیٹی مبشرہ کو بھی دیکھا تھا۔ اچھی بچی تھی۔ انہیں پسند آئی تھی۔ اس دن وہ اور بخت جب قاضی صاحب کے دفتر میں داخل ہوئے تو وہ وہاں سے جا رہی تھی۔ ذرا رک کر اس نے حال احوال پوچھا اور پھر بیگ کا اسٹریپ کندھے پر چڑھائے وہ بڑی عجلت میں نکلی تھی۔

"قاضی صاحب! ماشاء اللہ آپ کی بیٹی بھی law پڑھ رہی ہے۔" بخت نے ان کے لیے کرسی گھسیٹی اور عبدالرزاق بیٹھتے ہوئے بولے۔

"ہاں جی! بس مکمل ہونے کو ہے اس کی اسٹڈیز۔ بس جیسے ہی اسٹڈیز مکمل ہوگی، میں نے اس کی رخصتی کر دینی ہے۔"

"رخصتی؟" عبدالرزاق چونکے۔ بخت اگر چونکا بھی تھا تو ظاہر نہ ہونے دیا۔

"جی عبدالرزاق صاحب! بچپن میں نکاح ہوا ہے مبشرہ کا اپنے تایا کے بیٹے کے ساتھ۔ بس اب جو پریکٹس کرنی ہوگی، شادی کے بعد ہی کرے گی۔" کہتے ہوئے قاضی صاحب نے متعلقہ فائل کھولی اور اس جواب پر عبدالرزاق کو بڑے زور سے ہنسی آئی۔ وہ ہنسے تو نہیں، بس مسکرا کر بخت کو دیکھا اور بخت نے یوں پوز کیا جیسے کندھے اچکا کر کہتا ہو..... "what....."

اور پھر جب تھوڑی دیر بعد قاضی صاحب اپنے کسی فون میں بزی ہوئے تو عبدالرزاق اس کی جانب جھک کر ذرا رازداری سے بولے۔

"لے بھئی، اِدھر تو سر منڈواتے ہی اولے پڑ گئے۔" وہ بھی ایسی ہی رازداری برتتے ہوئے بولا۔

"کوئی نہیں بابا! پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔" وہ سیدھے ہوئے، اسے دیکھا اور بولے۔

"اللہ میرے دل کی مراد پوری کرے۔ جا تجھے ساری ایسی ہی نکاح شدہ لڑکیاں ملیں۔" اور وہ بے ساختہ ہی ہنس دیا۔

☆☆☆

"السلام علیکم! مس ادا عبدالمالک بات کر رہی ہیں؟" اس کے ہیلو کے جواب میں پوچھا گیا تھا۔

"جی، بات کر رہی ہوں۔"

"میں بخت ٹریول ایجنٹ سے بات کر رہا ہوں۔ بخت عبدالرحمٰن صاحب کا منیجر ہوں۔ میم! ہمیں

Scanned with CamScanner

ایک آرڈر بک کروانا ہے۔" اور ادا کے تو مانو سر پر لگی اور تلوے پر بھی نہ بجھی۔ غضب کا طیش چڑھا تھا اسے۔

"میں معذرت خواہ ہوں۔ آپ کا آرڈر بک نہیں کر سکتی۔ اس بات سے اپنے CEO صاحب کو ضرور مطلع کیجیے گا۔ خدا حافظ۔" تنک کر کہتے ہوئے اس نے فون بند کر دیا۔

"میرے خدا! اس شخص کے تو دیدوں کا پانی ہی مر گیا۔ خود سے نہیں کہہ سکتا تھا مجھے..... یوں اب آفیشلی اپروچ کرے گا مجھے۔ انگریز کی اولاد نہ ہو تو۔ فیملی میں نہیں رہا ناں..... تو اسے معلوم ہی نہیں کہ خاندان والوں سے کیسے برتا جاتا ہے۔ کولڈ بلڈڈ..... thick skinned۔" اس نے عرصے بعد اسے، اسی لقب سے مخاطب کیا تھا۔

"مانا کہ ہمارے درمیان اب کچھ نہیں مگر بخت عبدالرحمٰن تم میرے ایک تایا کے بیٹے ہو اور دوسرے تایا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ اسی ناتے سے ہم ایک ہی blood line شیئر کرتے ہیں اور بیٹا! دیکھنا تو سہی یہ بات تمہیں میں کتنی اچھی طرح سے سمجھاتی ہوں۔" طیش تھا کہ کم ہو کر نہیں دے رہا تھا۔

"لو اب ذرا فریلر تو ملاحظہ کرو۔" دانت پیس کر کہتے ہوئے اس نے دور پھینکے جانے والا فون اٹھایا اور تایا کو کال ملانے لگی۔ اس رویے نے مانو دل پر چوٹ کی تھی۔ "اب ایسا بھی کیا کہ ہم تم شناسائی سے بھی گئے۔ میں کوئی x,y,z تھی کیا؟" ادا نے سوچا۔

"آپ کا بیٹا بہت بڑا آدمی ہو گیا ہے ناں تایا ابو!" کال پک ہوتے ہی وہ یوں بھڑکتے ہوئے بولی کہ عبدالرزاق بوکھلا گئے۔

"کیا ہوا ادا بیٹی؟" وہ پریشان ہو کر بولے تھے۔

اور نمک کے ساتھ مرچ مسالا کس تناسب سے لگایا جاتا ہے، یہ تو وہ بڑے اچھے سے جانتی تھی۔ ذائقہ گھول دیتی تھی..... کیا کھانے میں..... کیا بات میں۔

اور جب اس نے فون بند کیا..... ہا..... سوچ کر ہی دل پر ٹھنڈی، ٹھنڈی پھوار پڑ رہی تھی۔ وہ بڑے شاہانہ انداز

معراج رسول
ایک عظیم انسان

معراج صاحب نے جس قدر محنت، شوق اور سلیقے سے ان چاروں ڈائجسٹ کی بنیاد ڈالی اور معیار پر کبھی سمجھوتا نہیں کیا یہ ہمیشہ پڑھنے والے یاد رکھیں گے کہ ان کی وفات پر تو دیگر ڈائجسٹ کے ایڈیٹرز اور پبلی کیشنز غرض یہ کہ سب ہی نے بھی افسوس کا اظہار کیا۔ جے ڈی پی نے نہ صرف عوام کو ڈائجسٹس کی صورت میں معیاری ادب فراہم کیا بلکہ تمام رائٹرز کے ساتھ ساتھ ریڈرز کو بھی ہمیشہ عزت و مان دیا۔ کتنے ہی رائٹرز کو معراج صاحب ایڈوانس پے کرتے تھے اور ہمیشہ ہی ہر لحاظ سے انہیں سپورٹ کرتے تھے اور یہ بات تو خود سینئر رائٹرز کے انٹرویوز میں ہم نے پڑھی ہے۔ اب ان کے بعد ان کے ادارے نے بھی ان کے طریقہ کار کو جاری رکھا اور ایک ایسا ماحول بنایا کہ قارئین کو بھی عزت دیتا ہے اور سچ کہوں تو جتنا اپنا پن اور پیار پاکیزہ سے ملا اتنا کسی دوسرے ادارے سے نہیں ملا۔ یہ معراج رسول صاحب اور اس ادارے کی کامیابی ہی تو ہے کہ پوری دنیا میں یہ چار خوب صورت رسائل اپنی مثال آپ ہیں اور کوئی ان کا ثانی نہیں اور ہم اتنی لگن، شوق اور مان سے ہر ماہ یہ رسالے پڑھتے ہیں اور ایک خاندان کے مانند اس میں شریک ہوتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ پاک معراج رسول کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور بے ڈی پبلی کیشنز کو مزید ترقی دے اور عذرا بہن سمیت تمام اسٹاف، رائٹرز اور پڑھنے والوں کو آباد و شاد رکھے۔ آمین!

فہمیدہ جاوید، ملتان

Scanned with CamScanner

میں کرسی پر ٹیک لگا کر، ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھی۔

''بچو! مجھے تم نے غلط جج کیا۔ چلو آج تم کو میرے ایک اور ٹیلنٹ کی بھی خبر ہوگی۔'' یہ سوچ کر وہ بڑے زور سے ہنسی تھی۔

تارا اس کے کمرے کے باہر سے گزری۔ اسے یوں ہنستے دیکھ کر ذرا پیچھے ہو کر رکی۔

''ہیں! آپی یوں اکیلے، اکیلے تو پاگل ہنستے ہیں..... نہیں؟'' وہ بخت تعجب کا شکار تھی۔ ادا نے ہنستے ہوئے اسے ہاتھ کے اشارے سے جانے کا کہا۔ تارا نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا اور پھر کندھے اچکا کر آگے بڑھ گئی اور پھر ہنستے، ہنستے ایک دم اس کے لبوں کی ہنسی ماند ہوئی۔

''تم نے ہی تو سکھایا ہے بخت عبدالرحمٰن! کہ ہر ہنسنے والا ہر آزار قابلِ معافی نہیں ہوتا۔ تم نے اتنی غیریت کیوں برتی؟ میرے ساتھ یوں مت کیا کرو کہ میرے پیروں تلے کی زمین سرکنے لگتی ہے۔ سب برداشت ہے پر یہ نہیں۔ یہ نہیں بخت عبدالرحمٰن..... ہرگز نہیں۔''

معلوم نہیں کیوں وہ اتنی حساس ہو رہی تھی۔

☆☆☆

یہ اسی دن کی شام ہے۔ بخت نے چائے کا کپ خالی کر کے میز پر رکھا اور نظر دوڑائی مگر نظر سرخرو ہو کر لوٹ نہ پائی۔ اسی لیے سامنے بیٹھی تارا نے اپنی پوری بتیسی دکھانا فرضِ عین سمجھا تھا۔

''تارا!''

''جی بخت بھائی!'' اور تارا کا لہجہ تازہ، تازہ شیرینی میں ڈبکی لگا کر آیا تھا۔

''فائرنگ کے کس قدر چانس ہیں؟''

''سو فیصد!'' وہ ڈیڈ شیور تھی۔

''دشمن کدھر کو مورچہ بند ہیں؟''

''جوان کا ہیں کیمپ ہے، وہیں۔ (اشارہ کچن کی طرف تھا) میری مانیں تو دشمن کی کچھار میں گھسنے کا رسک نہ ہی لیں۔ کسی کو ثالث ٹھہرالیں۔'' تارا کو ایک دم بخت کی باجی بننے کا شوق چڑھا تھا۔

''مذاکرات کے ذریعے معاملہ حل نہیں ہو سکتا کیا؟'' محظوظ ہوتے ہوئے اس نے کہنی صوفے کی سائڈ پر ٹکائی۔

''چانس لینے والی بات ہے۔'' تارا نے بڑے مدبرانہ انداز میں سر ہلایا۔ بخت ہلکا سا سر جھٹک کر مسکرایا اور اس طرف متوجہ ہوا کہ جہاں اس کے بابا، عبدالمالک اور رقیہ بیٹھی تھیں۔

''آنٹی! ادا سے ایک آرڈر کے سلسلے میں بات کرنی تھی۔ اسے بلوا دیں ذرا۔'' اس کے یوں براہ راست کہہ دینے پر تارا کو ایک جھٹکا لگا۔ وہ بخت عبدالرحمٰن تھا، چور راستے اس کے لیے نہیں تھے۔

''اُدھر کچن میں ہے۔ کھانے کا انتظام کر رہی تھی۔ جاؤ تارا! آپی کو بلا کر لاؤ۔'' اسے جواب دیتے ہوئے انہوں نے تارا سے کہا۔

''نہیں، اسے ڈسٹرب نہ کریں۔ میں وہیں چلا جاتا ہوں۔''

''آ.....'' کچھ کہنے کے لیے رقیہ نے منہ کھولا مگر پھر کچھ سوچ کر ''اچھا ٹھیک ہے'' کہہ کر چپ ہو گئیں۔

کچن سے ذرا فاصلے پر پہنچ کر وہ پہلے کھنکھارا اور پھر خود پیچھے رہ کر ہاتھ بڑھا کر اس نے دستک دی۔

گھر، بندے کا کلرٹ زون ہے۔ سو وہ کسی بھی حال یا حلیے میں پایا جا سکتا ہے۔ ادا نے اس کے کھنکھارنے پر ہی گلے میں پڑا دوپٹا سلیقے سے اوڑھا تھا مگر مڑی نہیں۔ اپنے کام میں معروف رہی۔

''السلام علیکم!'' کندھا چوکھٹ سے ٹکاتے ہوئے، بازو سینے پر باندھے، دونوں پیروں کا کراس بنا کر کھڑے ہوتے ہوئے نہایت متبسم لہجے میں سلام آیا تھا۔

''وعلیکم.....! جی؟'' اپنے کام میں معروف رہتے ہوئے، مڑے بنا، بے پناہ مصروفیت کے ساتھ، انتہائی اجنبی لہجے میں جواب آیا تھا۔

اور وہ سر جھکا کر ہلکے سے ہنس دیا۔ یوں جیسے مسکراہٹ کو ہنسی میں بدلنے سے روک نہ پایا ہو۔

''اس میں اتنا برا ماننے والی کیا بات تھی؟ بہت سے لوگ آفیشلی اپروچ کرتے ہیں آپ کو..... میں

Scanned with CamScanner

نے کرلیا تو کیا برا ہوا؟"

اس بات پر دانت پیستے ہوئے ادا نے کس کر چمچ ہانڈی میں چلایا۔

"میرا نہیں خیال آج کی تاریخ میں میری کسی سے اپائنٹمنٹ تھی۔ آپ سے تھی کیا؟" وہ رخ موڑ کر ایسے دل جلانے والے انداز میں مخاطب ہوئی تھی کہ کوئی اور ہوتا تو جل کر سیاہ کوئلہ ہو جاتا مگر وہ.....

دو انگلیاں ہونٹوں پر رکھے، انگوٹھے پر ٹھوڑی ٹکائے، اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ جیسے اور گہری ہوئی۔

"اپائنٹمنٹ تو نہیں تھی..... چلیں آپ دے دیں۔ آج کی..... ابھی کی۔"

"اتنی فارغ نہیں ہوں میں۔" وہ مڑ کر، بل کھا کر بولی۔

"اچھا سوری! غلطی ہوگئی۔ پتا ہے مجھے کہ تم فیملی ہو..... اور فیملی کو....."

"تمہیں معلوم تھا؟" اس نے ترنت بخت کی بات کاٹی تھی۔ وہ حیران تھی۔

"گر نہیں بھی تھا تو یہ جو آج پیشی ہوئی، اس کے بعد کسے معلوم نہیں ہونا تھا۔" بخت نے بڑی خوب صورتی سے بات گھمائی تھی۔ وہ کچھ بول نہیں سکی۔ خاموش نظروں سے اسے تکتی رہی۔

"تم نے یہ ارادتاً کیا ناں؟ تم مجھے فائدہ پہنچانا چاہتے تھے ناں؟ اور تمہیں لگتا ہے کہ اس طرح سے تم مجھے فائدہ تو کیا نقصان بھی پہنچاؤ تو میں بھی قبول.... کروں گی! اتنی ازراں نہیں ہوں میں بخت!" دکھ جیسے نمی کی طرح آواز میں گھلا تھا۔ بخت نے تکلیف سے آنکھیں بند کیں۔

"کس نے کہا کہ تم ازراں ہو؟" وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ سر جھکائے جوتے کی نوک سے زمین پر نادیدہ لائنز کھینچ رہا تھا۔

"کوئی اپنا دل کھول کر کیسے دکھائے؟"

اور ادا کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ کیا تھا اس جملے میں کہ اس کے جسم کا ردِعمل acute تھا۔ اسے اپنے روئیں روئیں کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے اور منہ تو بخت عبدالرحمٰن کا بھی کھل گیا۔ جسے اس نے گلا کھنکھارنے کے بہانے ہاتھ سے ڈھانپا تھا۔ یہ کیا کہہ دیا..... بخت عبدالرحمٰن یوں بے قابو کس طرح سے ہو سکتا ہے۔

"تو پھر کب دے رہی ہیں آپ مجھے اپائنٹمنٹ تاکہ میں آپ سے لنچ کا میٹنگ ڈسکس کر سکوں؟" سر اٹھا کر، سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بنا کسی تاثر کے، روکھی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے اس نے یوں ادا سے پوچھا کہ وہ الجھ کر رہ گئی۔ چند لمحے پہلے جو جملہ اس نے کہا تھا، اس کا مطلب کیا تھا۔ کیا وہ یہ بتانا چاہتا تھا کہ ادا واقعی میں ازراں نہیں ہے یا پھر..... ارے نہیں! اس کا مطلب یہ ہی تھا کہ وہ اپنی بات میں سچا ہے۔ اس نے ادا کو لیٹ ڈاؤن نہیں کیا..... اور بس۔

بخت عبدالرحمٰن اگر بے قابو ہو سکتا ہے تو وہ حالات کو قابو کرنا بھی جانتا تھا۔

"ابھی کھانا کھالو تو کرتے ہیں بات۔"

مڑ کر کہتے ہوئے ادا کا لہجہ بالکل ہموار تھا۔

☆☆☆

"the aroma of food is so appetizing... savoury"

ہنری بینجمن نے بات کرتے، کرتے ایک دم رک کر، ناک سے خوشبو کو اندر کرتے ہوئے کہا تھا۔

"it sounds you have a good taste" بخت نے مسکرا کر جواب دیا۔

"yes! I do have..."

"so, lets! give it a try...."

یہ کہہ کر بخت کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے اٹھا اور اٹھ کر ڈرائنگ روم سے ڈائننگ تک آیا۔ ڈرائنگ روم اور ڈائننگ کو باریک شیفون پردے ایک دوسرے سے جدا کرتے تھے۔ بخت نے دونوں ہاتھوں سے پردے پیچھے کیے۔ گرم، گرم لذیذ کھانے کی مہک پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ بڑی سی کھانے کی میز پر کھانا نہایت سلیقے سے چنا گیا تھا۔

Scanned with CamScanner

"دلیم اسپائسی ہوتی ہے ادا! اس میں بہت سے مسالا جات کا استعمال ہوتا ہے۔ تم اس کا پیٹ خراب کرواؤ گی۔"

"پھیکی دلیم کا کیا ٹیسٹ ہوگا بخت؟ تم یہ موقع ہاتھ سے گنواؤ گے۔"

"تو اسی لیے کہہ رہا ہوں ناں کہ دیسی چھوڑو کچھ اٹالین، چائنیز بناؤ۔"

"میں صرف دیسی کھانے بنا سکتی ہوں بخت! یہ اٹالین، چائنیز not my cup of tea اگر یہی کھلانا ہے تو کسی اچھے سے ریسٹورنٹ لے جاؤ ناں۔ میرا دماغ کیوں پکا رہے ہو۔"

اور بخت کے عین سامنے مٹی کے پیالوں میں بھی دلیم کے اوپر براؤن فرائڈ پیاز، ادرک، تازہ دھنیا اور سبز کٹی مرچیں...... اور جس پلیٹ میں وہ پیالہ سجا تھا، اس میں لیموں کاٹ کر رکھا ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کر بخت کے حلق سے نیچے کچھ اترا۔

"کیا خراب ہوگا؟ میرا کنٹریکٹ یا ہنری کا پیٹ یا پھر دونوں ہی۔" مینیو طے کرتے وقت کتنی بحث ہوئی تھی۔ یہ ادا کا آئیڈیا تھا کہ اگر فارنرز کا گروپ پاکستان کے شمالی علاقہ جات کا وزٹ کرنا چاہتے ہیں تو یقیناً وہ پاکستان کا کلچر فوڈ بھی کھانا چاہیں گے، سو انہیں کلچر فوڈ ہی کھلانا چاہیے...... اور وہاں میز پر دلیم کے ساتھ آلو گوشت، ہری مرچ اور ہرے دھنیے کی گارنشنگ کے ساتھ۔ مٹی کی ہانڈی میں سجا ہوا تھا۔ مٹر پلاؤ تھا اور مٹی کے پیالوں میں بھی کھیر کہ جس کے اوپر زعفران کے رنگ کا گول ٹیکا سا بنا ہوا تھا۔ گارنش کے لیے پستے، بادام کی ہوائیوں کا استعمال کیا گیا تھا۔

بخت ایک گہری سانس لے کر مڑا اور ڈرائنگ روم میں بیٹھے افراد کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے ڈائننگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جنٹلمین پلیز!"

وہ باتیں کرتے ہوئے، آگے پیچھے ڈائننگ میں داخل ہوئے۔ کرسیاں گھسیٹنے کی آواز گونجی اور اس کے ساتھ ہی ایک اور آواز بھی آئی تھی۔

"nobody will start the meal!"

اچانک ہنری نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ وہاں ایک دم خاموشی چھا گئی اور بخت کی سانس خشک ہوئی۔

"first I, ve to take pics."

"oh Ben...."

وہاں کئی آوازیں ابھری تھیں۔ Ben نے ایک، ایک کھانے کی تصویر لی تھی اور جب ہنری نے دلیم کا پیالہ ختم کیا تو ایک دم اسے نوٹس ہوا کہ کنارے پر کچھ initials انگریوڈ (engraved) تھے۔ اس نے ذرا سا پیالہ اوپر کر کے آنکھوں کے سامنے کیا۔ پورا نام پڑھنے کے لیے اسے پیالے کو گھمانا پڑا تھا۔

K-W-A (Kitchen with Ada)

اس نے موبائل اٹھایا۔ پیالہ یوں رکھا کہ پورا نام تصویر میں آ سکے اور ایک کلک کی آواز آئی۔ جب بخت نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ پیالہ میز پر رکھ رہا تھا۔

"so how was the food?"

بخت کے پوچھنے پر ہنری نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"as I said... savoury!" اور بخت ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ ہنری بینجمن محض ایک ٹورسٹ نہیں تھا۔

☆☆☆

فون کی بیل پر وہ متوجہ ہوئی۔ اٹھا کر دیکھا تو بخت کا لنگ بلنک کر رہا تھا۔

"تو بالآخر بخت عبدالرحمٰن کو ہماری یاد آ ہی گئی۔" مسکرا کر کہتے ہوئے اس نے انگوٹھے سے سوائپ کرتے ہوئے کال اٹھائی۔

"تمہیں کچھ بھیج رہا ہوں...... چیک کرو، ابھی کے ابھی۔" اس کے بولنے سے بھی پہلے آگے سے بخت بہت تیزی سے بولا اور کال کٹ گئی۔ ادا نے حیران ہو کر فون کی اسکرین کو دیکھا اور ابھی حیرت دور نہیں ہوئی تھی کہ ساتھ ہی دو تین پیغامات واٹس ایپ پر

Scanned with CamScanner

نعت رسول مقبولؐ

چاند جب روشن ہوا دل کی کلی کھلنے لگی
تیرے چہرے کی ہر اک سو روشنی ہونے لگی
گل ہوئیں شمعیں تمام اب نورِ احمدؐ آ گیا
دو جہاں کے راستوں میں دل کشی ہونے لگی
نکہت گل کو ملی تیرے نفس کی جب ہوا
خوشبوؤں کے در کھلے اور تازگی ہونے لگی
پھر ہوئے روشن ستارے کہکشاں کے راستے
رُک گئے جس جا قدم واں روشنی ہونے لگی
کس نے پایا حُسنِ احمدؐ سا مکمل انتخاب
حُسن کے جلووں میں اب بے چارگی ہونے لگی
دشتِ امکاں میں ہوئی حل چلی کی جب صبا
کاروبارِ زیست میں روئیدگی ہونے لگی
پھر پکارا دل نے تجھ کو پھر ہوئی فرقت کی شام
پھر ہوائے قلب مخفی پر کمی ہونے لگی

خاکسار: فریدہ ہاشمی کراچی

آ گئے تھے۔ اس نے ایپ کھول کر چیٹ دیکھی اور جب اس نے چیک کیا کہ بخت عبدالرحمٰن نے اسے کیا بھیجا تھا تو...... تو فون اس کے ہاتھ سے نیچے جا گرا۔ دونوں ہاتھوں سے منہ کو ڈھانپے ایک دم آنسو ٹوٹ، ٹوٹ کر گرے تھے۔

"بخت......!"

☆☆☆

آگستا وائٹ نے سانس روک کر ڈی ٹی (ZT) کو دیکھا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی...... کیا؟ آگستا کی سانس ویسے ہی ڈی ٹی کی ڈریسنگ دیکھ کر بند ہونے کو تھی۔ بھڑکتے ہوئے سبز رنگ کی اسکرٹ کے ساتھ ویسی ہی جیکٹ اور ویسے ہی بھڑکتے سبز رنگ کے لانگ بوٹ...... آخر کو وہ ایک معروف ڈیزائنر تھی۔ ایسی ڈریسنگ اس کا پہلا حق تھی لیکن ابھی موقع اس کی ڈریسنگ میں الجھنے کا نہیں تھا...... جس طرح کی آگستا کی جاب تھی اس میں اسے ہر منٹ کے بعد چیلنجز درپیش ہوتے تھے مگر اس طرح کے چیلنجز...... جو دماغ کی چولیں تک ہلا دیں اور جن کا فوری کوئی حل ہو، نہیں سکتا ہو وہ یقیناً پھر یوں ہی سانس بند کرتے ہیں۔ ڈی ٹی تو کہہ کر فولڈنگ فین کھول کر چہرے کے قریب کیے تیزی سے جھلتے ہوئے کرسی پر نیم دراز تھی...... جبکہ آگستا منہ کھول کر اپنے باس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک میڈیا مینجمنٹ کی کمپنی تھی جن کے کلائنٹس ہائی پروفائل ہوا کرتے تھے۔ ڈی ٹی بھی ایک ایسی ہی کلائنٹ تھی اور آگستا وائٹ...... اس کمپنی میں بطور میڈیا ایڈوائزر کام کرتی تھی۔

"مجھے ہارٹ اٹیک آ جائے گا......"

"آ ہی جانا چاہیے......" آگستا نے پہلو بدلتے ہوئے سوچا اور ڈی ٹی کا منیجر اس کے ہائے وائے چلانے پر اسے anti oxident water کے ساتھ اینٹی ڈپریسنٹ دے رہا تھا۔

"او...... مائی گاڈ...... او...... مائی گاڈ۔" ڈی ٹی نزاکت سے فین جھلتے ہوئے نزاکت سے ہی چلائے جا رہی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ ڈی ٹی کی نئی کلیکشن لانچ ہوئی تھی۔ سوشل میڈیا کمپین بھی چل رہی تھی۔ وینیو تک فائنل ہو چکا تھا۔ ڈیٹ بھی اناؤنس ہو چکی تھی۔ اور اب ڈی ٹی کا کہنا تھا کہ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے اور وہ زیادہ ڈیزائن نہیں کر سکی۔ اس کے پاس کل ملا کر فقط تین، چار ڈیزائن تھے...... آگستا کا ذہن اتنی تیزی سے جمع تفریق کر رہا تھا کہ اتنی تیزی سے تو ڈی ٹی کا دل بھی نہیں دھڑک رہا تھا۔

وہاں صرف آگستا ہی نہیں تھی پوری میڈیا مینجمنٹ کی ٹیم تھی لیکن تشہیر کی ذمے داری آگستا پر ہی تھی۔ سب ذہن جیسے ایک دم رک گئے تھے۔ کوئی سمجھ ہی نہیں پا رہا تھا کہ اب کیا، کیا جائے۔

"آہم......" کمپنی کا ہیڈ کھنکھارا۔

"ایسا ہے مس ڈی ٹی...... ہمیں تھوڑا وقت دیں تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ اس سلسلے میں اب کیا، کیا جا سکتا ہے...... کوئی محفوظ راستہ ڈھونڈا جا سکتا ہے یا کچھ فیس سیونگ کی راہ اختیار کی جائے گی۔"

"تو......" اس بات پر ڈی ٹی نے ایک لمبی سی نو

کی اور منیجر کے کندھے پر جا گری...... اس کی سسکیوں کو سماعت نے خون کے گھونٹ پی کر ہی برداشت کیا تھا اور پھر جیسے ہی سب وہاں سے اٹھنے لگے تو....

"why don,t we launch a limited edition?"

اور اس آواز پر ڈی ٹی جھٹکا کر کھا کر سیدھی ہوئی۔ سب گردنوں نے مڑ کر اسے دیکھا۔ "bitch" ایک ایمپلائی نے دوسرے کان میں گھس کر کہا تھا۔ اس نے وہی کہا تھا کہ جس کام کے لیے وہ جانی جاتی تھی۔ ڈی ٹی نزاکت سے تیز چال چلتی...... بل کھاتی، لہراتی اس تک آئی۔ اس کے دائیں بائیں گال کو بوسہ دیا۔

"you just saved me sweety" وہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ممنونیت سے دہری ہوتے ہوئے بولی۔

"it,s my job honey" آگسٹا وائٹ نے ہونٹوں کو دائیں سے بائیں حتی المقدور پھیلاتے ہوئے جواب دیا۔ ان کے پاس ابھی ایک ہفتہ تھا۔ سوشل میڈیا کمپین میں limited edition کا hash tag ایڈ کر کے وہ یہ کر سکتے تھے۔ اس طرح سے قیمت بھی وصول ہو جانی تھی، کلائنٹ بھی سیو (save) رہتا اور کمپنی بھی نقصان سے بچ جاتی۔

"bitch" ...... اس سے زیادہ جامع تعارف آگسٹا وائٹ کا ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ ولید عبدالرزاق کی امریکن بیوی تھی۔

☆☆☆

"تم مقدمہ کیوں نہیں کرتے ولید......؟ ایسے تمہارا باپ تمہیں پراپرٹی کا شیئر دینے والا نہیں......" رات کا کھانا تیار کرتے ہوئے، ماتھے پر بل ڈالتے اس نے سلاد کاٹتے ہوئے ولید سے کہا تھا...... ولید ایک امریکن یونیورسٹی میں لیکچرر تھا جبکہ بیوی میڈیا ایڈوائزر تھی...... ان کی فیملی میں اضافہ ہونے والا تھا اسی لیے ان دونوں کو اس "اضافے" کے "اخراجات" کی فکر تھی۔ ان کے خیال کے مطابق کوئی اضافی آمدنی بھی ہونی چاہیے۔ اپنی تنخواہ سے وہ کچھ بچا نہیں سکتے تھے سو بہترین حل یہ نکالا تھا کہ جس کام میں آگسٹا ماہر تھی کہ ولید کا شیئر لیا جائے اور اسے کہیں انویسٹ کیا جائے...... وہ کہا ہے ناں کہ ایک جیسی روحیں ایک دوسرے کو تلاش کر لیتی ہیں سو ان کا بھی یہی حساب تھا۔

"تھوڑا سا انتظار کر لو ہنی...... تمہی اگر سیدھی انگلی سے نہ نکلا تو میں ٹیڑھی کرنا بھی جانتا ہوں۔ مجھے بس اپنے باپ کا لحاظ ہے اس نکھٹو کے حوالے گھر، بزنس، پیسہ سب کیا ہوا ہے۔ مفت کا مال سمجھ کر ہڑپ کر رہا ہے اس کے تو حلق سے نکلواؤں گا میں...... بس میں چاہتا ہوں کورٹ میں جائے بنا اگر مسئلہ حل ہو سکتا ہے...... تو ہو جائے...... خواہ مخواہ کی۔۔ دردِ سری کیوں پالی جائے۔ میں نے پیغام تو بھیجا ہے۔ تھوڑا انتظار کرو۔ میں کورٹ کے چکروں میں نہیں پڑنا چاہتا...... اس کے لیے مجھے پاکستان جانا پڑے گا اور ابھی یہ میں افورڈ نہیں کر سکتا......" وہ کٹنگ ٹرے سے سبزیاں ایک باؤل میں منتقل کرتے ہوئے بولا۔

"بے بی کے آنے سے پہلے...... ہمیں اس کے لیے کچھ نہ کچھ...... کہیں نہ کہیں انویسٹ کرنا ہے...... ورنہ اخراجات کنٹرول نہیں ہو سکیں گے...... تمہارا باپ نہ مانا تو......؟" کچن نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے، وہ اب کچن شیلف سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

"تو...... ظاہر ہے کورٹ ہی جانا پڑے گا مگر میں حتی الامکان اس سے بچنا چاہ رہا ہوں...... تھوڑا انتظار کر کے دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے......" وہ کہتے ہیں ناں کہ ایک جیسی روحیں ایک دوسرے کو تلاش کر ہی لیتی ہیں تو کچھ ایسا ہی تھا۔ آگسٹا نے ایک گہری سانس بھر کر اسے دیکھا تھا۔ اسے ولید کی پراپرٹی سے ہر صورت شیئر چاہیے تھا۔ جسے وہ انویسٹ کر کے پیسہ بنا سکے۔

☆☆☆

فون اس کے ہاتھ سے نیچے جا گرا۔ دونوں ہاتھوں سے منہ کو ڈھانپے ایک دم آنسو ٹوٹ، ٹوٹ کر گرے تھے۔

"بخت......!"

pklibrary.com

Scanned with CamScanner

ہیلری بینجمن..... ایک سیاح ہی نہیں تھا وہ ایک مشہور وی لاگر بھی تھا۔ وہ ان وی لاگرز میں سے تھا کہ جس کے وی لاگز لاکھوں روپے کماتے تھے اور پھر ایسا کوئی وی لاگر کسی گھر کے بنے کھانے، گھر کی ڈائننگ پر سجے خوان کے بارے میں لاگ بنائے..... اس کی تعریف کرے اور K.W.A کی ویڈیو کو شیئر کرتے ہوئے اپنا بلاگ لکھے..... تو ادا عبدالمالک کا یوں رونا بنتا تھا۔ Ben کو جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ ولیم کے مسالا جات کا تناسب تھا۔ وہ اس طرح سے تیار کی گئی تھی کہ ایشین ذائقہ بھی برقرار رہے اور بہت زیادہ اسپائسی بھی نہ ہو..... بین چونکہ ایک سیاح تھا اس لیے وہ کلچر اور فوڈ کی گہری معلومات رکھتا تھا۔ وہ ہمیشہ غیر معروف ہوٹلز میں ٹھہرا کرتا۔ غیر معروف ایجنسیوں کو اپروچ کرتا..... اس کا ماننا تھا کہ ایسے لوگ اپنا کام زیادہ محنت سے کرتے ہیں بہ نسبت ان کے کہ جن کا ایک نام ہوتا ہے۔ یہ آپ کو اپنا بیسٹ دیں گے۔ بخت ٹریول این ٹور کو سلیکٹ کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی... بخت نہیں جانتا تھا کہ وہ Ben کو کس حد تک متاثر کر سکے گا کہ وہ اسی کی کمپنی کو چنے، اس کی کمپنی کے ساتھ معاہدہ کرے..... مگر بخت عبدالرحمٰن اپنا ہوم ورک کرنا جانتا تھا۔ اس نے جتنی تحقیق Ben پر کی تھی..... اس سے یہی بات اس کے نوٹس میں آئی تھی کہ وہ نئے تجربے کرنے کا شوقین تھا۔ سو اس نے ایک تیر سے دو شکار کیے..... K.W.A کی ولیم بنانے کی ویڈیو وائرل ہونے والی تھی۔ ایک رات میں ہی اسے دس ہزار ویوز مل چکے تھے۔

ادا عبدالمالک کو زندگی اپنا نیا ڈھنگ، نیا رنگ دکھانے والی تھی۔

☆☆☆

"بخت کہاں ہو تم؟" بابا کا لہجہ گھبرایا ہوا سا انداز لیے ہوئے تھا۔

"آفس سے نکل رہا ہوں، معلوم ہے مجھے موسم خراب ہے اور....."

"عرشیہ زیرو پوائنٹ پر پھنسی ہوئی ہے۔ اس کی گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا ہے۔ تم فوراً وہاں پہنچو..... اس کا نمبر تمہیں بھیج رہا ہوں....." اور وہ کیا سمجھا بابا اس کے لیے پریشان تھے، بخت نے اک گہری سانس بھری..... اب یہ کیا تھا؟ اسے نہیں معلوم تھا عرشیہ کون تھی..... اور بابا اسے کیسے جانتے تھے۔ بس اب اسے زیرو پوائنٹ پر پہنچنا تھا۔ چاہے موسم اس سے بھی مزید خراب ہوتا۔

"اُف یہ بابا کا..... سوشل ورک..... دسمبر کا مہینہ، تیز برستی بارش..... سُبک خرامی سے چلتی ہوا اور وہ ایک انجان لڑکی کو ریسکیو کرنے جا رہا تھا..... ہا..... بخت عبدالرحمٰن..... ہا تمہاری قسمت میں گرم بستر..... بھاپ اڑاتی کافی اور کاجو کے مزے کہاں....." بڑے ہی بوجھل دل سے وہ گاڑی تک آیا تھا۔

(اور آپ کیا سمجھے کہ بخت عبدالرحمٰن کا موڈ ایسے موسم میں رومانٹک ہونے کا تھا..... تو ٹھہر جایئے..... آپ ابھی بخت عبدالرحمٰن کو جانتے نہیں.....)

☆☆☆

اور جب وہ زیرو پوائنٹ پہنچا..... اس ان دیکھی محترمہ سے رابطہ ہوا تو..... تو وہ محترمہ برستی بارش میں عین سڑک کے درمیان گاڑی کا ٹائر پنکچر کیے بیٹھی تھیں۔

"یا خدا.....!" بخت کے سارے اعضا ایک دم ڈھیلے پڑے تھے۔ اس نے اُف کے سے انداز میں سر اسٹیئرنگ سے ٹکایا۔ موسم ہو ٹھنڈ کا..... اور ٹھنڈ بھی ہو دسمبر کے آخر کی..... اور دسمبر بھی اسلام آباد میں..... تو یقین کیجیے اس موسم میں بھیگنا تارے توڑ لانے سے زیادہ جان جوکھم کا کام ہے۔ اور سامنے گاڑی میں بیٹھی محترمہ..... نا سمجھی کی کیفیت میں بیٹھی ونڈ اسکرین پر چلتے وائپرز کے پار..... اس ابھرتی دھندلی ہوتی شبیہ کو سمجھتی تھی کہ آخر وہ جلدی گاڑی سے باہر کیوں نہیں آجاتا۔ اب بخت عبدالرحمٰن اسے کیا بتاتا کہ اسے بارش میں بھیگنے سے کس قدر کوفت ہوتی تھی..... ایک گہری سانس بھر کر، جی کڑا کر کے وہ گاڑی سے باہر آیا اور پھر جس طرح اس برستی بارش

Scanned with CamScanner

میں گاڑی سڑک کے درمیان سے ہٹا کر سائڈ پر کی تھی..... دھکا لگا، لگا کر وہ ایک الگ داستان تھی۔ محترمہ کی گاڑی لاکڈ کی۔ انہیں اپنی گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا..... اور خود بھی ایک جاننے والے مکینک کو کال ملاتے ہوئے وہ گاڑی تک آیا..... اس بارش میں وہ خود تو ٹائر بدلنے والا نہیں تھا۔

"انسان کو گھر سے ویدر اپ ڈیٹس لے کر نکلنا چاہیے....." گاڑی کے کھلے دروازے کی طرف سر جھکا کر بالوں سے پانی جھٹکتے ہوئے..... وہ نصیحت کرنے والے انداز میں بولا تھا۔

"جب فائنل ائیر کا فائنل پیپر ہو تو ویدر اپ بارش طوفان آندھی جو بھی دکھائے آپ کو اس update کو نظر انداز کر کے گھر سے باہر آنا ہی پڑتا ہے۔"

اس قدر سڑا ہوا، دو ٹوک انداز تھا کہ بخت نے ہاتھ کی حرکت روک کر ایک دم ساتھ بیٹھی محترمہ کو پہلی دفعہ دیکھا۔

ابروؤں کے درمیان ڈھیروں بل، دونوں بازو سینے پر باندھے منہ پر دنیا جہان کی خفگی سجائے وہ ایک 26,27 سال کی لڑکی تھی۔ اس چہرے کو دیکھ کر بخت عبدالرحمٰن کو کوئی اور چہرہ بڑی شدت کے ساتھ یاد آیا تھا۔ یا پھر یوں کہیے..... اس چہرے کو دیکھ کر بخت عبدالرحمٰن کو ایک نیا راستہ نظر آیا تھا۔

"ادا عبدالمالک! کیا تم زندگی کے آسمان پر اڑان بھرنے کے لیے تیار ہو؟"

☆☆☆

"آپ اندر آیئے ناں....."

"نہیں..... مجھے پہلے ہی دیر ہو چکی ہے۔"

"ایک کپ چائے کا تو بنتا ہی ہے۔"

"پھر سہی....." وہ دونوں ہاتھوں سے اسٹیئرنگ تھامے..... ذرا سا رخ اس کی جانب کیے اس کے اترنے کا منتظر تھا۔ عرشیہ..... ایک ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر رکھے اترنے کو تیار..... اسی کی جانب چہرہ کیے کہہ رہی تھی۔

"ایک منٹ!" اس کے "پھر سہی" کہنے پر وہ ذرا سی متذبذب نظر آئی اور پھر ایک منٹ کہہ کر بیگ سے سیل فون نکالا..... کال ملائی اور..... "ابو! جن صاحب کو آپ نے مجھے لینے بھیجا تھا۔ وہ اندر نہیں آ رہے ہیں..... بعد میں مجھے مت ڈانٹیے گا....."

اور بخت! سر جھکا کر جھٹکتے ہوئے ہنس دیا۔

"واللہ بخت! کوئی تم سا بھی زمین پر اتارا گیا ہے۔"

عرشیہ نے فون بند کیا..... اسے دیکھ کر کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔

"آپ کے ابو کہہ رہے ہیں کہ آپ مجھے اندر لے کر آئیں..... ورنہ وہ سخت ناراض ہوں گے۔"

بخت کی آنکھوں میں زچ کرنے والی مسکراہٹ تھی۔ عرشیہ نے اپنا کھلا منہ بند کیا..... غیر آرام دہ انداز میں گلا کھنکھارا۔

"بدتمیز....." وہ بڑبڑائی۔

"دیکھیے..... آپ کی مرضی نہیں ہے تو آپ جا سکتے ہیں لیکن اس جانے کی ساری ذمے داری آپ پر ہو گی..... میں نے آپ کو اندر آنے کا کہا تھا۔ بس اس بات کی گواہی آپ دے دیجیے گا..... وہ کیا ہے کہ آپ بہت تھکے ہوئے دکھ رہے ہیں..... بھیگ بھی چکے ہیں..... تو پھر سہی..... بس ابو کا نزلہ مجھ پر نہ گرے..... اوکے؟"

"یعنی وہ کیا ہے کہ میں بہت تھکی ہوئی آئی ہوں..... آپ اندر چلے گئے تو ساری مہمانداری مجھے ہی کرنی پڑے گی..... اور میرا قطعاً ایسا کوئی موڈ نہیں....."

بخت نے اس کے جملوں کو ڈی کوڈ کیا تھا..... ایک دفعہ پھر سے اس نے مسکراہٹ روکی..... ان محترمہ کو کیا معلوم کہ وہ یہ تک نہیں جانتا تھا کہ وہ بابا کے کس دوست کی بیٹی ہے اور وہ اس کی طرف سے یقین دہانی کی منتظر تھی۔

"ٹھیک ہے! نزلہ آپ پر نہیں گرے گا مگر یہ تو بتا دیں کہ کن صاحب کا نزلہ آپ پر گرنے نہیں دینا....."

"جی؟"

Scanned with CamScanner

''نام کیا ہے آپ کے ابو کا......؟''

''ڈاکٹر احتشام الدین......''

''ڈاکٹر احتشام......جو بابا کے معالج ہیں؟ ان سے تو مجھے بابا کے بارے میں بہت اہم بات ڈسکس کرنی تھی چلیے......اندر چلتے ہیں تاکہ آپ کو آپ کے ابو کے نزلہ زکام، کھانسی سب سے محفوظ رکھا جاسکے......'' عرشیہ کا سارا جسم اِک دم ڈھیلا پڑا۔ اس نے بڑی بے بسی سے گیٹ کی جانب بڑھتے بخت کو دیکھا۔اس کے امتحان ہو رہے تھے اور اب اوپر سے مہمانداری......اللہ......! اس نے جھنجلا کر بڑی خفگی سے آسمان کو دیکھا۔

''مہمان رحمت ہوتے ہیں......'' ابو کی آواز کانوں میں گونجی۔

''مجھے یہ والی رحمت ابھی نہیں چاہیے تھی اللہ جی!'' بڑی ہی ناراضی سے شکوہ ہوا ڈھلکے ہوئے کندھوں کے ساتھ وہ باہر آئی......بخت نے ریموٹ سے گاڑی کا دروازہ لاک کیا۔

''اور اگر ابو نے اسے کھانے پر روک لیا تو......''

اکھڑی رکی ہوئی سانس اور تھمی ہوئی دھڑکن کے ساتھ اس نے بخت کو دیکھا......جو بڑی ہی گرمجوشی سے اب اس کے ابو سے مل رہا تھا۔

''جاؤ......! تمہیں ان بھیگے کپڑوں سے ٹھنڈ لگے، تمہیں تاپ چڑھے، نزلہ لگے......'' عرشیہ نے سوچا۔

''فٹے منہ تمہارا عرشیہ خاتون فٹے منہ تمہارا اپنے پیارے بندے کو یوں بددعائیں دیتے ہوئے تمہارے دل نے ذرا سی بیٹ بھی مس نہیں کی۔ آہ......عرشیہ خاتون......آہ......قصور تمہارا نہیں کہ M.phill نے تمہارا دماغ حقیقتاً خراب کر رکھا ہے۔'' اس نے خود کو ملامت کی۔

☆☆☆

''آپ نے سوچا تھا کہ آپ کی ایک کوکنگ ویڈیو یوں راتوں رات وائرل ہو گی؟''

''نہیں......قطعاً نہیں......'' پلین سیاہ ویلویٹ کی لمبی قمیص کے ساتھ، کھڑا پاجامہ پہنے، سلیقے سے سر پ

اہم اطلاع

برائے ایجنٹ حضرات / قارئین

السلام علیکم! اطلاعاً عرض ہے کہ ناگزیر وجوہ اور کاغذ کی بے انتہا گرانی کے سبب ادارے سے شائع ہونے والے چاروں ماہناموں

سسپنس ڈائجسٹ......ماہنامہ سرگزشت

ماہنامہ پاکیزہ......جاسوسی ڈائجسٹ

کی قیمت مارچ 2023ء سے =/180 روپے فی شمارہ ہو گی۔

آپ سے تعاون کی درخواست ہے۔

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

دوپٹا اوڑھے، دائیں کندھے پر گرم خاکی شال رکھے۔ وہ ایک صوفے پر براجمان بظاہر پُرسکون مگر اندر سے دھک، دھک کرتے دل کے ساتھ انٹرویو ریکارڈ کروا رہی تھی۔ زندگی ہر کسی کو ایسے مواقع مہیا نہیں کرتی۔ زندگی صرف انہیں ایسے مواقع مہیا کرتی ہے جو... اَن تھک کوشش کرتے ہیں، دل نہیں چھوڑتے..... مایوس ہوں بھی تو پھر سے ہمت یکجا کر کے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور وہ کہہ رہی تھی۔

''میں نے یہ کام اپنی مرضی سے شروع ہی نہیں کیا تھا..... یہ کام مجھ سے کروایا گیا..... سب کی زندگیوں میں اچھا برا وقت آتا رہتا ہے..... زندگی کے ایسے ہی کسی برے وقت سے گزرتے ہوئے..... مجھ سے کسی نے کروایا..... کسی نے چراغ لے کر راستہ ضرور دکھایا مگر انگلی پکڑ کر چلایا نہیں..... اس نے مجھے سکھایا کہ کیسے phoenix دوبارہ جنم لیتا ہے اپنے ہی وجود کی راکھ سے.....'' (وہ ایک podcast تھی)

''سوری میں آپ کی بات کاٹ رہا ہوں..... لیکن میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ ''کسی'' کون ہے؟''

''جی..... پوچھ سکتے ہیں..... ضرور پوچھ سکتے ہیں..... بلکہ میں نے ذکر ہی یوں کیا ہے کہ آپ مجھ سے پوچھیں.....'' یہ جواب دیتے ہوئے ادا کے چہرے پر کلیوں سی مسکراہٹ تھی۔

''بخت عبدالرحمٰن..... بخت ٹریول این ٹور کے اونر ہیں۔ میرے فرسٹ کزن ہونے کے ساتھ ساتھ میرے mentor، میرے دوست ہیں۔ جو لوگ ٹریولنگ کے، سیاحت کے شوقین ہیں ان کے لیے بخت عبدالرحمٰن کا نام غیر معروف نہیں ہے۔ یوٹیوب چینل سے لے کر یہ کام کیسے کرنا ہے..... ویڈیوز کیسے اور کس طرح کی بنانی ہیں اور سب سے بڑھ کر اس سارے کام میں ''صبر'' کا دامن کیسے پکڑے رکھنا ہے۔ یہ سب مجھے اس شخص نے سکھایا ہے۔''

''اس تعلق کی نوعیت پوچھ سکتا ہوں.....؟''

''بالکل پوچھ سکتے ہیں علی.....'' گھٹنوں اور کہنیوں کو ایک ساتھ جوڑے، ٹانگیں ترچھی کیے..... کمر بالکل سیدھی کیے kitten heels پہنے..... دونوں ہاتھ گود میں رکھے وہ اب پہلے سے بہت پُراعتماد تھی اور جب ہوسٹ علی زمان اس سے اس تعلق کی نوعیت پوچھتا تھا وہ ذرا سی دیر کو تھم گئی..... سر جھکا کر مسکرائی اور پھر سر اٹھا کر ہوسٹ کو دیکھا۔

''ہر تعلق کی نوعیت وہ نہیں ہوتی..... جو آپ لوگ، معاشرہ سمجھتا ہے اور اس وقت میرے منہ سے سننا چاہتا ہے..... کچھ تعلق اتنے خوب صورت، اتنے پاکیزہ، اس قدر شفاف ہوتے ہیں کہ اُن کی نوعیت بدلنے کا سوچ کر بھی آپ کو خوف لاحق ہوتا ہے..... کہیں یہ خوب صورتی کھو نہ جائے..... بخت عبدالرحمٰن میرے کزن، mentor اور دوست ہیں..... اور میرے لیے یہ تعلق سب سے بڑھ کر ہے۔''

''ٹھیک ہو گیا..... آپ نے ابھی ایک لڑائی کا ذکر کیا..... بتانا چاہیں گی کہ کیا ہوا تھا؟''

''نہیں.....''

''کیوں.....؟''

"it,s personal"

''آپ آج ایک podcast میں انٹرویو دے رہی ہیں..... آپ لوگوں کے نوٹس میں آئی ہیں..... آپ کا نام سننے کی ابتدا ہے یہ..... لوگ آپ کی ذاتی زندگی کے بارے میں جاننا چاہیں گے..... پھر؟''

''تو جتنا میں ضروری سمجھتی ہوں..... ضروری سمجھوں گی ضرور شیئر کروں گی..... بلکہ کرتی بھی ہوں..... لوگ میری ویڈیوز میں میرا کچن..... میرا گھر دیکھ سکتے ہیں..... میرا کام کھانا بنانا ہے تو ویڈیوز اسی کے متعلق ہوں گی نہ کہ میری ذاتیات کے متعلق.....''

''یعنی آپ likes لینے کے لیے کچھ ایسا نہیں کریں گی؟''

''کروں گی ناں.....!''

''کیا.....؟''

''کھانا بناؤں گی.....'' اور وہاں ہوسٹ کا قہقہہ

Scanned with CamScanner

گونجا اور ادا ہلکے سے ہنس دی۔

تو ادا عبدالمالک زندگی کے آسمان پر اڑان بھرنے کی شروعات کر چکی تھی..... وہ اپنی پہلی سولو۔ پرواز لے چکی تھی۔ ☆☆☆

اس کے فون پر پیغامات کی مخصوص رنگ ٹون بجی اور اس سے پہلے کہ وہ پیغامات کھول کر دیکھتا..... کال آنی شروع ہو گئی تھی۔

"السلام علیکم.....!"

"وعلیکم السلام....." آج بخت کا لہجہ پھیکا سا تھا۔

"کچھ بھیجا ہے آپ کو....."

"ہاں.....! دیکھنے ہی لگا تھا۔"

"کھول کر دیکھیں ذرا جلدی سے۔"

"فون بند کرو گی تو دیکھوں گا ناں....." اور وہ ہنس دی۔ ادا نے اپنے جوش میں اس کا بجھا ہوا انداز نوٹس ہی نہیں کیا تھا۔ اور جب اس نے چیٹ کھولی تو آگے سے چند clips تھے..... ابھی انٹرویو آن ائر نہیں گیا تھا..... پروموشن کے لیے اسے چند کلپس بھیجے گئے تھے۔ بخت ایک دم حیران ہوا..... وہ جانتا تھا کہ اس کی ویڈیو وائرل ہوئی ہے مگر نوبت انٹرویوز تک جا پہنچی تھی۔ اس کا بخت کو اندازہ نہیں تھا۔ کہیں پر اس کی مسکراہٹ تھی..... کہیں اس کا پُرمزاح انداز..... کہیں دوٹوک جواب..... کتنی ہی دیر وہ ویڈیوز کو بار، بار پیچھے کر کے دیکھتا رہا..... خوشی کے ساتھ اندر کہیں بہت اندر گھلتا ہوا کوئی غم تھا..... جیسے پانی میں رکھی نمک کی ڈلی..... وہ یک دم کوئی ردِعمل دکھا نہیں سکا تھا۔

"تم نے مجھے حیران کیا ادا..... مجھے یوں حیران کر دینے کے لیے شکریہ..... اس سے زیادہ پُرلطف اور کچھ ہو نہیں سکتا۔"

چند لمحوں بعد اس نے پیغام ٹائپ کر کے بھیجا۔ فون سائلنٹ پر لگا کر سائڈ پر رکھا اور آنکھیں موند لیں۔

"اسے دیکھنا تھا کہ نمک کی ڈلی کب تک پوری کی پوری پانی میں گھلتی ہے۔"

☆☆☆

اس نے لمبے گھنگرالے بالوں کو کھلا چھوڑ کر پشت پر گرایا۔ سیاہ آنکھوں میں بھر، بھر کا جل ڈالتے ہوئے مسکارے سے پلکوں کو سجاتے ہوئے اس کے پورے وجود میں خوشی بڑے زور سے گونجتی تھی۔ nude pink شیڈ کی لپ اسٹک لگائے ہوئے اس نے اپنی تیاری کو فائنل ٹچ دیا تھا۔

کل جب وہ سارے لاؤنج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے تو کال آئی تھی۔

کمرے میں تارا بھی تھی جو منہ ہاتھ دھو کر محض لپ اسٹک لگا کر تیار ہوئی بیٹھی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ تارا اسے بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ان نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے جھک کر ہیلو پہنی، شلوار کا دوپٹا گلے میں ڈالا۔ شال کو شانوں پر لپیٹ کر دونوں بازوؤں پر ڈالا تھا۔ گردن اٹھا کر خود کو آئینے میں دیکھا۔ بل کھاتی ایک لٹ کا لربون کو چھو رہی تھی۔ وہ کس قدر پُراعتماد، نفیس اور خوب صورت دکھتی تھی..... اور اسے پوری تقریب میں ایسا ہی دکھنا تھا..... پرفیوم اٹھا کر گردن اور کلائیوں پر اسپرے کیا۔ مڑ کر الماری سے ایک گفٹ نکال کر بیگ میں رکھا اور تارا سے کہا۔

"جاؤ دیکھو امی، ابو تیار ہیں؟"

"وہ تو کب کے تیار ہو کر لاؤنج میں بیٹھے ہیں۔ آپ کی تیاری ہی ختم نہیں ہو رہی۔"

اس جواب پر اس کے ہاتھ اِک لمحے کو ٹھہرے اور پھر اِک گہری سانس بھر کر تارا کو دیکھا۔ "ابو کو کہو گاڑی نکالیں میں آ رہی ہوں....."

تارا ایک تیز نظر اس پر ڈال کر اٹھ گئی۔ کل آنے والی کال عبدالمالک نے سنی تھی۔

سن کر وہ اتنے خوش ہو گئے تھے کہ وہ سب چونک گئے۔

"کیا ہوا ہے؟ خیریت ہے؟" رقیہ نے پوچھا۔ اور انہوں نے نظریں اٹھا کر ادا کو دیکھا۔

انہوں نے جو کہا اسے سن کر رقیہ جو چونک کر ایک

Scanned with CamScanner

دم آگے ہو کر بیٹھی تھیں۔ ڈھے کر صوفے کی پشت سے جا لگیں۔ تارا نے ہاتھ سے اپنے کھلے منہ کو ڈھانپا اور ادا..... وہ اتنی خاموش تھی کہ خاموشی اپنے پورے معنوں کے ساتھ اس کے وجود میں گونجتی تھی۔

☆☆☆

سفید پردے برابر..... ایک سی فال کے ساتھ گرے ہوئے تھے۔ جن کے آگے... گولڈن فریم پر سفید اور پنک پھولوں کے ساتھ ہائل گرین پتیوں کی زیبائش تھی۔ اس پھولوں سے سجے فریم کے آگے سفید ہی کاؤچ پڑا تھا۔ انتظام اوپن ائر میں تھا۔ سبزہ زار میں جا بجا مہمانوں کے لیے سفید صوفے لگے ہوئے تھے۔

آنکھوں پر گاگلز لگائے وہ اسٹیج کے سب سے قریبی صوفے پر براجمان تھی۔

گردن موڑے۔ وہ کپل کو دیکھ رہی تھی۔

وہ سفید شلوار سوٹ کے اوپر واسکٹ پہنے اپنی killing dapper looks کے ساتھ موجود تھا۔

عرشیہ پنک کامدار گھیر والی میکسی میں ملبوس تھی۔ لمبے dyed بالوں میں لوز کرلز تھے جو گردن کے دونوں اطراف سے شانوں پر گرے ہوئے تھے۔ گلے میں صرف ایک نیکلس تھا، کانوں میں اسٹڈز، ایک کلائی پر گھڑی اور دوسری کلائی خالی تھی۔ عام دلہنوں کے برعکس اس کے ماتھے پر سلوٹیں تھیں۔ ہونٹ خفگی کے سے انداز میں بھینچے ہوئے تھے۔

تقریب کا آغاز ہو چکا تھا۔ بخت کے ساتھ... عبدالرزاق اور عرشیہ کے ساتھ ڈاکٹر احتشام آ کر بیٹھے تھے۔ ماں کی وفات ہو چکی تھی۔

عبدالرزاق نے اسے انگوٹھی پکڑائی نہ جانے کس احساس کے تحت اس نے انگوٹھی کو مٹھی میں بھینچ لیا۔ اس نے سامنے دیکھا اور پھر اپنی بند مٹھی کو..... ہاتھ کی ہتھیلی میں کچھ زور سے چبھا تھا۔ نہ صرف ہاتھ میں اس کے دل میں بھی کچھ شدت سے چبھا تھا..... "وہ کیا تھا؟ کوئی احساس یا پھر..... محبت؟"

وہ محبت تھی ہے اور رہے گی..... وہ جانتا تھا..... اس کسک کو..... اس چبھن کو اس نے خود اپنے لیے چنا تھا۔ اس نے خود خار چنے تھے اس نے خود اپنی راہ مشکل بنائی تھی۔ اس نے نظریں موڑ لیں اس کے حلق سے کچھ نیچے اترا اور پھر اس نے انگوٹھی عرشیہ کو پہنا دی۔

تالیوں کا شور گونجا اور اسی شور میں عرشیہ نے بھی رنگ پہنائی تھی۔ ایک گہری سانس بھر کر اس نے مسکرا کر ساتھ بیٹھے باپ کو دیکھا..... عبدالرزاق کی آنکھیں نم تھیں..... اور پھر انہوں نے ایک دم اسے گلے سے لگا کر ماتھا چوم لیا تھا۔

اس قدر ضبط، اتنا تحمل..... اتنی برداشت..... اتنا بولڈ فیصلہ واللہ بخت عبدالرحمن..... واللہ..... تم کیا کھاتے ہو؟ اور پھر جب مہمان باری، باری اپنے گفٹس اور... خیر خواہی کے کلمات سے نئے بننے والے کپل کو نواز رہے تھے۔ اس نے ایک دم اپنی جگہ چھوڑی..... شال کو کونے سے پکڑ کر کندھے کے گرد لپیٹا..... لبوں پر مسکراہٹ سجائے..... گردن اٹھائے..... وہ اسٹیج کی طرف بڑھی۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر بخت عبدالرحمن کے جبڑے بھنچ گئے..... یوں محسوس ہوا کہ کوئی جسم کی تمام رگوں کو کھینچ رہا ہے..... یہ دوسرا مشکل ترین مرحلہ تھا۔

"مبارک ہو" اس نے مسکرا کر بخت سے کہا۔

سر کو خم دے کر اس نے مبارک وصول کی۔

عرشیہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اس نے ایک گفٹ پیک کھولا..... وہ ایک بریسلیٹ تھا۔ جھک کر بریسلیٹ عرشیہ کی کلائی میں پہناتے ہوئے اس نے کہا۔

"میری دلی دعا ہے کہ یہ رشتہ آپ کے لیے خیر کا باعث ہو..... آپ نے ایک بہت اچھے شخص کا انتخاب کیا ہے۔"

بخت کے کانوں نے وہ جملہ سنا..... اس کے ناک کے نتھنوں سے ہوتی ہوئی مرچ جیسی کوئی چیز لہر کی صورت میں پورے جسم میں پھیلی۔

دونوں نے بیک وقت سر اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور فوٹو گرافر نے یہ لمحہ ہمیشہ کے لیے قید کر لیا تھا۔

(باقی آئندہ)

Scanned with CamScanner

مکمل ناول

میرا بخت

digest novels lovers group

تحریر ساجد

پانچواں حصہ

اے وقت.....
تم پیچھا کرتے ہو میرا
دہشت کے جھنڈ میں
ناراضی اور نامہرباں انداز سے
ایک تکلیف دہ انکشاف کے ساتھ
گزرے ہوئے کل کی غلطیوں پر
اُڑا دیتے ہو میرے پاگل خوابوں کو

جیسے وہ قلعے ہوں مٹی کے
کسے معلوم تھا قدیم سچائیاں
ایسی آسانی سے منہدم ہو سکتی ہیں
تو پھر ایسی بے دردی سے
کیوں ہنستے ہو مجھ پر
میں نے وہیں پر ٹھوکر کھائی ہے
جہاں تم بھی غلطی پر تھے

Scanned with CamScanner

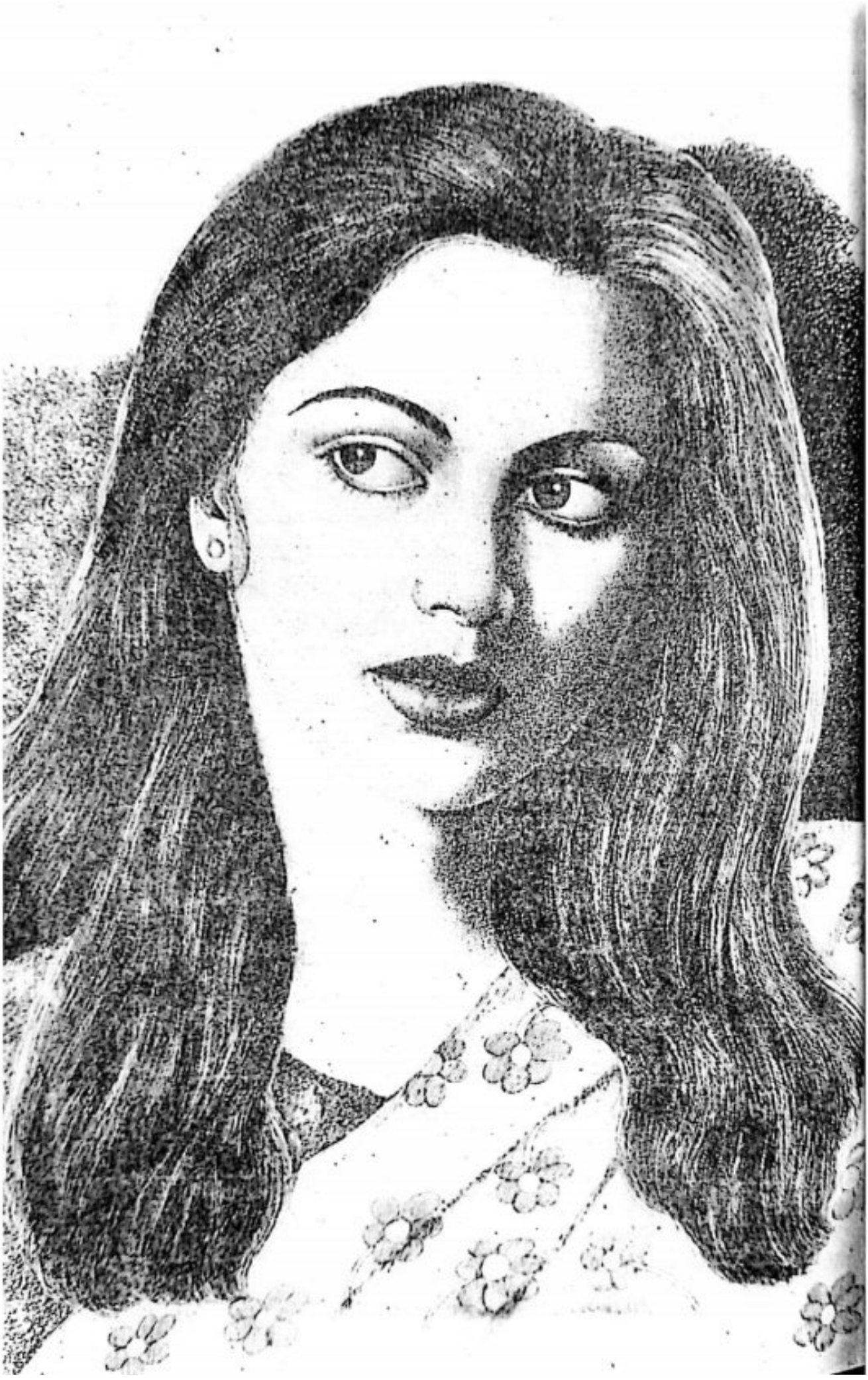

Scanned with CamScanner

اور میں تو اپنے عقیدت بھرے اندھے پن میں
بس تمہارے ہی الفاظ دہرا رہا تھا
ہاتھ میں مشروب کا گلاس پکڑے..... کہنی ریلنگ پر ٹکائے، وہ اونچائی پر واقع سبزہ زار سے نیچے جھانک رہی تھی۔ بخت نے دور سے اسے دیکھا۔ اور پھر اپنے لیے مشروب کا گلاس اٹھاتے ہوئے اس تک آیا۔ قدموں کی چاپ سن کر ادا نے مڑ کر دیکھا اور ہلکا سا مسکرائی۔ وہ بھی مسکرایا مگر اس کی مسکراہٹ میں اتنی افسردگی تھی کہ جتنی قبر پر پھول رکھنے والے کی آنکھ میں ہوتی ہے۔

''آپ نے مجھے حیران کیا بخت..... اس حیرانی سے زیادہ پُرلطف شے اور کوئی نہیں.....''

اس کے قریب آ کر کھڑے ہونے پر ادا نے کہا۔ بخت نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ چند لمحے یوں ہی گزرے کہ دونوں میں سے کسی نے پلک نہ جھپکی تھی اور پھر رخ بدل کر سیدھا ہوتے ہوئے اس نے مشروب کا گھونٹ بھرا تھا۔ یوں کہ بخت کا چہرہ بیرونی منظر کی طرف تھا اور ادا کا رخ بخت کی طرف تھا۔

''تاک، تاک کر حملے کر رہی ہیں۔''

''حملے.....؟ آپ کے الفاظ لوٹا رہی ہوں کہ میرے پاس ان الفاظ سے زیادہ اچھے الفاظ نہیں ہیں۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''عرشیہ کو وہ بریسلیٹ کیوں دیا آپ نے؟'' بخت کہتے ہوئے مڑا تو ماتھے پر دو بل تھے۔

''وہ اس کی زیادہ حقدار ہے۔''

''یہ فیصلہ آپ کیسے کر سکتی ہیں؟''

اور ادا عبدالمالک کا دل دھک کر کے رہ گیا۔

''کسی کے تحفے کی یہ قدر ہے ادا؟'' مزاج میں برہمی نہیں عجب یاسیت سی تھی۔

''یہ قدر ہی تو ہے بخت..... میں نے اپنی سب سے قیمتی شے اس ہستی کو دی جو میرے سب سے عزیز شخص سے وابستہ ہونے جا رہی ہے۔''

''ہا.....'' اس نے ہاتھ فضا میں یوں بلند کیا کہ جیسے بہت بے بس ہو.....

''اچھی قدر کی (دل ہی مسل دیا) وہ تمہارے لیے تھا ادا..... صرف تمہارے لیے..... تمہیں کیا معلوم کہ میں نے.....'' اور وہ ایک دم ہونٹ بھینچ کر چپ ہو گیا۔

''بخت..... پلیز برا نہ مناؤ..... مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہیں اس قدر برا لگے گا۔ میں نے تو بس.....'' لاچاری ہو کر اس نے جملہ ادھورا چھوڑا..... پھر کہا۔

''تمہارا تو مجھ پر اتنا بڑا احسان ہے کہ میں اپنی زندگی دے کر بھی نہیں اتار سکتی۔'' وہ کہہ رہی تھی اور بخت کا دل جیسے اسی کے پیر تلے آیا تھا۔ اس نے تکلیف سے ادا کو دیکھا۔

''یہ ہی ٹھیک یہ ہی..... تو میں نہیں چاہتا تھا اسی اِک شے سے بچنے کے لیے آج وہاں..... اس اسٹیج پر اپنے ساتھ بیٹھنے کے لیے میں نے عرشیہ کو چنا۔'' وہ خاموش کھڑا..... اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ وہ اب بھی کچھ کہہ رہی تھی۔

''ادا.....؟''

''ہاں.....'' وہ ایک دم بولی..... وہ چند لمحے سر جھکائے کھڑا رہا..... پھر رخ موڑا..... ذرا سا جھک کر کہنی ریلنگ پر ٹکائی اور کہا۔

''جاؤ یہاں سے.....''

ادا نے پوچھنا چاہا کہ تم نے کیا کہا مگر اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ اس کے پیروں تلے کی زمین اِک دم ہلی تھی۔ تو کیا وہ اتنا ناراض تھا؟ اس نے معذرت کے لفظ کہنا چاہے۔

ہونٹ ہلے ہی تھے کہ اس نے ذرا سا چہرہ موڑ کر اپنے کندھے سے اوپر، ترچھی نظر سے ادا کو دیکھا اور اس کے ہونٹ ایک دم ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔

اور وہ تب تک اٹھے ہوئے سر، سیدھے کندھوں کے ساتھ وہاں کھڑا رہا جب تک اس کی ہیلز کی آواز آنا ختم نہ ہوئی تھی۔ جیسے وہ دور ہوئی اس کے کندھے ڈھلک گئے تھے۔

''چو من در آتش خود سوز گر سوز دلے داری''
(اگر تجھ میں ذرا سی دل کی تپش ہے تو پھر میری

Scanned with CamScanner

طرح اپنی آگ میں جل)

زیر لب مصرعہ پڑھتے ہوئے تمسخرانہ سے انداز میں خود پر ہنستے ہوئے اس نے جھک کر مشروب کا گھونٹ بھرا تھا۔

چو من در آتش خود سوز گر سوز دلے داری
سوز دلے داری......
سوز دلے داری

☆☆☆

''منہ کیوں سوجا ہوا تھا آپ جناب کا......؟ کسی تصویر میں بھی اچھی نہیں لگ رہیں۔''

''اتنی جلدی کیا تھی آخر منگنی کرنے کی؟ پسند کیا آگیا تھا مجھ میں......؟''

''پسند کرنے والی ایسی کوئی بات تھی تو نہیں......''

''تو پھر میری زندگی کیوں مصیبت میں ڈالی......؟''

وہ بری طرح سے تپی تھی اور بخت ہنس دیا۔

''اچھا بتاؤ ناں......کیا مسئلہ ہے؟''

''بخت......میں اکلوتی اولاد ہوں......تعلیم کے چکروں نے مجھے ابو کے ساتھ وقت ہی گزارنے نہیں دیا۔ ابھی فارغ ہوئی تھی کہ تم آگئے......''اس کا ناراض لہجہ کہیں کوئی ہلچل مچاتا تھا۔ یوں جیسے کسی بچے کی کوئی معصوم حرکت......دل میں گدگدی سی کرتی ہے۔

''اس میں اتنا منہ پھلا کر اپوئنٹ خراب کرنے والی تو کوئی بات نہیں تھی عرشیہ...... جب آپ کہیں گی تب ہی شادی ہوگی......''فون کے دوسری طرف عرشیہ اِک پل کو ٹھہری گئی۔

''سیریسلی......؟'' وہ بولی تو آواز مدھم تھی۔

''یہ سوال کرنا بنتا تو نہیں تھا خاتون......''

اور عرشیہ ہنس دی۔

''تم اتنے ہی فرمانبردار رہے تو زندگی بڑی اچھی گزرے گی......اچھے شخص ہو، تمہاری کزن نے ٹھیک کہا تھا۔'' وہ بولی۔

''بخت......؟'' دوسری طرف ایک دم سناٹا چھانے پر عرشیہ نے اچنبھے سے اسے پکارا۔

سرگزشت کا خاصہ ہے کہ اس کے خاص شمارے خاص الخاص ہوتے ہیں

مجنوں نمبر

ایک ایسا خاص نمبر
جسے آپ مجلد کرا کر
محفوظ رکھیں گے

ان مشہور قلمکاروں، اعلیٰ عہدے داروں، فنکاروں کی داستان جو پاگل پن کا شکار ہوئے

ایسی سچی داستانیں، سچے قصے، تاریخی واقعات جو آپ کو
چونکا دے کہ ان معروف ہستیوں کے دماغ کیوں الٹ گئے

ہر تحریر خاص الخاص

ابھی سے نزدیکی بک اسٹال پر شمارہ مختص کرالیں ورنہ پچھتاوا دامن گیر رہے گا

Scanned with CamScanner

''بزی ہوں..... دوبارہ بات کریں گے.....''
فون ڈسکنکٹ ہوگیا۔ عرشیہ نے ست روی سے فون کان سے ہٹایا۔
''اسے کیا ہوا ہے؟'' دل میں کہیں اندر..... بہت گہرائی میں جیسے کوئی گرہ پڑی تھی۔

☆☆☆

تصاویر کی سافٹ کاپی اس کے پاس آچکی تھی۔ سب تصاویر وہ عرشیہ کو بھیج چکا تھا فائنل کرنے کے لیے۔
''بابا..... اپنا موبائل دیں ذرا.....'' پاس بیٹھے عبدالرزاق سے اس نے کہا۔
اس نے ہر وہ تصویر سلیکٹ کی کہ جس میں ادا نمایاں تھی اور ولید کے نمبر پر سینڈ کردی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ادا کے انٹرویو کے کلپس عبدالرزاق کے واٹس ایپ کے اسٹیٹس پر لگائے تھے۔ "time to avengeWaleed Abdur Razzaq" اور اس کے ہونٹوں پر بڑی دل فریب مسکراہٹ تھی۔

☆☆☆

''جاؤ یہاں سے.....''
''جاؤ یہاں سے.....''
یوں جیسے اس نے زندگی سے بے دخل کردیا ہو۔
اسے رونا نہیں آرہا تھا۔ دکھ نہیں تھا۔ کوئی تکلیف بھی نہیں تھی بس دل کہیں اندر ہی اندر ڈوب رہا تھا۔ یوں جیسے کسی نے بیچ راہ میں ہاتھ چھوڑ دیا ہو..... ایسے جیسے وہ اس پوری کائنات میں ایک دم اکیلی رہ گئی ہو..... ایسی تنہائی تھی کہ جیسے کالی اندھیری رات میں، کسی اندھی گپھا کے اندر بس وہ تھی اور اندھیرا تھا۔
''مجھے سوچنا چاہیے تھا..... اسے برا بھی لگ سکتا تھا۔ کیا نہیں..... برا ہی لگنا چاہیے..... کسی کے تحفے کے ساتھ بھلا یوں کیوں کیا جاتا ہے کیا؟''
حلق کے پاس سے سینہ مسلتے ہوئے مسلسل اس کے چکر میں تھے پھر ایک دم وہ رکی فون پکڑا..... چیٹ کھولی اور بخت کو سوری کا پیغام بھیجنا چاہا تو..... "It's the time Ada" اس کے کانوں میں ایک جملہ گونجا اور اس کے ہاتھ ڈھلک کر پہلو میں جا گرے۔ فون نیچے جا گرا۔ ہاتھ کی مٹھیاں یوں بند ہوئیں کہ ناخن ماس میں دھنس گئے۔ سر اونچا تھا..... ناک کے نتھنے پھڑ پھڑا رہے تھے..... ہونٹ ایک دوسرے میں پیوست تھے..... حلق سے کچھ نیچے اترتا دکھائی دیا۔
''میں نے کیوں سوچ لیا تھا کہ ساری عمر میں بخت کی انگلی پکڑ کر اپنے بخت کی راہ ہموار کرتی رہوں گی۔ اس نے تو کبھی انگلی پکڑ کر چلایا ہی نہیں تھا تو ادا عبدالمالک تم نے یہ خوش فہمی کیوں پالی کیوں؟''
وہ وقت آگیا تھا کہ وقت کا سامنا کیا جائے۔ چند گہری، گہری سانسیں بھر کر اس نے جھک کر موبائل اٹھایا..... انگلی کی پور سے آنکھ کی نمی کو صاف کیا۔ پھر موبائل کھول کر کل کے آرڈرز کی لسٹ دیکھی جو اسے ڈیلیور کرتے تھے۔
راہیں ایک ہونے کی بات ان دونوں میں سے کسی نے بھی، شروع دن سے نہیں کی تھی تو اب راہیں جدا ہونے پر یہ ملال کیوں.....؟

☆☆☆

اوہائیو میں اپنے اپارٹمنٹ میں بیٹھے، لیپ ٹاپ پر کام کرتے ہوئے اس کے موبائل پر یکے بعد دیگرے پیغامات موصول ہوئے تھے۔ اتنے میسجز آنے پر اس نے ذرا حیرت سے اپنے موبائل کو دیکھا اور پھر بے اختیار کھول کر دیکھا۔
بابا کے نمبر سے میسجز تھے۔ تجسس اور حیرانی دونوں نے ایک ساتھ اس پر حملہ کیا اور جب پیغام اس کے سامنے واضح ہوا..... ایک کے بعد ایک تصویر دیکھتے ہوئے اس کی پیشانی کے بلوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ہر تصویر میں وہ نمایاں تھی۔ مسکراتے ہوئے، اٹھے ہوئے سر کے ساتھ، ایک اعتماد سا تھا جو اس کے پورے وجود سے جھلکتا تھا۔ جیسے دنیا کو اس نے اپنے پیر تلے رکھا ہو۔
ولید عبدالرازق نے بڑے تعجب سے اسے دیکھا۔
''کیا، کیا بدلا تھا اس میں؟'' اس نے بار، بار ان تصاویر کو دیکھا۔ زوم کر کر کے دیکھا۔ اور پھر وہ اس

تصویر پر رک گیا۔

بخت اور ادا..... ایک دوسرے کو تکتے ہوئے یوں جیسے اِک عمر کی شناسائی ہو..... اس کے دل میں ایک دم اٹھنے والے جذبے نے اسے جھلسایا تھا۔

''مسکرا بھی کیسے سکتی ہے..... کیسے؟ اور بخت کو تو اس نے کبھی گھاس بھی نہیں ڈالی تھی۔ تو پھر..... یہ تصویر.....؟'' وہ تصویر اس کے ذہن پر دباؤ کا باعث بن رہی تھی ایسے جیسے دل کسی شکنجے میں کسا جا رہا ہو..... اس نے چیٹ بند کر کے توجہ ہٹانی چاہی تو نظر بابا کی DP پر بنے سبز دائرے پر جا رکی..... بے اختیار اس نے tap کیا تھا اور آگے..... وہ clips.....

''بخت عبدالرحمٰن..... میرے mentor میرے دوست..... میرے لیے یہ تعلق سب سے بڑھ کر ہے۔''

ولید عبدالرزاق اپنی زندگی کے بدترین جھٹکے سے گلے مل رہا تھا۔

تین لفظ کہہ دینے سے کوئی کیسے برباد ہوتا ہے اس کی آنکھ کے لیے یہ منظر عجائب گھر کا سا تھا۔

☆☆☆

چائے تو اس نے آرام سے میز پر رکھ دی تھی پر بسکٹ کی پلیٹ اس نے صحیح معنوں میں میز پر پٹخی تھی۔

بخت نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔ جواباً غصے سے بھری گھوری آئی تھی۔

''اسی لیے میں ابھی منگنی نہیں کروانا چاہتی تھی، ہو گئے ناں شروع تمہارے چکر اور میری مہمان نوازیاں.....''

اس کے تپے ہوئے انداز کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اس نے چائے اٹھائی مزے سے بسکٹ اس میں ڈبویا اور پھر بائٹ لیا۔

''ابو..... ابھی مجھے کھانے کی ایک لمبی لسٹ پکڑا کر گئے ہیں، تم سن رہے ہو.....؟''

اور سننے والے نے بہرے ہونے کا عظیم مظاہرہ کرتے ہوئے تیسرا بسکٹ اٹھایا۔

عرشیہ کا منہ لال ہوا۔

''بچو ایسا کھانا کھلاؤں گی اب تمہیں کہ تمہاری نسلیں یاد کریں گی۔'' تن فن کرتی وہ اٹھی مگر اِک دم اسے جھٹکا لگا۔

بخت نے بازو سے پکڑ کر اسے واپس صوفے پر بٹھایا تھا..... اس کا دل دھک کر کے رہ گیا۔

''ایڈیٹ.....'' وہ منہ ہی منہ میں بدبدائی۔

''بیٹھ جاؤ..... کوئی کھانا وانا نہیں کھانا مجھے خاتون.....! میں تو بس آپ سے ملنے آیا تھا پانچ دنوں کے لیے ٹور لے کر جا رہا ہوں.....''

''کہاں جا رہے ہو؟'' غصہ ایک دم ٹھنڈا ہوا۔

''فیری میڈوز.....''

''عرشی یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہو..... کھانے کا کہا تھا تمہیں۔'' احتشام صاحب اندر آتے ہوئے بولے۔ اس سوال پر عرشیہ نے بخت کو دیکھا اور بخت نے مسکراہٹ دبا کر سر جھکایا۔ دیکھے بنا جانتا تھا کہ آتش فشاں لاوا اگلنے کو پھر سے تیار ہے۔

''اٹھو شاباش..... جاؤ جا کر انتظام کرو.....''

''نہیں انکل..... ! کھانے کی ضرورت نہیں ہے..... مجھے ٹور لے کر جانا ہے تو ذرا بزی ہوں پھر کبھی سہی..... ابھی بس عرشیہ سے ایک کام تھا اسی لیے آیا تھا۔'' بالآخر وہ بول پڑا اس سے پہلے کہ موڈ پھر سے بگڑتا۔

''کیا کام تھا؟'' وہ حیرانی سے بولی۔ کام تھا تو کہتا ابھی تک کون سی الف لیلیٰ سنا رہا تھا۔

''انکل میں اکیلے میں عرشیہ سے بات کر سکتا ہوں.....؟'' بہت مہذب انداز میں اس نے احتشام الدین سے پوچھا تھا۔

''شیور بیٹا..... کوئی مسئلہ نہیں.....'' یہ کہہ کر وہ اٹھ کر باہر چلے گئے اور عرشیہ منہ کھول کر اس شخص کو دیکھ رہی تھی۔

''شرم نہیں آئی ابو سے یہ کہتے ہوئے..... وہ کیا سوچتے ہوں گے؟'' عرشیہ شدید غیر آرام دہ تھی۔

''انکل اچھے خاصے سمجھدار انسان ہیں..... انہیں برا لگتا تو وہ اجازت ہی نہیں دیتے۔ اس لیے اتنا panic کرنے کی ضرورت نہیں اور آرام سے، تحمل

Scanned with CamScanner

سے میری بات سنو....."

"کہو!" اس "کہو" میں ناپسندیدگی تھی۔

"تمہیں یاد ہوگا انگیجمنٹ میں..... ادا نے تمہیں ایک بریسلیٹ گفٹ کیا تھا۔"

"ہاں! دیا تھا....." اور بخت اِک لمحے کے لیے خاموش ہوگیا۔ وہ جانتا تھا جو وہ کرنے جارہا ہے وہ غلط تھا۔ اور چیپ حرکت ہوگی مگر وہ صرف ادا کے لیے تھا۔ اس نے جس نیت، جس شوق سے وہ بنوایا تھا جس طرح سے بنوایا تھا۔ وہ شدید تکلیف میں تھا۔ اس کی برداشت کی ساری قوتیں صفر ہوگئی تھیں۔ وہ اس بریسلیٹ کو کسی اور کے پاس کیسے دیکھ سکتا تھا کیسے.....

"بخت کھل کر کہو..... کیا مسئلہ ہے؟" عرشیہ کو اندازہ ہوا کہ.....

"پلیز اس بات کو غلط مت لینا..... مگر مجھے وہ بریسلیٹ واپس چاہیے..... کچھ فیملی ایشو ہے۔ میں نے اس کی جگہ تمہارے لیے یہ خریدا ہے۔" اس نے پاکٹ سے ایک کیس نکال کر اور کھول کر اس کے سامنے رکھا۔

وہ اس بریسلیٹ سے کئی درجے قیمتی اور خوب صورت بریسلیٹ تھا۔ عرشیہ نے ہاتھ سے اس کیس کو بند کیا۔

"تم یہ نہ بھی لاتے اور مجھے اس بریسلیٹ کو لوٹانے کا کہتے تو یقین کرو بخت میں ایک لمحے کے لیے کچھ نہ سوچتی..... تم جیسا شخص یوں ایسے ہی کوئی بات نہیں کہہ سکتا..... مجھے اس کی replacement تو کبھی نہیں چاہیے ہوتی۔"

"مجھ پر اچھا گمان رکھنے کے لیے تمہارا شکریہ....." اس کی آنکھوں میں کوئی یاسیت سی اتری۔

"میں لاتی ہوں....."

اور جب وہ وہاں سے جانے لگا تو.....

"یہ لے جاؤ بخت یقین مانو اس کی ضرورت نہیں....."

"یہ تمہارے لیے ہی ہے، اس لیے تمہارے ہی پاس رہے گا۔ جو تحفہ جس کسی کے لیے لیا جاتا ہے وہ اسی کے پاس رہنا چاہیے۔"

عرشیہ نے چند لمحے رک کر اسے دیکھا۔

"کس مشکل کا شکار ہو بخت عبدالرحمٰن....." وہ اب اپنی بائیک اسٹارٹ کررہا تھا۔ وہ ضرور اس حرکت پر طوفان اٹھاتی مگر وہ جان گئی تھی کہ وہ مشکل میں تھا۔

وہ اس شخص کو زندگی بھر کسی مشکل میں تو نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس کے دل نے ابھی، ابھی اسے بتایا تھا۔ عرشیہ کی نگاہیں دور تک اس کی پشت پر جمی رہیں۔

☆☆☆

"السلام علیکم..... آنٹی، ادا کو بلادیں پلیز....." دروازہ رقیہ نے کھولا تھا۔

"اندر تو آؤ..... یوں ہی دروازے پر کھڑے رہو گے کیا۔"

"ضرور آتا..... مگر ابھی وقت نہیں ہے آنٹی..... بس دو منٹ کا کام ہے، آپ باہر اسے بلادیں۔"

"اچھا بلاتی ہوں....." اس کے عجلت بھرے انداز پر وہ اندر کو مڑ گئیں۔

اور جب ادا نے پیغام سنا..... تو وہ اِک دم ایک بہت ہی غیر آرام دہ کیفیت کا شکار ہوئی۔ وہ اس کا سامنا کیسے کرسکتی تھی۔

"جاؤ بھی..... وہ پہلے ہی جلدی میں ہے....." اسے وہاں ٹکا دیکھ کر رقیہ نے کہا۔

دوپٹا سر پر برابر کرتے ہوئے وہ دروازے تک آئی۔ آنکھوں پر گاگلز لگائے، پی کیپ پہنے..... ایک پاؤں پیڈل پر، دوسرا زمین پر ٹکائے چہرے پر زمانے بھر کی تلخی سجائے..... وہ وہاں کسی اجنبی کی طرح کھڑا تھا۔

"السلام علیکم.....!" اس نے مڑ کر دیکھا۔

"گاگلز کے پار بھی کسی کی آنکھوں کی تپش جھلسا سکتی ہے....." ادا عبدالمالک کو نیا تجربہ ہوا۔ رخ موڑ کر بخت نے پاکٹ سے کیس نکالا اور ادا کی طرف بڑھایا۔

اور اس کا دل دھک کر کے رہ گیا۔

"یہ.....؟" وہ لینے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھا سکی۔

"یہ آپ کے لیے تھا، آپ کے لیے ہے اور

آپ کے لیے ہی رہے گا..... آپ اسے بھلے کسی کوڑے دان میں پھینک دیں مگر کسی اور کو نہیں دیں گی آپ..... سمجھ آئی؟''

بخت عبدالرحمٰن برہم لہجہ بھی رکھتا تھا..... وہ ہق دق اسے دیکھ رہی تھی۔

''ادا آپ یہ پکڑیں گی؟'' آواز کی سختی حد سے بڑھی۔

اور جیسے ہی اس نے کیس پکڑا..... اس نے پوری قوت سے ہیوی بائیک کو کک ماری اور انتہائی برے طریقے سے اس کا رخ موڑا اور اتنی ریش بائیک چلائی کہ ادا کا ہاتھ سینے پر جا ٹھہرا۔

''بخت.....!'' وہ بے اختیار دو قدم آگے آئی۔ مگر وہاں اب صرف خاک اڑتی تھی۔

☆☆☆

''تم کیا ڈھونڈ رہے ہو ولید.....؟''

''فلیش ڈرائیو.....''

''وہ تو تمہارے لیپ ٹاپ کے ساتھ اٹیچڈ ہے۔''

''یہ والی نہیں۔''

''کون سی؟''

''جس میں پرانے لیپ ٹاپ کا ڈیٹا سیو کیا تھا۔''

''اس میں سے کیا چاہیے تمہیں؟ جو یوں سارا گھر الٹا کر دیا ہے تم نے۔'' آگستا غصے میں تھی۔ جا بجا دراز کھلے ہوئے تھے چیزیں کارپٹ پر بکھری ہوئی تھیں۔ کہیں وہ کارٹن اوندھے پڑے تھے کہ جن میں غیر استعمال شدہ اشیا رکھی جاتی ہیں اور ولید عبدالرزاق پاگلوں کی طرح اس فلیش ڈرائیو کو ڈھونڈ رہا تھا۔

''میں سمیٹ دوں گا.....''

''آخر تمہیں چاہیے کیا؟'' وہ بری طرح تپی تھی۔

ولید کے ہاتھ اک دم رکے..... جھکے سر کے ساتھ وہ اک لمحے کو ٹھہر گیا اور پھر سر اٹھا کر آگستا کو دیکھا۔

''کچھ پرانی تصویریں چاہئیں۔''

☆☆☆

وہ کچن میں تھی۔ جب دھڑام سے کچھ گرنے کی آواز آئی۔ اس کے ہاتھ سے چمچ چھوٹ کر نیچے جا گرا..... جب وہ باہر آئی تو.....

''ابو.....!'' اک دم چیخ کر وہ آگے بڑھی تھی۔

''ابو.....'' شانوں سے پکڑ کر انہیں سیدھا کرتے ہوئے اس کی جان نکل رہی تھی۔

''کیا ہوا..... آپ کو.....؟ ایسے کیسے گر گئے۔''

وہ پریشان تھی۔

''رشیدہ..... رشیدہ پانی لاؤ.....'' اس نے ملازمہ کو آواز دی۔

''کچھ نہیں ہوا..... کچھ نہیں ہوا..... بس اک دم چکر سا آ گیا۔ نظر دھندلا سی گئی ہے۔''

''آپ اٹھیں..... چلیں ڈاکٹر کے پاس.....''

''ارے میں تو خود ڈاکٹر ہوں.....''

رشیدہ کے ہاتھ سے پانی لے کر پیتے ہوئے انہوں نے بات مذاق میں اڑانی چاہی۔

''بھلا چنگا ہوں کہہ تو رہا ہوں..... بس نظر دھندلا گئی تھی۔'' انہوں نے جھک کر آنکھیں ملیں اور جب انہوں نے چہرہ جھکایا تو..... ایک دم عرشیہ کی نظر ان کے ماتھے پر پڑی۔ وہاں زخم سے خون کے قطرے رس رہے تھے۔ اس کا دل دھک کر کے رہ گیا۔

''ابو آپ کو درد نہیں ہو رہا.....؟''

''کہاں؟'' چہرہ اٹھا کر کہتے ہوئے انہوں نے عرشیہ کو دیکھا۔

اور عرشیہ..... اس نے اپنے دھک، دھک کرتے دل کی آواز اپنے کانوں میں سنی تھی۔

☆☆☆

''عجیب بات ہے بھئی..... باہر کے لوگوں کو کھانے بنا، بنا کر بیچتی ہو..... اور گھر کی دعوت کے لیے وقت نہیں ہے۔ کمال ہی نہیں ہو گیا۔'' مزاج کی برہمی ماتھے کے بلوں سے اچھی طرح ظاہر ہو رہی تھی۔

''امی، بات کو سمجھنے کی کوشش کریں..... میں نے آرڈر بک کیے ہوئے ہیں اب اگر گھر میں ہونے والی دعوت کی تیاری کروں تو آرڈرز کیسے ڈیلیور کروں گی؟''

''گھر والوں کو سمجھانے سے تو بہتر ہے بندہ سر

Scanned with CamScanner

کسی دیوار پر دے مارے.....'' وہ سر ہاتھوں پر گرائے بیٹھی تھی۔

''لو.....تو وہ جو دو، دو ہیلپر زر کھے ہوئے ہیں، وہ کس لیے ہیں؟'' ان کے یوں چمک کر بولنے پر اس نے ایک دم سر اٹھا کر انہیں دیکھا..... چند لمحے بے بسی سے انہیں تکتی رہی اور پھر اس کے کندھے ڈھلک گئے۔

''وہ صرف میری مدد کرتے ہیں..... کھانا میں خود بناتی ہوں امی.....''

''یا خدا کوئی تو ایسی زبان سمجھا دے کہ جس سے ماں کو سمجھا سکوں.....'' بڑی لاچاری سے اس نے چھت کو دیکھا۔

''یہ چھت کی طرف کیا دیکھ رہی ہو..... اتنی سی بات پر ماں کے اٹھنے کی دعائیں کر رہی ہو کیا..... ہیں ادا.....؟ تمہارا خون اتنا ہی سفید ہو گیا ہے۔'' اس کے ڈھلکے ہوئے کندھے ایک دم سیدھے ہوئے۔

''امی.....'' وہ احتجاجاً بولی۔ بیچارگی کی تصویر بنے انہیں دیکھنے کے سوا وہ اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

''کل دعوت ضرور ہو گی چاہے میں مر ہی کیوں نہ جاؤں.....''

''اللہ نہ کرے.....'' وہ دہل کر بولی۔

''امی.....ایسا نہیں ہوتا کہ آپ رات کو سو کر اٹھیں اور صبح مجھے کہیں کہ آج فلاں کی دعوت ہے..... میں ایک بزنس کرتی ہوں..... پلیز اس بات کو سمجھیں.....'' ماں کا ہاتھ پکڑے ٹھہر ٹھہر کر بڑے پیار سے سمجھانے کی ایک کوشش کی۔

''فلاں نہیں..... تمہارے تایا ہیں.....''

''اوہ.....ان کی بھی نہیں ہو سکتی کہانا..... میرا بزنس ڈسٹرب ہوتا ہے۔''

''تجھے پیسے کی پڑی ہے ادا؟ بتا کتنے کے آرڈرز ہیں.....اس سے دُگنے دیتی ہوں میں، پر کل عرشیہ کی فیملی کی بھی دعوت ہو گی.....'' اسے جھٹکا لگا۔

''آپ نے تایا کہا تھا۔''

''ہاں تو وہ بھی ہوں گے..... عرشیہ کو اکیلے تھوڑا ہی بلاؤں گی..... بتا کتنے پیسے.....؟'' اور اس کی دائیں کلائی میں موجود دھات کے اس ٹکڑے نے دہک کر اس کے دل کو جلایا۔ وہ اس کا سامنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ عرشیہ سے کس طرح سے یہ بریسلیٹ مانگ کر لایا ہو گا سوچ کر ہی اس کا دل ڈوبتا تھا۔

کوئی سوال سا سوال تھا۔ جو اس کے وجود کو چٹخاتا تھا۔

''بولو.....؟'' رقیہ کے کندھا پکڑ کر ہلانے پر وہ ایک دم ہوش میں آئی۔

''نہیں امی.....کل نہیں ہو سکتا..... سوری.....'' تیز لہجے میں کہہ کر وہ رکی نہیں..... رقیہ جو بولنا شروع ہوئیں تو تارا زچ ہو کر اس کے پاس آئی۔

''کیا ہو گیا ہے آپ کو..... کیوں منع کر رہی ہیں؟''

''میں اپنے اسکیجوئل میں سے وقت نہیں نکال سکتی، تم لوگ سمجھو اس بات کو..... بزنس ہے میرا.....''

''تو اب پھر چراغ تلے اندھیرا ہو گا؟ گھر کی دعوت کے لیے باہر سے کھانا آئے گا؟'' تارا کے ماتھے پر بل تھے۔

''یہ کب کہا میں نے؟''

''تو پھر.....؟''

''مجھ سے بات تو کر لیتیں..... میں پھر اپنا اسکیجوئل اس حساب سے ترتیب دیتی..... ٹائم نکال لیتی..... اب ایسے بھی تو نہیں ہو سکتا ناں کہ دعوت کی وجہ سے اپنے آرڈر کینسل کر دوں.....'' وہ بے حد تپی ہوئی تھی۔

''یعنی آپ سے ٹائم لینا پڑے گا۔'' تارا کے ماتھے کے بل گہرے ہوئے۔

''ظاہر ہے۔''

''بجو!'' تارا حیرت اور غصے سے اسے دیکھتی تھی۔

''ابو جب جاب کرتے تھے تو کیا ہوتا تھا؟ ہاں.....'' دونوں ہاتھ کولہوں پر رکھ کر اس نے ابروؤں کے اشارے سے پوچھا۔

تارا نے خاموش ہو کر اسے دیکھا۔

''کہیں جانا ہے، کوئی کام ہے، گھر کا کوئی کام

Scanned with CamScanner

کروانا ہے۔ ''اتوار'' کا انتظار کیا جانا یعنی کہ ابو کی چھٹی کے دن کا..... لیکن نہیں..... مردوں کی جاب، بزنس اہم ہے..... عورت کی جاب اہم نہ بزنس..... اسے وہ پروٹوکول ہی نہیں ملتا۔''

اور تارا کی خاموشی اور گہری ہوئی۔ وہ ٹھیک کہتی تھی۔ ادا اسے دیکھ رہی تھی اور وہ خاموشی سے زمین کو..... اور پھر گہری سانس بھر کر بولی۔

''اچھا اب اس کا کوئی تو حل ہوگا ناں.....!''

''ہے ناں..... مجھ سے پوچھو، مجھے بتاؤ..... مشورہ کرو..... میں اپنے اسکیجوئل میں سے وقت نکال لوں گی۔ مینج کرلوں گی۔''

''اور امی کو کون سمجھائے گا۔'' تارا کا لہجہ تیکھا تھا۔ اور ادا عبدالمالک کے چہرے پر بڑی پُراسرار مسکراہٹ تھی۔

''ابو.....''

''امی اور ابو کی جنگ کروائیں گی کیا؟'' تارا بوکھلا کر بولی۔

''ابو کے علاوہ امی کو اور کوئی کنٹرول نہیں کرسکتا۔'' وہ کندھے اچکا کر بولی۔ تارا اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

''ہائے میرا بھائی..... میری جان..... میں کیوں نہ مرگئی تمہاری جگہ.....'' پھپھو باہر سے ہی بولتی آرہی تھیں۔ وہ جو ابو کو دوا کھلا رہی تھی اس کے ہاتھ شاک کے مارے اک دم رکے۔

''ان کو کس نے بتایا؟''

''میں نے ہرگز نہیں بتایا.....'' دونوں ہاتھ اٹھا کر احتشام صاحب بے اختیار بولے۔

''پھر.....؟''

''مجھے کیا معلوم.....؟ جاؤ دیکھو انہیں ورنہ چند لمحوں بعد پورا محلّہ اس گھر میں جمع ہوگا۔''

''اب تو اللہ حافظ ہے۔'' بڑبڑا کر کہتے ہوئے وہ اٹھی۔

''السلام علیکم پھپھو..... السلام علیکم.....''

پھپھو کو زوردار سلام کرنے کے بعد اس نے ساتھ کھڑے عماد کو بھی سلام کیا۔

''ارے عرشیہ..... میں کوئی امریکا میں نہیں تھی جو تم نے بتایا ہی نہیں..... یہ اپنی رشیدہ نہ بتاتی تو ہم تو لاعلم ہی رہتے..... اور ادھر میرے بھائی پر پہاڑ ٹوٹ پڑا.....'' اس کے ساتھ ہی ان کے آنسو بھل بھل بہنے لگے۔ پھپھو کی ابو سے محبت میں کوئی دو رائے نہیں تھی، ان کی کچھ باتوں سے عرشیہ کو اختلاف تھا۔

''بس کریں ناں پھپھو..... شکر ہے زیادہ چوٹ نہیں لگی..... آئیں ناں اندر تو چلیں ابو کے پاس.....'' دونوں شانوں سے انہیں تھام کر ساتھ لگاتے ہوئے وہ انہیں اندر لے کر آئی تھی۔

اور اندر جاکر وہ پھر چھکوں پھکوں رونے لگیں۔

''ہائے احتشام الدین..... لڑکی ذات تمہیں کہاں اسپتالوں میں لے لے کر دوڑی ہوگی..... کہا تھا میرے عماد کو فرزندی میں لے لو..... پر ہم تو جی گنوار ہیں، پینڈو ہیں..... عماد کم پڑھا لکھا ہے..... اگر یہاں ہوتا تو بچی یوں خوار تو نہ ہوتی ناں.....''

یہ تھی اختلاف کی وجہ..... کمرے میں اِک دم خاموشی پھیلی۔

''میں چائے لاتی ہوں.....'' وہاں سے اٹھ کر جانا بہتر تھا۔

''رشیدہ.....'' وہ کچن میں آکر دہاڑی تھی۔

''جی باجی.....'' اور کوئی رشیدہ کی سہمنے کی اداکاری تو دیکھتا۔

''کتنی دفعہ منع کیا ہے کہ اِدھر کی باتیں اُدھر نہ کیا کرو.....'' کوئی اور ہوتا تو عرشیہ کے اتنے غصے سے بولنے پر اس کی جان ہوا ہو جاتی..... پر وہ بھی رشیدہ تھی۔

''قسم لے لیں باجی..... میں نے تو اماں کو بس یہی کہا تھا کہ صاحب جی گرے ہیں..... اب اماں نے اگر پھپھو جی کو بتادیا تو میرا کیا قصور ہوا۔''

''نہیں رشیدہ محترمہ..... آپ کا کوئی قصور نہیں ہے، قصور میرا ہے جو تم پر ترس کھا کر تمہیں گاؤں سے یہاں لے آئی تھی۔'' جملے کا پہلا حصہ بہت پیار سے ادا

Scanned with CamScanner

ہوا۔ اور دوسرا حصہ دانت پیستے ہوئے۔

''وہاں رہتی..... اور روز اماں سے پٹتی۔ نہ ہی اسکول کی شکل دیکھتی..... پھر ٹھیک تھا؟''

''معاف کردیں ناں عرشیہ باجی..... پلیز دیکھیں..... آئندہ نہیں کروں گی.....'' بس اس کی عرشیہ کے پیروں میں بیٹھنے کی کسر رہ گئی تھی۔

''اچھا..... اچھا..... تم نے اپنی حرکتوں سے باز نہیں آنا اور نہ ہی یہ تمہارے ڈرامے ختم ہوں گے۔ چلو چائے کی تیاری کرو.....'' وہ فریزر میں سے کباب وغیرہ نکالتے ہوئے بولی۔

اتنی سگھڑ نہیں تھی عرشیہ محترمہ..... آن لائن فروزن فوڈ منگوا کر فریزر بھر رکھا تھا۔

اور جب رشیدہ کے ہاتھ چائے کا سامان بھیج کر وہ خود چائے لے کر جانے لگی تو ایک دم عماد آیا تھا۔

''آپ کیوں آگئے عماد بھائی..... میں چائے لا رہی تھی۔'' وہ کپ ٹرے میں سیٹ کر رہی تھی۔

''معذرت کرنے آیا تھا۔''

''کس چیز کی؟'' اس نے ہاتھ روک کر حیرانی سے سر اٹھا کر عماد کو دیکھا۔

''امی ہمیشہ بول جاتی ہیں، بس اسی بات کی۔''

''نہیں عماد بھائی..... معذرت کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بڑی ہیں بس.....'' اور اک دم اس نے ہونٹ بھینچ لیے۔

''کیا بس..... کھل کر کہو عرشیہ.....''

اور عرشیہ نے اس کی شکل دیکھی۔ کیا اسے کہہ دینا چاہیے؟ ہاں..... کہہ دینا چاہیے کم از کم ایک فرد کا تو دل صاف ہوتا۔

''بات یہ ہے عماد بھائی.....'' اس نے چائے کے برتن کے نیچے آنچ آہستہ کی اور پھر اس کی طرف مڑی۔

''پھپھو غلط ہیں نہ ان کی خواہش..... مسئلہ سارا ماحول کا ہے جس میں آپ پلے بڑھے ہیں اور میں..... یہ اتنا بڑا فرق ہے کہ میں اپنے ذہن کی ساری قوتوں کو صرف کر کے بھی پاٹ نہیں سکتی۔ بات پڑھے لکھے ہونے کی بھی نہیں، آخر کو آپ ان پڑھ تھوڑی ہیں..... بی اے کر رکھا ہے۔ بات صرف اور صرف ذہنی سطح کی ہے۔ اس کے فرق کی ہے بس اسی لیے میں نے اور ابو نے انکار کیا تھا ورنہ عماد بھائی آپ میں کوئی برائی نہیں ہے۔'' اور عماد نے ایک گہری سانس لی۔

''میں سمجھتا ہوں..... میں نے امی کو منع بھی کیا تھا مگر آپ کو معلوم ہے ان کی عادت.....''

''چھوڑیں عماد بھائی..... جو ہوا سو ہوا.....''

رشیدہ کو آتا دیکھ کر اس نے کپوں والی ٹرے لے جانے کا اشارہ کیا ورنہ اس کا کیا تھا کوئی اور افسانہ گھڑ لیتی۔

''آپ چلیں، میں بس چائے لے کر آئی۔'' اس نے مسکرا کر عماد سے کہا اور عماد سر ہلا کر مڑ گیا۔

''آئم رئیلی سوری عماد بھائی..... آپ اچھے ہیں اور آپ کی اماں.....'' اور اک جھرجھری لے کر اس نے چائے کیتلی میں ڈالی۔

☆☆☆

ابھی، ابھی نیند پوری کر کے فریش ہو کر وہ کمرے سے باہر آیا اور جب وہ کچن کی طرف مڑا تو اِک بے حد چھوٹے سے لمحے کے لیے اس کا دل جیسے رک گیا وہاں کوئی تھا..... وہ پہچاننے میں غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ادا نہیں تھی دل اور اس کی خواہشیں تو ایسی ہوتی ہیں جیسے چکور چاند کو پالے..... جیسے وہاں وہ ہوتی..... وہ کچن کی چوکھٹ سے کندھا ٹکا کر اس سے بات کر سکتا، اسے دیکھ سکتا..... مگر وہ..... وہاں نہیں تھی۔ وہاں وہ ہی تھی کہ جس کو اس جگہ پر لانے کے لیے اس نے خود بندھن باندھا تھا۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں بخت عبدالرحمٰن..... اتنا کمزور تو نہیں بنایا تمہیں تمہاری ماں نے.....'' پر سر جھٹک دینے سے دل کی خواہش بھی بھلا کبھی جھٹکی گئی ہے۔ وہ بے حد مضطرب سی کیفیت کا شکار ہوا۔

عرشیہ کسی کام کے لیے مڑی آگے بڑھی پھر بڑھ کر اسے نوٹس کیا۔ کچن سے ذرا فاصلے پر اسے کھڑا دیکھ کر وہ دروازے تک آئی اور بخت عبدالرحمٰن کے دل

Scanned with CamScanner

میں ہل پڑے۔

''السلام علیکم.....!'' کچن کی چوکھٹ سے کندھا ٹکاتے ہوئے دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے پیروں کا کراس بنا کر کھڑے ہوتے وہ بولی۔

کسی لمحے نے دل پر پیر رکھ کر اسے مسلا تھا۔ اس کے حلق سے کچھ نیچے اترا۔

''وعلیکم السلام.....'' وہ اس جوش سے جواب نہ دے سکا۔

''آپ اور یہاں اور پھر وہ بھی کچن میں.....؟''

''میں نے سوچا اس دن تمہیں کھانا نہیں کھلایا تھا ناں سو آج کسر پوری کر دیتی ہوں.....''

بالوں کی لٹ کو انگلی پر لپیٹتے ہوئے وہ کچھ ایسے لہجے میں بولی کہ جس میں کچھ غیر معمولی تھا۔ بخت نے رک کر اس کا انداز دیکھا۔

''خیر ہے عرشیہ خاتون؟ دماغ تو پہلے ہی سے کھسکا ہوا ہے آپ کا..... پر اب لگتا ہے۔ مشینری ہی کام سے گئی؟'' اس نے کنپٹی پر انگلی رکھ کر اینٹی کلاک وائز گھمایا۔

''ہو جاتے ہیں ایسے حادثے بھی کہ جب.....''

''یہ تم سستی ہیروئن کیوں بن رہی ہو؟'' ابھی اس نے انگلی پر دوپٹا لپیٹ کر بات شروع ہی کی تھی کہ ایک دم وہ بول پڑا تھا۔ عرشیہ جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔ پیر پنج کرا سے دیکھا..... اور وہ ہنس دیا۔

''رومینس تمہارے بس کی بات نہیں خاتون.....'' ہاتھ جھلا کر کہتے ہوئے وہ دروازے تک آیا۔

''ہے..... ہے..... اندر کیا کرنے جا رہے ہو۔'' وہ پھیل کر دروازے پر کھڑی ہوئی۔

''دیکھوں تو سہی کہ آج پیٹ پر کس قدر ظلم ہو گا۔'' بخت اس نے کندے پر سے جھانکا۔

''لا رہی ہوں ناں..... تم چلو ڈائننگ ٹیبل پر شاباش.....'' پچکار کر کہتے ہوئے اس نے انگلی سے اسے وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔

''لگتا ہے ظلم ہی ہو گا.....'' بڑبڑا کر کہتے ہوئے وہ مڑ گیا۔

☆☆☆

اس نے کھانے کی شکل دیکھی اور پکا ہو گیا..... یہ کھانا اس نے نہیں بنایا تھا۔ کھانے کی ایسی خوب صورت شکل تبریز بھی نہیں دے سکتا تھا تو پھر..... خیر اس نے نوالہ لیا۔

''یہ کھانا تو ادا کے ہاتھ کا ہے.....'' بے اختیاری ایسی تھی کہ عبدالرزاق اور عرشیہ نے رک کر اسے دیکھا۔ مگر وہاں صرف بے اختیاری نہیں تھی..... کچھ اور بھی تھا..... پر..... کیا؟ عرشیہ نے ٹھہر کر اس کا چہرہ دیکھا۔ بے چینی، ایسی بے چینی کہ یوں جیسے وہ وہاں ہو گی..... جیسے ابھی سامنے آ جائے گی۔

''ادا آئی تھی کیا؟''

''نہیں، ہم نے کھانا آرڈر کیا تھا۔'' اور اس کے منہ سے آواز بھی نہیں نکل سکی محض سر ہلا کر رہ گیا اور پلیٹ پر جھک گیا۔

''لو بھئی میں تو شرط جیت گیا۔ لاؤ اِدھر دو ہزار روپیہ.....'' عبدالرزاق، عرشیہ سے کہہ رہے تھے۔

''آپ مجھ سے پیسے لیں گے؟'' اس کی آنکھیں ابلیں۔

''بالکل لیں گے..... کہا کس نے تھا شرط لگاؤ کہ بخت کو معلوم نہیں ہو گا.....'' وہ ہنس رہے تھے۔ اور بخت کو لگ رہا تھا کہ آوازیں بہت دور سے آ رہی ہیں..... اس کا دماغ سنسنا رہا تھا۔

''کیوں.....؟'' وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔

''بخت.....''

''جی.....؟'' اس نے غائب دماغی سے سر اٹھایا۔

''رقیہ کا فون آیا تھا۔ وہ عرشیہ اور ہماری کیملی کی دعوت کرنا چاہتی تھیں۔ تب تم یہاں تھے نہیں.....''

''کب ہے؟'' اس کی نظروں میں تیکھا پن تھا۔

''تم کب فارغ ہو.....؟'' وہ اس کے باپ تھے..... ثابت ہوا۔ بخت کی نظروں کا تیکھا پن اور بڑھا..... ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔ عرشیہ کبھی..... عبدالرزاق کو کبھی بخت کو تکتی تھی۔

Scanned with CamScanner

''آپ مجھے بتائیں گے تو ہی میں اپنا وقت مینج کرسکوں گا.....''

''تم اپنا وقت مینج کر کے بتادو، ہم تب فائنل کرلیں گے۔''

اس نے ایسی نظروں سے باپ کو دیکھا جیسے کہتا ہو۔

''میں آپ کی ہر کوشش عین وقت پر ناکام بناؤں گا۔''

''دیکھی جائے گی بیٹا.....'' جواباً ان کے تاثرات تھے۔

☆☆☆

وہ ایک لاؤنج کا منظر تھا۔ 50 انچ کی LED چل رہی تھی۔ اس کے عین سامنے کارپٹ پر ٹانگیں دراز کیے، لیپ ٹاپ استعمال کرتے ہوئے، وہ صوفے سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ بابا خبریں دیکھ رہے تھے۔ کافی کا مگ سامنے سینٹرل ٹیبل پر پڑا تھا۔ جس سے وقتاً فوقتاً وہ سپ لے رہا تھا۔

''بخت.....'' انہوں نے ٹی وی کا والیوم کم کر کے اسے پکارا۔

''جی.....'' گھونٹ بھر کر مگ سینٹرل ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے بابا کو دیکھا۔

''کیوں اوائڈ کر رہے ہو اسے.....؟'' اس سوال پر اس نے سستی سے صوفے پر ٹیک لگائی۔

''میں اس نئے رشتے کو وقت دینا چاہتا ہوں..... اسے build کرنا چاہتا ہوں..... اس لیے اوائڈ کر رہا ہوں.....'' اس نے لیپ ٹاپ آف کیا۔

''کیوں اتنا سخت فیصلہ کیا تم نے کیوں؟ وہ فیملی ہے کہاں تک اوائڈ کرو گے اسے؟''

''جب تک عرشیہ کے ساتھ ریلیشن بلڈ نہیں ہو جاتا.....'' عجیب سرد مہری سی تھی۔

''تمہیں لگتا ہے ریلیشن اینٹ سیمنٹ سے بنائے جاتے ہیں..... ریلیشنز جذبات سے پروان چڑھتے ہیں، انہیں آپ تعمیر نہیں کرسکتے.....'' ماتھے پر بل لیے وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ کہہ رہے تھے۔

''بابا انکار آپ کی بھتیجی نے کیا ہے، اسے اگر مجھ میں کوئی خوبی نظر آتی تو وہ انکار تو نہ کرتی..... کیوں اس قدر

عورت تجھے سلام

تو حُسنِ کائنات ہے تو رونقِ جہاں
تو راحتِ قلب و جگر عطر بہار جاں

تو پاسدارِ زندگی رشکِ فلک مکاں
خدمت کا تو نشان ہے تو عظمتِ انساں

ہے لازمی ازل سے جہاں میں تیرا مقام
انسانیت کی سیج پر عورت تجھے سلام

تخلیق و درس و تربیت ہاتھوں تیرے انجام ہے
گہوارۂ تعلیم سے الفت تیرا پیغام ہے

کل شعبہ ہائے زندگی سے منسلک تیرا کام ہے
تو کار زارِ زیست میں جدوجہد کا نام ہے

انصاف کاش دے تجھے اس دور کا نظام
انسانیت کی سیج پر عورت تجھے سلام

کلام: سرتاج صدیقی
پسند: صائمہ کھوکھر، ملکوال

غزل

زندگی اب نئے ڈھنگ سے گزاری جائے
کوئی بھی چیز چاہے جان سے پیاری جائے

روز کی طرح آج کی شب بھی
یوں چلی جیسے تھکا کوئی جواری جائے

کھلیں نہ پھول، نہ مہکے کوئی کلی مجھ پر
لحد میں جس دم میری میت اتاری جائے

غسل بھی دو تو فقط اشکِ پشیمانی کا
ہم پہ کسی کا بھی احسان نہ بھاری جائے

چل دیے دہر سے یوں تیرے اے خدا
جیسے مایوس کسی در سے بھکاری جائے

کاوش: ہما علی، اسلام آباد

Scanned with CamScanner

ریش ہو رہے ہیں۔'' اور یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئے۔

''بہر حال جو بھی ہے..... عرشیہ اس دعوت پر اکیلی نہیں جائے گی۔'' اور کچھ کہے بنا بخت نے رخ... موڑ کر لیپ ٹاپ واپس سے آن کیا۔

☆☆☆

سفید رنگ کی ایمبرائڈڈ قمیص کے ساتھ ٹراؤزر پہنے شیفون کا دوپٹا سر پر جمائے..... کندھے پر شال رکھے وہ اپنی تیاری کو فائنل ٹچ دے رہی تھی۔ بال گردن کے ساتھ جوڑے میں بندھے تھے۔ کانوں میں سفید کرسٹل ائرنگ تھے۔ آنکھوں میں کاجل بھرا تھا۔ وہ اب ہونٹوں پر ریڈ شیڈ لگا رہی تھی۔

وہ ایک انٹر کالج کا کوکنگ کانٹیسٹ جج کرنے جا رہی تھی۔ اپنے شہر میں وہ بہت مصروف ہو چکی تھی۔ یہ پہلی دفعہ تھا کہ اسے ایسے کسی مقابلے میں مدعو کیا گیا تھا۔ جس جوش کا مظاہرہ ہونا چاہیے تھا۔ وہ جوش عنقا تھا۔

''میری ہر کامیابی میرے دل میں ایسا ملال گھولتی ہے بخت کہ مجھے لگتا ہے کسی دن یہ ملال..... میرے وجود کو کھا جائے گا..... یہ رنج مجھے جینے نہیں دیتا۔'' دوپٹا ایک دفعہ پھر سیٹ کر کے اس نے خود کو شیشے میں دیکھا۔

''تم مجھے کیا سے کیا بنا گئے ہو..... کس نے سوچا تھا کہ ادا عبدالمالک یوں ایک دن کسی سیلیبرٹی کی طرح مدعو کی جائے گی۔'' اس نے سوچا۔

''ہم بھی خود اپنے ہاتھوں سے..... اپنے ساتھ کیا کر بیٹھے ہیں.....'' اس نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر دیکھا۔

''مجھے اعتراف ہے بخت عبدالرحمٰن.....'' اور اس نے خود کو آئینے میں دیکھا..... سر اٹھا کر پلک جھپکے بنا۔

''یہ جو خلا تم میرے اندر چھوڑ گئے ہو اسے روئے زمین کا کوئی دوسرا فرد پورا نہیں کر سکتا.....'' اور یہ اعتراف کرتے ہوئے اس کی آنکھیں نم ہوئیں..... وہ خود سے خفا ہوئی..... اور نہ ہی اسے غصہ آیا۔ یہ بخت عبدالرحمٰن کی صلاحیتوں کا اعتراف تھا۔

''ادا تمہاری مقروض رہے گی اور تاحیات رہے گی۔'' ایک گہری سانس بھر کر وہ آئینے کے سامنے سے ہٹی..... ''اس الاؤ کے لیے کوئی حل نہیں ہوتا کہ جسے ہم خود اپنے ہاتھ سے بھڑکاتے ہیں.....''

☆☆☆

کالج کی پرنسپل اسے سی آف کرنے دروازے تک آئی تھیں۔ وہ ادا سے کچھ کہہ رہی تھیں اور وہ سر ذرا سا جھکائے دونوں ہاتھ جوڑے..... ذرا سا جھک کر ان کی بات سن رہی تھی۔

اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتے، کھولتے وہ اِک دم رکا..... ''یہ تو k.w.a کی اونر ہے۔''

اس کے ہاتھ گاڑی کے دروازے پر ہی جم گئے۔

ادا مڑ کر اپنی گاڑی تک آئی..... دروازے کھولنے ہی لگی تھی کہ.....

''مس ادا.....؟'' اور اس نے مڑ کر بے اختیار پیچھے دیکھا۔

وہ ایک خوبرو جوان تھا۔ جس کی شخصیت میں سب سے نمایاں اس کے سیاہ گھنے بال تھے۔ اس کی آنکھوں کی چمک ناقابلِ برداشت تھی۔

''جی.....؟'' ادا نے خود کو کہتے سنا۔

☆☆☆

اس فون کال نے اسے سر تا پیر اضطراب سے بھر دیا تھا۔ ایک ٹانگ کو مسلسل ہلاتے ہوئے وہ ناخن چبا رہی تھی۔ اور پھر نہ جانے کیوں اس نے ایک نمبر سیو کیا..... اور پھر اس نمبر پر واٹس ایپ پیغام بھیجا۔

چند لمحے بعد ہی اس کے موبائل پر ایک edited تصویر موصول ہوئی تھی۔ اس تصویر کو سمجھنے کے لیے اسے تھوڑا وقت لگا۔ اور جب اسے سمجھ آئی تو.....

سناٹا ایک دھماکے کے ساتھ اس کے دل میں پھیلا۔ سیل فون پکڑے اس کا ہاتھ ڈھلک کر نیچے جا گرا..... اس کی آنکھ سے اِک آنسو..... بنا اسے خبر دیے ٹپکا اور اس کے دل کو کاٹ کر رکھ گیا۔

''کبھی عین بہار میں کسی پھول پر خزاں اترے دیکھی ہے؟''

(باقی آئندہ)

Scanned with CamScanner

مکمل ناول

میرا بخت

سحر ساجد

چھناحصہ

''السلام علیکم!'' کہتے ہوئے مقابل کو شانوں سے پکڑ کر، گال سے گال ملا کر ملتے ہوئے اسے ایک سرد سے احساس نے گھیرا تھا اور اس احساس نے اس کے اپنے وجود سے جنم نہیں لیا تھا۔ یہ وائز مقابل کے وجود سے آرہی تھیں۔ اس کی گرمجوشی کا جواب نسبتاً ٹھنڈا تھا۔ وہ جھجک کر دور ہوئی۔

''کیسی ہیں عرشیہ آپی!'' اب تارا اس سے مل رہی تھی۔ ادا نے محسوس کیا کہ تارا کے ساتھ اس کا برتاؤ مختلف تھا۔

تو کیا وہ جانتی ہے یا جان گئی ہے؟ آستین کے نیچے... کلائی سے ذرا اوپر بازو کے گوشت میں پھنسا دھات کا ٹکڑا پھر سے چبھنے لگا تھا۔ وہ بچی نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی اسے کیا کرنا ہے۔ ہاں مگر دعوت کی تیاری اور مصروفیت میں وہ کلائی سے اتارنا بھول گئی تھی سو عرشیہ کی آمد پر انگلی بریسلیٹ کے حلقے میں ڈال کر

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اس نے جلدی سے جہاں تک بریسلیٹ جاسکتا تھا، لے جاکر بازو میں اوپر پھنسالیا تھا کہ وہ کسی وقت موقع دیکھ کر کمرے میں جاکر اسے اتار کر رکھ آئے گی۔ آستین برابر کرتے ہوئے ادا نے سوچا۔

''بخت نے یہ کیا، کیا؟ اسے عرشیہ کو نہیں بتانا چاہیے تھا۔ وہ ایسی حماقت نہیں کرسکتا۔'' عرشیہ کے والد اور تایا عبدالرزاق سے ملنے تک اس کا دماغ کتنے امکانات کو سوچ، سوچ کر الجھ چکا تھا اور جب آج کی دعوت کا آخری مہمان بھی اندر آیا تو اس کے سینے سے گھٹن کا احساس اِک دم ختم ہوا تھا۔

بخت نہیں آیا تھا۔ یہ آرام دہ کیفیت چند ساعتوں کی تھی۔ اگلے ہی لمحے اسے شدید افسوس نے آگھیرا تھا۔ اس کا حق تھا کہ وہ آتا۔ یہ اس کے چچا کا گھر تھا۔ خاندان اکٹھا ہوا تھا اور وہ خاندان کا فرد تھا۔

''کیا میں نے اسے اُسی دور میں دھکیل دیا ہے جہاں وہ پھر سے فیملی گیدرنگز سے بھاگتا پھرے؟'' بڑا شدید احساس ابھرا تھا۔ اتنا کہ سینے کی گھٹن آنکھ سے نمی بن کر باہر نکلنا چاہتی تھی۔ اسے اس نمی کو حلق سے نیچے اتارنا پڑا۔

''بخت نہیں آیا؟'' عبدالمالک کے پوچھنے پر اس نے تیزی سے عبدالرزاق کو دیکھا۔ اسے جواب جاننے کی جلدی تھی۔

عبدالرزاق نے ذرا ٹھہر کر اس کا چہرہ دیکھا۔

''کہہ تو رہا تھا، دیر سے آؤں گا۔ اب دیکھیے آتا بھی ہے یا نہیں۔''

''آہ! ادا عبدالمالک..... آہ!..... تم نے کیسے پیارے رشتے کو الجھاؤ میں ڈال دیا۔ وہ تو سب سلجھانے لگا تھا۔ بخت عبدالرحمن! کیا تم بھی کسی سچویشن، کسی موقع سے بھاگ سکتے ہو؟ یہ تمہارا انداز نہیں مگر میں نے تمہیں مجبور کیا۔''

عبدالرزاق کی نظریں ابھی تک اس کے چہرے پر تھیں پر وہ ان کے ارتکاز سے غافل تھی۔

☆☆☆

(ماضی قریب کا ایک منظر)

''جی؟'' اس نے خود کو کہتے سنا۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام!''

''آپ دونوں خواتین کی بات کاٹنے کے لیے معذرت خواہ ہوں مگر یہ ایک دم لاشعوری طور پر ہوا۔'' کار کا دروازہ بند کرکے وہ ان تک آیا تھا۔ پچھلی سیٹ کی طرف سے اِک لڑکی بھی تیزی سے ان کی طرف آئی تھی۔ ادا نے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی۔ بات جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''دراصل میری امی اور یہ..... میری بہن آپ کی ویڈیوز بہت شوق سے دیکھتی ہیں۔ آپ سے کافی انسپائرڈ ہیں۔''

''یہ وہی اسٹوڈنٹ نہیں جنہوں نے آج سیکنڈ پرائز ون کیا ہے؟'' اس لڑکی کو دیکھتے ہوئے ادا نے ساتھ کھڑی پرنسپل سے پوچھا۔

''یس میم!'' وہ لڑکی اسی تیزی سے جوش سے بولی۔

''حفصہ ہماری بہترین اسٹوڈنٹ ہے۔ یہ حسن ہیں۔ کنسٹرکشن کمپنی میں ایز اے منیجر کام کرتے ہیں۔ میں اس لیے جانتی ہوں کہ کالج کا نیو بلاک انہی کی کمپنی کے انڈر تعمیر ہو رہا ہے۔'' پرنسپل صاحبہ نے اِک چھوٹا سا تعارف یونہی برسبیلِ تذکرہ کروادیا تھا۔ وہ سر ہلانے کے علاوہ اور کیا کرسکتی تھی۔

وہ حفصہ کو پک کرنے آیا تھا۔ وہ جوش میں اسے اپنے پرائز ون کرنے کا بتاتی ہوئی پچھلی سیٹ پر اپنا بیگ اور چیزیں رکھ رہی تھی۔ جب حسن نے انہیں پکارا تھا۔ وہ چونک کر متوجہ ہوئی اور پھر تیزی سے ان کی طرف آئی تھی۔ اپنے جوش میں وہ پرنسپل اور ادا کو دیکھ نہیں پائی تھی۔

''میں اپنی امی کے لیے آپ سے آٹوگراف لینا چاہ رہا تھا۔''

''آٹوگراف.....!'' اس نے اچنبھے سے دُہرایا۔

''ایسی نامناسب بات تو نہیں جو آپ کو حیران کردے۔'' مسکرا کر کہتے ہوئے اس نے جیب سے نکا پین

Scanned with CamScanner

اتارا اور اب وہ اپنے والٹ سے ایک کارڈ نکال رہا تھا۔

"پلیز.....!" اس نے کارڈ اور پین اس کی طرف بڑھایا۔ تھوڑی جھجک اور حیرانی کے ساتھ اس نے کارڈ تھاما۔

"ادا.....! تم سے اب لوگ آٹو گراف بھی لیا کریں گے۔" کسی کے اس جملے پر معلوم نہیں کیوں اسے رونا آرہا تھا۔

گلے کی گلٹی ڈوب کر ابھری تھی۔ حسن کی نظروں سے یہ چھپ نہ سکا۔ اس کے لیے یہ ردِعمل معمول سے ہٹ کر تھا۔

"اگر آپ نہیں دینا....."

"اٹس اوکے!" ادا نے سر اٹھائے بغیر اس کی بات ایک دم کاٹ دی۔

"زندگی کا ذائقہ رشتوں کی خوب صورتی سے قائم رہتا ہے اور رشتوں کا تناسب نمک جیسا ہوتا ہے۔"

نیچے لکھ کر نیچے اس نے اپنا نام لکھا اور قلم، کارڈ اسے واپس پکڑاتے ہوئے وہ رسماً مسکرائی۔

"میم! اپنا نمبر دے سکتی ہیں آپ؟" حفصہ اِک دم بولی۔ اس بچگانہ سوال پر حسن نے خشمگیں نگاہوں سے بہن کو دیکھا۔

"آپ کی جو بھی query ہو، کچھ بھی پوچھنا ہو، آپ مجھے انسٹا پر DM کر دیں۔ ان شاء اللہ رسپانس آئے گا۔" سبھاؤ سے کہتے ہوئے مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر قائم رہی۔

"اوکے میم!" حفصہ کا جوش ذرا سا ماند ہوا۔

"تھینک یو!" سر کو ذرا سا خم دے کر حسن نے کہا۔

اور جواب میں پھر سے وہی رسمی مسکراہٹ۔

"حسن! نیو بلاک میں جو سینیٹری کی پائپ فٹنگ ہے، وہ ٹھیک نہیں ہو رہی۔ اب آئے ہو تو دیکھ لینا۔"

"مجھے اجازت دیجیے۔" اس نے ان کی بات کو کاٹ کر کہا۔

"اوہ، شیور!" وہ خدا حافظ کہتی ہوئی اپنی گاڑی تک آئی تھی۔ ان کی گفتگو لمبی ہو سکتی تھی اس لیے اسے بات کاٹنا پڑی۔

گاڑی میں بیٹھ کر اسٹیئرنگ سنبھال کر خود کو بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے اسے یقین نہ آیا..... اسے خود پر یقین نہ آیا۔

"دیکھو ادا عبدالمالک! خود کو غور سے دیکھو۔ دیکھو تو سہی۔ کیا تم وہی معمولی سی گھریلو لڑکی ہو جو طلاق کا دھبا ماتھے پر لیے سمجھتی تھی کہ زندگی ختم ہے۔ اوسط درجے کی تعلیم کے ساتھ وہ معاشرے میں کہاں تک بقا کے لیے لڑ سکتی تھی..... دیکھو ادا عبدالمالک! خدا نے تمہارے لیے کیسے اِک شخص کو وسیلہ بنا کر زندگی میں اتارا۔ اس نے تمہارے ہاتھ کے ہنر کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا کہ آج سرِ راہ تمہیں لوگ روکتے ہیں، پہچانتے ہیں۔ تم مہمانِ خصوصی کی طرح بلائی جاتی ہو اور پھر... آٹو گراف....." اس نے بے اختیار مڑ کر دیکھا۔ پرنسپل ابھی تک حسن سے بات کر رہی تھیں اور حسن، وہ اِدھر ہی اس کی گاڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کوئی شخص بھلا یہ اختیار رکھ سکتا ہے کہ وہ کسی کو برباد کر دے؟"

گاڑی اسٹارٹ کر کے، گیئر لگاتے ہوئے اس کے الٹے ہاتھ کی کلائی میں پڑا وہ بریسلیٹ جھول رہا تھا۔ اس نے ایک نظر اس بریسلیٹ کو دیکھا۔ آنسو نہ جانے کیوں لڑھک کر گال تک آ گیا تھا۔

☆☆☆

(حال میں واپس.....)

"آپ کو معلوم ہے کہ جب میں نے آپ سے کھانا منگوایا تھا، میری شرط لگی تھی انکل سے۔" اس نے رک کر ذرا سا مسکرا کر عبدالرزاق کو دیکھا۔

"کیا شرط لگی تھی؟" وہ اس سے بات تو کر رہی تھی مگر ادا کو اس کے لہجے سے اِک نامعلوم سی چبھن ہو رہی تھی۔

"یونو..... میں شرط ہار گئی۔ بخت نے آپ کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے کو، اس کے ذائقے کو یوں پہچانا جیسے....."

Scanned with CamScanner

''بخت نے کوئی پہلے دن تو نہیں کھایا تھا۔ وہ عادی ہے۔ جلد یا بدیر آپ بھی میرے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے کو، اس کے ذائقے کو یوں پہچانا کریں گی جیسے.....'' ادا نے پہلے بات مکمل کرنے نہیں دی اور اب وہ چاہتی تھی کہ عرشیہ جملہ مکمل کرے۔ وہ ہاتھ روک کر، لبوں پر مسکراہٹ سجائے منتظر تھی۔

''جیسے کوئی ماں اپنے بچے کو پہچانتی ہے۔'' عرشیہ یوں ہنسی جیسے اس نے شکست کا اعتراف کیا ہو۔ ادا نے سر کو خم دے کر چمچ والا ہاتھ ذرا سا پھیلا کر اس جملے کو کمپلیمنٹ کے طور پر لیا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ عرشیہ کی کسی بات سے بھی، بڑوں میں سے کوئی بھی، کسی شے کی بُو پاتا۔ عرشیہ بھی شاید بڑوں کی موجودگی کا لحاظ کر گئی تھی ورنہ اس کے چہرے کے تاثرات تو کچھ اور ہی بیان کر رہے تھے۔

کھانا ختم ہوا تو سب اٹھ کر لاؤنج میں چلے گئے۔ وہ چائے بنانے کی غرض سے کچن میں آئی ہی تھی کہ ایک دم آستین کے نیچے سے بریسلیٹ ڈھیلا ہو کر اس کی کلائی پر آن گرا۔ ادا کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ یہ دوبارہ ہوتا، اس نے اتارنا مناسب سمجھا۔ وہ کمرے میں گئی، ڈریسنگ کی دراز کھول کر کیس نکالا اور بریسلیٹ اس میں رکھ کر الماری میں رکھنے ہی لگی تھی کہ.....

''ادا..... ادا! کدھر ہو بھئی۔ بخت آیا ہے۔ اس کے لیے فوراً کھانا لگاؤ۔''

اور وہ یکلخت رک گئی۔ اس کے کندھے ڈھلک گئے۔

''ادا!'' آواز پھر آئی۔

''آ رہی ہوں امی!'' وہ کیس ڈریسنگ پر ہی رکھ کر باہر آئی۔ کوئی دم گزرتا تو امی نے اس کے پیچھے آ کر صلواتیں سنانا شروع کر دینا تھی۔

وہ کمرے سے نکل کر سیدھی کچن میں آئی۔

ایک دفعہ پھر وہ دو مختلف قسم کی کیفیات کا شکار ایک ساتھ ہوئی۔ اندر کہیں گرا ایک سانس سکھ بن کر نیچے اتری (وہ آیا تھا) تو دوسری سانس تکلیف بن کر اوپر چڑھی۔

''وہ کیسے اس کا سامنا کرے گی؟''

اس نے انگلیوں کی پوروں سے دونوں کنپٹیوں کو مسلا تھا۔

''دیکھنا ذرا، تارا ہے لاؤنج میں؟'' کچن میں کام کرتی ملازمہ سے اس نے کہا اور خود وہ آگے بڑھ کر اس کے لیے مائیکرو ویو میں کھانا گرم کرنے لگی جو اس نے پہلے سے الگ کر کے رکھ لیا تھا۔

''نہیں ہے ادا جی!''

''اس کو بھی تب ہی غائب ہونا ہوتا ہے جب اس سے کوئی شدید ضروری کام ہوتا ہے۔'' کوفت سے بڑبڑا کر اس نے باؤل مائیکرو ویو سے نکالا۔

''اچھا یوں کرو، پہلے ڈائننگ ٹیبل صاف کرو پھر میں تمہیں پکڑائی جاتی ہوں۔ تم ٹیبل لگاؤ۔''

کبابوں کی پلیٹ مائیکرو ویو میں رکھتے ہوئے اس نے ملازمہ سے کہا۔

اُدھر لاؤنج سے باہر لان میں چہل قدمی کرتے ہوئے تارا نے ایک دم عرشیہ سے کہا۔

''آئیں عرشیہ آپی! میں اپنا گھر آپ کو دکھاتی ہوں۔''

☆☆☆

''تم کدھر جا رہے ہو؟'' گھر کو ادھیڑنے کے بعد اس نے جب داخلی دروازے کے پاس کھونٹی پر لٹکا اوور کوٹ اتارا تو آگستا پوچھے بنا نہ رہ سکی۔ اسے ولید کے جانے کی فکر نہیں تھی۔ پورا اپارٹمنٹ جو الٹنا پڑا تھا، اسے کون سمیٹے گا، اصل میں یہ فکر لاحق تھی۔

''یونی جا رہا ہوں۔ شام کی شفٹ چل رہی ہو گی۔ ہو سکتا ہے فلیش وہیں میرے آفس میں ہو۔''

''آخر ایسی کیا مصیبت آ گئی ہے جو.....''

''ہے کوئی مصیبت..... جسے جڑ سے اکھاڑ کر پھینکنا ضروری ہے۔'' وہ بولا۔ آگستا دونوں ہاتھ کولہے پر رکھے، ماتھے پر بل لیے نہایت جلے ہوئے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔

''اور یہ جو اپارٹمنٹ کو تم نے کچرا دان بنایا ہے، اس کا کیا؟''

Scanned with CamScanner

"تمہارا دردِ سر نہیں ہے۔ میں دیکھ لوں گا۔" سرد سے انداز میں کہتے ہوئے وہ باہر نکل گیا۔ آگسٹا چند لمحے کینہ توز نظروں سے بند دروازے کو گھورتی رہی اور پھر پیر پٹخ کر مڑ گئی۔

☆☆☆

جب وہ ٹیکسی سے آفس پہنچا تو اس وقت آخری کلاس ختم ہو رہی تھی۔ طالب علموں کی کثیر تعداد داخلی دروازے کا رخ کر رہی تھی۔ وہ رش میں سے جگہ بناتا اپنے آفس تک آیا تھا۔ اسے یونی بند ہونے سے پہلے، پہلے وہ فلیش ڈرائیو ڈھونڈنی تھی۔

"ہے پروفیسر! آپ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں؟ آج تو آپ کی کلاس نہیں تھی؟" اس کی ایک ساتھی پروفیسر نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"آں...... ہاں......!" اس نے غائب دماغی سے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"ایک پرانی فلیش ڈرائیو نہیں مل رہی۔ وہی ڈھونڈنے آیا ہوں۔"

"میں مدد کروں؟"

"نہیں...... یس...... شیور!" نہیں کہتے، کہتے ایک دم اس نے ارادہ بدلا تھا۔

اچھا تھا وہ مدد کر دیتی تو اس کا کام جلدی ہو جاتا۔ گھر جا کر ابھی گھر کو سمیٹنا بھی تھا۔

وہ دونوں باتیں کرتے، کرتے ولید کے آفس کی طرف جا رہے تھے۔ اولیویا ایک بے حد سادہ اور انسان دوست خاتون تھی۔ وہ یونہی ہر وقت، ہر کسی کی مدد کے لیے تیار رہتی تھی۔

اس نے حقیقتاً اس کی بہت مدد کی تھی۔ فلیش ڈرائیو اسی نے ڈھونڈ کر دی تھی۔ وہ ایک کارٹن میں پرانی چیزوں کے ساتھ رکھی ہوئی تھی اور کارٹن بک شیلف کے اوپر دھرا ہوا تھا۔ وہ تو مایوس ہو کر پلٹنے کو تھا مگر اس نے اس کی توجہ اس کارٹن کی طرف دلوائی تھی۔

اولیویا کو شکریہ کہتے ہوئے وہ دونوں باہر کی طرف بڑھے۔ جیسے ہی اولیویا نے دروازہ کھولنا چاہا تو

بہترین تحریریں، لاجواب روداد اور اعلیٰ داستانیں پڑھنے والوں کے لیے سرگزشت کا مطالعہ ضروری ہے

ماہنامہ سرگزشت کراچی

مارچ 2023 کی جھلکیاں

نوائے حق
اُستاد دامن کا عکسِ زندگی

کرکٹ کا لیجنڈ ماریشن (?)
پاکستان کا فخر کہلانے والے کھلاڑی کی داستان

راولپنڈی کی گلیوں سے ابھری ایک معروف شخصیت کا قصہ عشق

مشہور اداکار کی زندگی کے مخفی گوشے
شاید ان کا علم آپ کو نہ ہو

ایک ایسی سچ بیانی جو آپ کو آبدیدہ کر دے گی

بھی بہت سے سچے واقعات، دلچسپ قصے

وہ سب جو آپ پڑھنا چاہتے ہیں۔ آپ کو پڑھنا چاہیے

ان دونوں پر یہ انکشاف ہوا کہ دروازہ باہر سے بند تھا۔ ان دونوں نے شدید حیرت سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ دروازہ باہر سے لاک نہیں کیا جاسکتا تھا۔

☆☆☆

اس نے میز پر چنے کھانے کے اشتہا انگیز لوازمات کو دیکھا۔ بھوک ہونے کے باوجود بھوک مری گئی تھی۔ یہ تعلق کا کون سا مرحلہ تھا، وہ نہیں جانتا تھا۔ زندگی آپ کے گرد ایسا مقناطیسی حصار کھینچتی ہے کہ پھر جس میں حالات ایسا تنگ لوپ بناتے ہیں کہ چاہ کر بھی کوئی راہِ فرار مل نہیں سکتی۔ وہ نہیں آنا چاہتا تھا مگر معلوم ہے کیا کہ ماں باپ کی ناگوار گزرنے والی باتوں کا احترام ہی ''اُف'' نہ کہنے برابر ہے۔ وہ بابا کو ہرٹ نہیں کرسکتا تھا۔ یہ بابا بھی جانتے تھے اور وہ بھی۔ وہ فرمانبردار تھا۔ یہ کون نہیں جانتا تھا۔

ایک ''مرد'' کی تکلیف پتا ہے کیا ہوتی ہے..... جب وہ کسی عورت کو اپنی محبت کی پہچان ہی نہ کروا سکے..... یہ تکلیف سے زیادہ تحقیر جیسی بات تھی۔

اس نے کہا تھا ''کبھی حوصلہ پڑے تو بخت کو ایک عام انسان سمجھنا تو سہی۔'' اور ادا کا مسئلہ..... بخت تو اس کا محسن تھا۔ وہ ساری عمر اس ''احسان مندی'' کی حالت سے باہر نہیں آسکتی تھی اور ایسے میں ایک mutual تعلق پروان چڑھ ہی نہیں سکتا تھا اور محبت کا مزہ تو ''برابری'' میں ہے ناں۔ کسی دیوتا کی داسی بننے جیسے تعلق میں نہیں۔

وہ اپنے جذبے کی ایسی تحقیر برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

''آپ کو کچھ اور چاہیے بخت بھائی؟'' سعدیہ (ملازمہ) کے کہنے پر اِک دم اس کے خیالات کا تسلسل ٹوٹا تھا۔

''آں..... نہیں..... اٹھالو، بس۔'' نیپکن سے منہ صاف کرتے ہوئے وہ کرسی دھکیل کر اٹھا۔

''وہ خود کدھر تھی؟'' یکا یک اس کی غیر موجودگی شدت سے محسوس ہوئی تھی۔

''یہ کیا ہو رہا تھا؟ کیا تم اسے تنہا نہیں کر رہے ہو بخت؟'' اندر سے بڑا شدید سوال اٹھا۔

اس نے غائب دماغی سے سعدیہ کو کچن میں جاتے دیکھا۔

''اگر کبھی زندگی میں، کہیں بھی اسے کسی بھی قسم کی مدد کی ضرورت پڑی تو بخت عبدالرحمن تم وہ آخری شخص بھی نہیں ہوگے جس سے مدد مانگنے کا وہ سوچے گی بھی۔''

اگر دردِ محبت سے نہ انساں آشنا ہوتا
نہ کچھ مرنے کا غم ہوتا، نہ جینے کا مزہ ہوتا

وہ ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔ دونوں ہاتھ پاکٹ میں ڈالے ہوئے۔ کچن کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے کندھے اِک دم ڈھلکے۔

مجھ جیسا درد آشنا اور کون ہوگا بھلا..... مجھے مرنے کا غم بھی ہے اور جینے کا مزہ بھی نہیں۔

☆☆☆

''ناراض میں تھا اور چھپتی تم پھر رہی ہو۔''

ہاتھ سے چمچ اِک دم چھوٹ کر گرا۔ اس کے سانس کھینچنے کی آواز بخت نے اپنے کانوں سے سنی۔

آنکھ کا میلا پن پانی بن کر گال پر پھسلا۔

''باجی!'' سعدیہ نے ایک دم اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر حیرانی و پریشانی سے پکارا۔ اس نے کسی بچے کی طرح ہتھیلے پن سے کندھا چھڑوایا۔

وہ جانتی تھی کہ اس کی عین پشت پر وہ کندھا چوکھٹ سے ٹکائے، ٹانگوں کا کراس بنائے، دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا ہوگا۔

''چائے لے جاؤ سعدیہ!'' وہ بولی تو آواز لڑکھڑائی نہیں مگر اِک اور آنسو پھسل کر گال تک آیا۔ اس نے ذرا سا سر جھکا کر، انگلی کی پور سے یوں آنسو صاف کیا کہ بخت کو پتا نہ چلے مگر ساتھ ہی ہاتھ کی مٹھی ہونٹوں پر رکھ کر حلق کے اندر سے ابل کر آنے والے پانی کو روکنا چاہا جو اس کے حلق کو کاٹ کر رکھ رہا تھا۔ وہ اپنے بدن کی ساری توانائی لگا کر ان آنسوؤں کو یا سسکیوں کو روکنا چاہتی تھی اور مصیبت یہ تھی کہ بدن کی ساری توانائی اس ''آواز'' نے کھینچ لی تھی۔

Scanned with CamScanner

''نہیں ادا..... نہیں..... کم آن..... یہ خودداری کی تذلیل ہے، انا کی بے عزتی ہے۔'' اندر سے آواز آئی۔ کندھے سیدھے کر کے، گردن اٹھا کر، گلا کھنکھار کر وہ مڑی اور شیلف سے ٹیک لگا کر بولی۔

''میں مصروف تھی۔ کیسے ہیں آپ؟''

وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

''جب رونا آ رہا ہو تو اس وقت رو لینا ہی اس کا بہترین حل ہوتا ہے۔'' آگے بڑھ کر رول ڈسپنسر سے ٹشو نکال کر اسے پکڑاتے ہوئے وہ بولا۔

اس نے آہستگی سے ٹشو پکڑا۔ دونوں ہاتھوں سے آنکھوں پر رکھا اور بخت نے اس کے کندھوں کو جھٹکا کھاتے دیکھا۔

بخت نے ایک گہری سانس بھری پھر دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر وہ بھی شیلف سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

وہ روتی رہی اور وہ سر جھکائے کھڑا رہا۔

''ٹشو.....'' چند لمحے بعد ادا کا ہاتھ اس کی جھکی نظروں کے سامنے آیا۔ مسکراتے ہوئے اس نے رول سے دوسرا ٹشو کھینچا۔

''استاد رونا میرا بنتا تھا۔''

''تم نے مجھے سوری بھی نہیں کہنے دیا۔'' سوں، سوں کے درمیان آواز ہچکولے کھا، کھا کر ابھری تھی۔

''اس بات کے لیے معذرت زندگی بھر قبول نہ ہو گی ادا! سو اس بات کو رہنے ہی دو۔''

اس نے ایک دم آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر قریب کھڑے محسن کو دیکھا۔

''یہ اس کے لیے کس قدر سخت تھا۔ یہ ابھی، ابھی ادا عبدالمالک نے جانا تھا مگر کیوں؟''

دونوں ہاتھ ٹشو تھامے، چہرے سے ذرا نیچے فضا میں معلق تھے اور اس کا پورا چہرہ ایک لفظ میں ڈھل چکا تھا۔ ''کیوں؟''

''بخت بھائی!'' ان دونوں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔

''وہ بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں کہ اگر آپ نے کھانا کھا لیا ہو تو آ جائیں۔ آپ کی چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔''

سعدیہ جھجک کر کہہ رہی تھی (رقیہ بیگم کے خیال میں وہ ڈائننگ روم میں تھا) معلوم نہیں کیوں..... مگر وہ اِک دم ہنس پڑا۔

سعدیہ (ملازمہ) نے سائڈ پر ہو کر اسے گزرنے کا رستہ دیا۔

''ایک کپ گرم، گرم چائے اور..... بہت تھکا ہوا ہوں۔'' وہ جاتے، جاتے کہہ گیا۔ اس نے پھر ادا کا چہرہ نہیں دیکھا۔

وہ نم پلکیں زہر میں بجھا تیر تھیں۔ کسی کے بھی دل پر قدغن لگا سکتی تھیں۔ وہ تو پھر بخت عبدالرحمن تھا۔

☆☆☆

رقیہ بیگم کے کہنے پر وہ بخت کو بلانے کے لیے اٹھی تھی مگر ڈائننگ روم کے دروازے پر ہی رک گئی۔ وہ کچن کی طرف سے آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر مسکرایا۔ اس کے ہونٹ جواب میں ذرا سا پھیل بھی نہ سکے۔ نظر سیدھی اس کے پیچھے تک گئی تھی۔ وہاں ادا کھڑی تھی، بخت کی پشت کو تکتی ہوئی۔

دور سے تاثرات کا اندازہ تو نہیں ہو سکا مگر بخت کا وہاں سے آنا.....

عرشیہ احتشام الدین نے آج کے دن کا دوسرا جھٹکا کھایا تھا۔

☆☆☆

اپنی چابی سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔ دروازہ بند کر کے کوٹ اتار کر کھونٹی پر ٹانگا اور جیسے ہی مڑا، یکلخت ساکت ہوا۔ جابجا پھیلی ہوئی چیزیں، اوندھے پڑے کارٹن اور ان سب کے درمیان صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے، لوز شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس، سینے پر ہاتھ باندھے بیٹھی آگستا بہت ہی تیکھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''تم سوئیں نہیں؟ میں نے کہا تھا کہ میں سمیٹ دوں گا۔'' وہ ان تیکھی نظروں کا مطلب یہی سمجھا تھا مگر اندر جیسے کہیں کوئی کہہ رہا تھا، وجہ یہ نہیں.....

Scanned with CamScanner

''مل گئی فلیش ڈرائیو؟'' نظریں نیزے کی انی جیسی چبھتی ہوئی تو لہجہ تلوار کی کاٹ لیے ہوئے۔

''ہاں۔'' اس نے شرٹ کی پاکٹ سے فلیش نکال کر دکھائی۔

''اس سے بھی مل لیے؟''

''کس.....؟'' اور وہ رک گیا۔ اسے یکلخت وہ لہجہ، وہ نظریں سمجھ میں آئی تھیں۔

''اس تک خبر کیسے پہنچی؟'' وہ حیران ہوا۔

''کیا مطلب؟''

''حالانکہ مطلب ولید عبدالرحمن تم اچھی طرح سے سمجھ چکے ہو۔''

نظروں سے کاٹنے کا عمل جاری رکھتے ہوئے اس نے ساتھ پڑا اپنا فون اٹھایا اور ولید کی طرف اچھال دیا۔

''اُوف.....!'' اس نے وقت سے کیچ کیا اور پھر کندھے اچکا کر آگستا کو دیکھا۔ اس نے بھوؤں سے فون کی طرف اشارہ کیا۔ ناسمجھی کے جتنے بھی تاثرات ہو سکتے تھے، وہ سب ولید عبدالرزاق نے اپنے منہ پر سجا لیے۔ انسٹا کا میسنجر کھلا پڑا تھا۔ کسی نے DM کی تھیں ولید اور اولیویا کی تصاویر۔ وہاں کاریڈور میں ایک ساتھ کھڑے ہوئے اور پھر اس کے آفس کے بند دروازے کی۔ ولید نے نوٹس کیا کہ تصویر لیتے وقت آفس کے دروازے کے ہینڈلز کو ابھی مفلر سے باندھا نہیں گیا تھا۔ آفس کے دروازے کے ہینڈلز کو باہر سے کسی نے مفلر سے ایسے باندھا تھا کہ کھل نہ پائے۔ ولید نے بے اختیار کنپٹی کو مسلا۔ اِک نئی مصیبت کھڑی ہو گئی تھی۔ آگستا کو اپروچ کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ وہ ایک مشہور کمپنی میں میڈیا ایڈوائزر تھی۔ اس کے ہزاروں کی تعداد میں انسٹا پر فالوورز تھے اس لیے یہ سوچنے کی قطعاً کوئی ضرورت ہی نہیں تھی کہ اس تک تصاویر کیسے پہنچیں، کس نے یہ کام کیا؟ ہاں، جس ID سے آئی تھیں، وہ ضرور ولید نے دیکھی تھی۔

''یہ کسی بچے کی شرارت تھی آگستا!''

''اور اس شرارت کے لیے تم گھر سے اٹھ کر فوری یونی گئے۔''

''فار گاڈ سیک! میں بس فلیش لینے گیا تھا۔''

''تو پھر تمہارے آفس میں تمہارے ساتھ کیوں گئی وہ لڑکی؟''

''اس نے مجھے مدد کی آفر کی تھی۔ میں نے محض اپنا وقت بچانے کے لیے اس کی آفر قبول کی۔''

''تم گھر سے اٹھ کر فلیش ڈھونڈنے آفس گئے اور وہاں تمہیں وہ لڑکی مل گئی اور پھر فلیش ڈرائیو بھی مل گئی۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو ولید عبدالرزاق؟ میں گھاس کھاتی ہوں کیا؟'' وہ بولتی ہوئی، اسے گھورتی ہوئی صوفے سے اٹھ کر اس تک آئی اور اس کی نظریں..... یوں لگتا تھا کہ ولید عبدالرزاق کو سالم نگل جائیں گی۔

''آگستا!'' ولید نے بڑے تحمل سے، پیار سے اس کے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھے۔

اس نے گردن موڑ کر شانے پر دھرے اس کے ہاتھ کو دیکھا اور پھر ولید کو۔ آرام سے ہی ولید نے ہاتھ ہٹا لیے۔

''دروازہ باہر سے بند تھا۔ اگر میں کچھ غلط کرتا تو۔''

''اچھا.....!'' آگستا نے بات پوری نہ ہونے دی۔ اس کے ہاتھ سے فون لیا، تصویر زوم کی اور فون عین اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔

''میرا یقین کرو اولیویا! محض میری مدد کرنے آفس میں گئی تھی۔ جب باہر نکلنے کے لیے دروازہ کھولنا چاہا تو وہ لاکڈ تھا۔ میں نے انتظامیہ کو کال کی۔ انہوں نے آکر دروازہ کھولا تھا۔ میں ابھی ان سے تمہاری بات کروا سکتا ہوں۔''

اس نے رک کر ولید کا ہنستا ہوا چہرہ دیکھا۔ وہ مڑی اور صوفے پر پہلے جیسی پوزیشن پر بیٹھتے ہوئے جھٹ سے بولی۔

''بات کرواؤ۔''

وہ جانتا تھا اگر اس کی بے گناہی کا کوئی ثبوت نہ ملا تو وہ اسے چھوڑے گی نہیں۔ اس کے جبڑے یوں بھنچے کہ مسلز کی حرکت جاہ لائن سے کنپٹی تک دیکھی

Scanned with CamScanner

جاسکتی تھی۔ ولید نے مجبوراً کال ملائی۔ پہلے خود بات کرنی چاہی تو.....

"فون مجھے دو۔" وہ فوراً بولی تھی۔

اس نے فون تابعداری سے آگستا کو پکڑا دیا۔ پورے دس منٹ وہ بات کرتی رہی اور جب فون بند ہوا تو.....

"یہ پھیلاوا سمیٹ کر سونا۔" دائرے میں انگلی گھماتے ہوئے پھیلاوے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ کر وہ بیڈ روم کی طرف چلی گئی اور وہ کھلا منہ لے کر اسے جاتے دیکھتا رہا۔

"پاکستان میں ہوتا تو بیوی ایک بڑھک سے ہی قابو ہو جاتی اور اس بچے کو (جس نے شرارت کی تھی) expel کر کے سکون مل جاتا پر ولید عبدالرزاق تم US میں ہو۔" وہ صوفے پر گرنے والے انداز میں بیٹھا تھا۔

☆☆☆

وہ ان سب کو سی آف کرنے کے لیے دروازے پر موجود تھی۔

"آپ کے ہاتھ کے ذائقے کو واقعی میں کوئی انسان کیول نہیں سکتا۔"

"میں نے جلد یا بدیر کہا تھا مگر یہ اتنا جلدی ہوگا، مجھے اندازہ نہیں تھا۔" عرشیہ کا بڑھایا ہوا ہاتھ تھام کر اس نے ہنس کر کہا۔

عرشیہ نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ اب وہاں کیا تھا جو ابھی اسے پہلے نہیں تھا۔

"سکون.....؟ نہیں، خوشی.....؟" اس نے چہرہ موڑ کر بخت کو دیکھا۔ وہ ذرا فاصلے پر کھڑا احتشام الدین سے باتوں میں مصروف تھا۔ عرشیہ نے رخ بدل کر ادا کو دیکھا۔

"آپ کو یاد ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ میری دلی دعا ہے کہ یہ رشتہ آپ کے لیے خیر کا باعث ہو۔ آپ نے ایک اچھے شخص کا انتخاب کیا۔"

"تو کیا غلط کہا تھا؟ میرے کہے سے بھی زیادہ اچھا ہے ناں وہ؟" گردن موڑ کر اس نے مسکراتے ہوئے بخت کو دیکھا۔

"اور اس قدر اچھے شخص کا دوسری دفعہ کا دیا گیا بریسلیٹ آپ نے بے پروائی سے ڈریسنگ پر پھینک رکھا ہے؟"

ادا عبدالمانک اپنی گردن موڑ کر اسے دیکھ نہیں سکی تھی۔

عرشیہ کے ہونٹوں پر مکارانہ سی مسکراہٹ پھیلی۔ وہ آگے بڑھی۔ ادا کے بچ پڑتے گال سے گال ملایا اور بولی۔

"خدا حافظ!"

☆☆☆

وہ edited تصویر عرشیہ احتشام الدین کو موصول ہوئی تھی۔ دو تصاویر collage (ملا کر) کی گئی تھیں۔ ایک میں ادا دلہن تھی۔ دوسری میں عرشیہ۔ ایک میں بخت ادھ کھلا کیس ادا کو پکڑا رہا تھا تو دوسری میں ادا، عرشیہ کو وہی بریسلیٹ پہنا رہی تھی۔ ان دونوں تصاویر میں بریسلیٹ کے علاوہ اور کیا تھا جو ایک سا تھا۔

ادا اور بخت..... ان کا انداز و تاثرات، سب ایک سا۔

دونوں تصاویر میں اس قدر مماثلت تھی کہ یوں لگتا تھا کہ بس وقت آگے گیا تھا اور کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔

ایسے جیسے وہ آج بھی وہاں، اسی وقت میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ بس کردار بدلے تھے۔

جیسے کوئی کھلی کتاب پڑی ہو۔ کہانی پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

☆☆☆

"ماما! میرے ذہن میں ایک بات ہے۔ جب سے میں ادا میم سے ملی ہوں، تب سے ہی ذہن میں وہ گردش کر رہی ہے۔" حفصہ نے ذاکرہ خاتون سے کہا۔

"کیا؟"

"اگر حسن بھائی کی شادی ادا میم سے ہو جائے تو؟ دیکھیں ناں، وہ اتنا اچھا کھانا بناتی ہیں اور پھر پیاری بھی ہیں۔" وہ جوش سے ماں کے گھٹنے سے لگ کر بولی۔ ذاکرہ ہنس دیں۔

"رشتے ایسے تھوڑی ہوتے ہیں حفصہ! اور جو وہ خوبیاں تم نے گنوائی ہیں، یہ تو نوی باتیں ہیں۔ اصل بات خاندانی نجابت کی ہوتی ہے۔ لڑکی کا کردار مضبوط

Scanned with CamScanner

تخم بالنگو المعروف تخم ملنگا

تخم بالنگو جسے عام زبان میں تخم ملنگا بھی کہا جاتا ہے۔ جیسی قدرتی نعمت کو اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے جو صحت کا ایک خزانہ ہونے کی بنا پر طبی فوائد سے بھرپور ہے۔

صرف شربت اور فالودہ بناتے وقت ہی تخم ملنگا کی یاد آتی ہے لیکن تاریخ میں اس بیج کو بطور کرنسی بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ یہ توانائی سے بھرپور ہوتا ہے۔ اسی بنا پر تخم ملنگا کو دوڑنے والے کی غذا بھی کہا جاتا ہے۔

جلد نکھارے اوز بڑھاپا بھگائے

میکسکو میں تخم ملنگا پر تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں قدرتی فینولک (اینٹی آکسیڈنٹ) کی مقدار دوگنا ہوتی ہے اور یہ جسم میں فری ریڈیکل بننے کے عمل کو روکتا ہے۔ اس طرح ایک جانب تو یہ جلد کے لیے انتہائی مفید ہے تو دوسری جانب بڑھاپے کو بھی روکتا ہے۔

فائبر کی بلند مقدار کی وجہ سے تخم ملنگا ہاضمے کے لیے انتہائی موزوں ہے۔ السی اور تخم ملنگا خون میں انسولین کو برقرار رکھتے ہیں اور کولیسٹرول اور بلڈ پریشر کو بھی لگام دیتے ہیں۔ طبی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ فائبر پانی جذب کر کے پیٹ بھرنے کا احساس دلاتا ہے اور وزن گھٹانے کے لیے انتہائی مفید ہے۔ اس کا استعمال معدے کے لیے مفید بیکٹیریا کی مقدار بڑھاتا ہے۔

تخم ملنگا کولیسٹرول گھٹاتا ہے، بلڈ پریشر معمول پر رکھتا ہے اور دل کے لیے بہت مفید ہے۔ اس کا باقاعدہ استعمال خون کی شریانوں کی تنگی روکتا ہے اور انہیں لچکدار بناتا ہے۔ اومیگا تھری فیٹی ایسڈ کی وجہ سے یہ دل کا ایک اہم

ہونا چاہیے۔ لڑکی سلجھی ہوئی عادت و اطوار کی مالک ہونی چاہیے۔"

"ماما! ایسے گھر بیٹھنے سے تو معلوم نہیں ہوگا ناں یہ سب کچھ۔ اس کے لیے تو تعلق بنانا پڑتا ہے۔"

"تو بنا کر دیکھ لو تعلق۔ تمہیں وہ گھاس بھی نہیں ڈالے گی۔ مصروف آدمی ہے وہ بھئی۔"

ذاکرہ تو اٹھ کر چلی گئیں مگر حصہ اسی وقت k.w.a کی انسٹا پروفائل کھول کر بیٹھ گئی تھی۔ اسے ہر حال میں ادا سے دوستی کرنی تھی۔

☆☆☆

اگلے کئی دن مصروفیت میں اسے فلیش دیکھنے کا وقت نہ مل سکا تھا اور وقت تو وہ نکال ہی لیتا مگر آگستا کے سامنے وہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اس کے نکاح والی بات سے بے خبر تھی۔ غنیمت یہ تھا کہ اس نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ فلیش میں ایسا کیا تھا جو ولید یوں پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہا تھا۔ سو وقت کے ساتھ اسے موقع بھی میسر نہیں آیا تھا۔ آج وہ ذرا جلدی آ گیا تھا۔ آگستا ابھی تک نہیں آئی تھی۔ اس نے فلیش ڈرائیو کھولی اور اطمینان کی اِک گہری سانس بھری۔ اس کے نکاح کی ساری تصاویر اس میں موجود تھیں۔ جو شے اس فلیش کو ڈھونڈنے کا باعث بنی وہ..... وہ تصویر تھی جس میں ادا اور بخت ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ اسی تصویر کو دیکھ کر ولید کو ایک دم کلک ہوا تھا۔ ایسی تصویر اس نے پہلے بھی کہیں دیکھ رکھی تھی..... مگر کہاں؟ ذرا سا سوچنے پر یاد آ گیا تھا اور اب..... ٹھیک وہی تصویر اس کے سامنے تھی۔ اس نے ویب whatsapp کھولا۔ ابھی کی تصاویر لیپ ٹاپ میں منتقل کیں اور پھر اس نے ان دونوں تصاویر کو (حالیہ اور ماضی کی) collage کیا اور پھر اک نمبر پر کال کی۔ مگر سوال یہ تھا کہ اس نے وہ "نمبر" کیسے حاصل کیا تھا۔

☆☆☆

حصہ نے کل کا پیغام بھیجا ہوا تھا مگر ابھی تک وہ

Scanned with CamScanner

محافظ بیج ہے۔

ذیابیطس میں مفید

تخم ملنگا میں الفالائپولک ایسڈ اور فائبر کی وجہ سے خون میں چربی نہیں بنتی اور نہ ہی انسولین سے مزاحمت پیدا ہوتی ہے۔ یہ دو اہم اشیا ہیں جو آگے چل کر ذیابیطس کی وجہ بنتے ہیں۔ اسی لیے ملنگا بیج کا باقاعدہ استعمال ذیابیطس کو روکنے میں بہت مددگار ثابت ہوتا ہے۔

تخم ملنگا ڈیڑھ گھنٹے تک توانائی بڑھاتا ہے اور ورزش کرنے والوں کے لیے بہت مفید ہے۔ یہ جسم میں استحالہ (میٹابولزم) تیز کر کے چکنائی کم کرتا ہے اور موٹاپے سے بھی بچاتا ہے۔

ہڈیوں کی مضبوطی

ایک اونس تخم بالنگا میں روزمرہ ضرورت کی 18 فیصد کیلشیم پائی جاتی ہے جو ہڈیوں کے وزن اور مضبوطی کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس میں موجود بورون نامی عنصر فاسفورس، میگنیز اور فاسفورس جذب کرنے میں مدد دیتا ہے اور یوں ہڈیاں اور پٹھے مضبوط رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ زنک اور دیگر اجزا منہ اور دانتوں کی صحت برقرار رکھتے ہیں۔

طریقہ استعمال..... روزانہ ایک چمچ ایک گلاس تازہ پانی میں مکس کر کے صبح خالی پیٹ پی لیں۔ اگر شوگر نہ ہو تو اسے کسی شربت کے ساتھ بھی ملا کر پئیں۔ ٹھنڈے دودھ کے ساتھ بھی ملا کر پی سکتے ہیں۔ مگر استعمال سے پہلے صاف کر کے بھگو دیں۔ اسے بھگو کر فریج میں رکھیں اور روز دو چمچ نکال کر استعمال کریں۔

بشکریہ: حکیم عبدالباسط۔ از: نیلوفر خان، بہارہ کہو

پیغام دیکھا نہیں گیا تھا۔ وہ ہر چند گھنٹے بعد انسٹا کا میسنجر کھول کر دیکھتی اور پھر مایوس ہو کر بند کر دیتی۔ امی نے ٹھیک کہا تھا: "وہ مصروف انسان ہیں۔" اور ادا..... وہ کیسے اس پیغام کو پڑھ پاتی۔ وہ تو ابھی تک اپنا سرد وجود لیے وہیں بیرونی دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ اس کے کانوں میں ابھی تک وہ جملے سائیں، سائیں ہو رہے تھے۔ "خدا حافظ..... خدا حافظ!" ابھی تک اس گال پر وہ پُرحدت لمس موجود تھا جیسے ابھی، ابھی عرشیہ احتشام الدین نے اسے چھوا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کیسے، کس طرح سے ان کے درمیان میں آ گئی تھی۔ اف..... تکلیف کی لہر نے اسے آنکھیں بند کرنے پر مجبور کیا تھا۔

"یہ تم نے کیا، کیا بخت! یہ کیا، کیا..... کیسی حماقت کا کام کیا۔" وہ سر دونوں ہاتھوں پر گرائے بیٹھی تھی۔ ابھی چند لمحے پہلے وہ سب "ٹھیک" کرنے اس کے پاس آیا تھا۔ اس نے کہا تھا..... وہ بات رہنے دو..... اور بات پھر وہیں پر جا پہنچی۔

"اے زندگی! اور کتنی ناک کی لکیریں نکلوائے گی..... کتنی.....؟"

ادا کے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ بخت کو مطلع کرتی۔

پاس پڑا سیل فون اٹھا کر اس نے وقت دیکھا۔ رات کا ایک بج چکا تھا۔ "وہ سو گیا ہوگا۔" دماغ میں خیال ابھرا۔

"سو بھی گئے ہو تو اٹھو بخت عبدالرحمن! کہیں تمہارے بخت سو نہ جائیں۔" بڑبڑاتے ہوئے اس نے کال ملائی۔

وہ واقعی سو چکا تھا اور اتنی گہری نیند تھی کہ نیند بیس کی آواز سے بھی ٹوٹ نہیں رہی تھی۔

غصے اور پریشانی، ان دونوں جذبات نے مل کر اسے مجبور کیا کہ وہ دوسری دفعہ پھر کال ملائے۔ بخت نے سوتے جاگتے ذہن کے ساتھ فون اٹھایا۔ نیند اس

Scanned with CamScanner

قدر تھی کہ پلکیں جھپکنے پر بھی نظر نہ آیا کہ کون کال کر رہا تھا۔ اس نے یونہی سوائپ کر کے فون کان سے لگایا۔

''ہیلو!''

''تم اتنی گہری نیند کیسے سو سکتے ہو بخت عبدالرحمن؟''

اس قدر تپا ہوا انداز۔ یہ کچھ جانا پہچانا سا انداز تھا۔ کون تھا؟ اس لہجے و انداز کو سمجھنے میں اس کا پورا ایک منٹ صرف ہوا۔

''اوہ!'' اور جب سمجھ میں آیا تو اعصاب جھٹکا کھا کر بیدار ہوئے۔

''سب خیر ہے؟''

''نہیں۔''

''کیا ہوا؟''

''عرشیہ نے بریسلیٹ میرے پاس دیکھ لیا ہے۔'' وہ روہانسی ہو کر بولی اور آگے سے اتنی خاموشی تھی کہ وہ گھبرا کر بولی۔

''بخت!''

''کیسے دیکھ لیا؟''

''تارا نہیں اسے گھر دکھانے لے گئی تھی، بس وہیں کمرے میں ڈریسنگ پر پڑا دیکھ لیا۔''

''تم نے پہنا نہیں تھا کیا؟''

وہ جس قدر حیران ہو سکتی تھی، وہ ہوئی۔ اس ساری صورت حال میں بھی اسے اس بات کی پروا تھی کہ وہ بریسلیٹ اس نے پہنا تھا یا نہیں۔ فون کے دوسری طرف بخت نے اس کی تیز سانسوں کی آواز سنی۔ یوں جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو مگر کہہ نہ پا رہی ہو۔

''پہنا ہوا تھا۔ عرشیہ کی وجہ سے ہی اتارا تھا۔'' چند لمحوں بعد وہ آہستگی سے بولی۔

اِک گہری، بوجھل سانس بخت کے سینے سے خارج ہوئی۔

''میں دیکھ لوں گا ____ سو جاؤ۔''

''ایسے کیسے تم ____''

''کہا ناں ____ سو جاؤ۔ تمہارا درد سر نہیں۔'' لہجہ سخت تھا۔

اور فون بند ہو گیا۔ نیند اب کس کافر کو آنی تھی۔ کراؤن سے سر ٹکا کر اس نے آنکھیں بند کیں۔

''تم نے پہنا نہیں تھا کیا؟'' اور اِک دم وہ سیدھی ہوئی۔ کمرے کی ملگجی روشنی میں نظر سیدھی ڈریسنگ پر رکھے اس کیس پر گئی تھی۔ اس نے اپنے دھک، دھک کرتے دل پر ہاتھ رکھا۔ ''مجھے ہی کچھ الگ محسوس ہو رہا ہے یا واقعی میں کچھ ''الگ'' سا ہے۔'' سینے پر ہاتھ رکھے، نظر اس کیس پر جمائے وہ ان الگ سے محسوسات کو سمجھنے کی اپنی پوری کوشش میں تھی۔

☆☆☆

تو ولید نے وہ ''نمبر'' کیسے حاصل کیا۔ عبدالرزاق ذیابیطس کے مریض تھے۔ شازیہ (بیوی) کی وفات کے بعد ان کا شوگر لیول اِک دم ہائی ہو جاتا۔ سو اسی دوران ولید نے ان کے معالج احتشام الدین کا سیل فون نمبر اور لینڈ لائن نمبر اپنے فون میں محفوظ کیا تھا۔ اسے اپنے کانٹیکٹس، بی سیل کے ساتھ محفوظ کرنے کی عادت تھی۔ سو آج بھی وہ دونوں نمبرز اس کے پاس موجود تھے۔ اس نے لینڈ لائن نمبر پر ٹرائی کیا اور قسمت نے اس کا ساتھ دیا۔ فون رشیدہ (ملازمہ) نے اٹھایا تھا۔

''احتشام صاحب کی بیٹی سے بات ہو سکتی ہے؟'' انداز محتاط تھا۔

''نہیں جی! عرشیہ بی بی تو صاحب جی کو لے کر اسپتال گئی ہیں۔ وہ گر گئے تھے ناں۔ ان کے ماتھے پر چوٹ آئی ہے۔''

رشیدہ کو باتیں سنانے کے لیے کسی واقعے کی ضرورت نہیں ہوتی اور اب جبکہ ایک عدد ''واقعہ'' گھر میں ہو چکا تھا تو سننے والا کون تھا، اس سے رشیدہ کو کیا غرض۔ ولید کو اندازہ ہو چکا تھا۔ وہ ملازمہ تھی۔

''عرشیہ کا نمبر مل سکتا ہے؟'' نام بتانے کا نیک کام بھی رشیدہ نے ہی انجام دیا تھا۔

''ہاں جی، میرے موبائل میں ہے۔ آپ دو

Scanned with CamScanner

منٹ ٹھہریں، میں لاتی ہوں۔" اس نے "آپ کون" کا تکلف بھی نہیں کیا تھا۔ لینڈ لائن پر کال آئی تھی تو کوئی اپنا ہی ہوگا۔ احتشام صاحب کا نام بھی لے رہا تھا۔ تو یوں قسمت نے ولید عبدالرزاق کا ساتھ دیا۔ یوں اس کے ہاتھ عرشیہ کا نمبر لگا تھا۔ اگر احتشام صاحب کو کال کرتا تو وہ اسے بھی جانتے تھے اور اس کی ہسٹری کو بھی۔ اسے تو عرشیہ سے رابطہ کرنا تھا اور جب اس نے رابطہ کیا تو.....

"جی کون؟"

"منگنی کی مبارک باد۔" کافی شاپ میں بیٹھے، کھڑکی سے باہر برستی بارش کو دیکھتے ہوئے ولید عبدالرزاق کے چہرے پر اک کمینی سے مسکراہٹ تھی۔

"آپ کون؟"

"آپ کا خیر خواہ!" وہ اک لمحے کے لیے چپ ہوئی۔ فون کان سے ہٹا کر دیکھا۔ نمبر غیر شناسا تھا اور تھا بھی ملک سے باہر کا۔

"کس قسم کے خیر خواہ ہیں۔ منگنی کو ہوئے تو ایک ماہ گزر گیا۔ مبارک باد اب دے رہے ہیں۔" اور ولید عبدالرزاق نے ایک قہقہہ لگایا۔

"تاخیر کی معذرت۔" عرشیہ کے ماتھے پر کئی بل نمودار ہوئے۔

"آپ نے مبارک باد دی۔ میں نے قبول کی۔ میرا خیال ہے کام پورا ہوا۔ سو فون بند کیجیے۔"

وہ ایک شٹ اپ کال تھی۔

"ایسے کیسے کام پورا ہوا جناب! ابھی تو کچھ دکھانا ہے آپ کو۔" اور عرشیہ نے بیزار ہو کر فون کان سے ہٹا کر بند کرنا چاہا۔ ابھی اس نے فون کان سے نیچے ہی کیا تھا کہ.....

"بخت اور ادا کے بارے میں.....!" اس نے یہ جملہ سنا اور وہ ٹھٹک کر رک گئی۔

"کیا کہا؟" فطری ردعمل آیا۔

"جاننے کے لیے اسی نمبر پر تسبیح کیجیے۔" وہ محض اس کے تجسس کو ہوا دینا چاہتا تھا اور وہ کامیاب رہا۔

فون بند ہو چکا تھا۔

اور اس کے کانوں میں ابھی تک گونج رہا تھا۔

"بخت اور ادا..... بخت اور ادا..... بخت اور ادا!" دنیا کی کوئی طاقت پھر اس عورت کو نہیں روک سکتی کہ جس عورت کے دل میں آپ "دوسری" عورت کا شک ڈال دیں۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ عورت پڑھی لکھی ہے یا بالکل ان پڑھ۔

عرشیہ احتشام الدین کے اگلے عمل نے یہ ثابت کر دیا تھا۔

☆☆☆

"تم سے بات کرنی ہے۔"

"کہو۔"

"نہیں۔ فون پر نہیں۔ ملنا ہے۔"

"گھر آجاؤ۔"

"میں تمہیں پک کرنے آرہا ہوں....."

"اوکے....."

اور جب وہ پک کرنے آیا تو وہ سفید اور نیلے رنگوں کے امتزاج والے لباس میں تیار کھڑی تھی۔

بخت نے کہنا چاہا کہ اچھی لگ رہی ہو مگر خود کو روک لیا۔ وہ یقیناً اسے غلط معنوں میں لیتی۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولنے جیسا تکلف بھی نہیں کیا۔

"کہاں جارہے ہیں؟" گاڑی کے مین روڈ پر آتے ہی عرشیہ نے پوچھا۔

"کافی شاپ.....؟" بخت نے دونوں ابرو اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم..... ٹھیک ہے....."

اسٹول گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے عرشیہ نے گردن گھما کر اطراف کا جائزہ لیا۔

سرخی مائل وڈن سیلنگ ساری کی ساری لٹکتے ہوئے برقی قمقموں سے بھری ہوئی تھی جن سے چھن، چھن کر آنے والی وارم گولڈن لائٹ ماحول کو رومانوی بنا رہی تھی۔ کھڑکی کے ساتھ سیاہ ماربل سے بنی بار کے ساتھ رکھے retro stools پر وہ ساتھ، ساتھ

Scanned with CamScanner

بیٹھے تھے۔ اس نے گردن موڑ کر بخت کو دیکھا۔
''ہم یہاں لڑنے آئے ہیں.....؟'' وہ سخت ... بے یقین تھی۔
بخت سمجھ نہ سکا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے اور جب سمجھ آیا تو مسکرا دیا۔
''تم چاہو تو گفتگو بدل سکتی ہے.....''
''سوری محض اس ماحول میں لے کر آنے سے گفتگو بدل سکتی ہے اور نہ ہی پہنچنے والا رنج کم ہو سکتا ہے۔''
''میں معذرت خواہ ہوں.....'' اسے شرمندگی تھی۔
''بخت عبدالرحمٰن.....'' اس نے کہنی کا وزن بار پر منتقل کرتے ہوئے رخ بخت کی طرف موڑا۔ اور ٹانگ پر ٹانگ رکھی۔
''اس ایک بات کی معذرت تا عمر قبول نہیں ہو سکتی۔'' اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ بخت نے اِک جھٹکے سے سر اٹھایا۔
ہاں..... اب وہ عرشیہ کی تکلیف سمجھ سکتا تھا بہت اچھی طرح سے سمجھ سکتا تھا۔
''یہ اہانت آمیز بات محض اس رشتے کے صدقے میں نے برداشت کی.....''
''کیوں کیا تم نے ایسا؟'' اور بخت عبدالرحمٰن کے حلق میں کچھ ڈوب کر ابھرا۔ وہ سر اٹھا کر کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا..... اس کے ابرو سکڑے ہوئے تھے۔ اس نے گردن موڑ کر براہ راست عرشیہ کی آنکھوں میں دیکھا۔
''میں اگر کہوں کہ اس رشتے کے صدقے ہی تم یہ بات مجھ سے نہ پوچھو تو.....؟''
اور اس التجا پر یک ٹک اسے دیکھتے ہوئے وہ ... بے حد خاموش ہو گئی۔ اعصاب کا تناؤ اِک دم ڈھیلا پڑا۔ سر جھکا کر وہ انگوٹھے کے ناخن کا پینٹ انگلی کے ناخن سے اکھاڑنے لگی۔
"do you have feelings for her" اسی طرح سر جھکائے پینٹ اکھاڑتے ہوئے وہ بھاری آواز میں بولی۔
اور بخت عبدالرحمٰن نے ہار کر سر گرایا۔ پھر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے ہوئے سر اٹھا کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔
''اس سوال کا جواب اس نے کبھی خود کو بھی نہیں دیا تھا۔''
تو کیا اب وقت آ گیا تھا..... اس سوال کے جواب کا.....؟ وہ سر اٹھائے کھڑکی سے باہر تکتا رہا اور عرشیہ سر جھکائے اپنے ناخنوں سے نیل پینٹ اکھاڑتی تھی۔ اور وقت sand glass کی قطرہ قطرہ پھسلتی ہوئی ریت تھی۔ ☆☆☆
وہ اپنے گرافک ڈرائنگ ٹیبلٹ پر کچھ لکیریں کھینچنے کے ساتھ، ساتھ بول بھی رہا تھا۔ آدا ٹانگ پر ٹانگ رکھے ٹھوڑی ہاتھ کی انگلیوں پر ٹکائے محویت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے بولتے، بولتے یوں ہی لاشعوری طور پر ادا کو دیکھا۔
سر پر سیاہ چادر جمائے دھلا ہوا چہرہ..... آنکھیں سکیڑ کر اسکرین کو دیکھ کر سوچتے ہوئے وہ دل آویز لگ رہی تھی۔ وہ مسکرا دیا۔ میز کا کنارا پکڑ کر اس نے revolving چیئر کو گھسیٹ کر میز کے قریب کیا۔ ٹیبلٹ ایک طرف رکھ کر وہ پھر سے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ ابھی تک اپنی سوچ میں غرق سامنے اسکرین کو تکتی تھی۔
''اگر میں آپ کو پرپوز کروں تو.....؟''
''ہوں.....'' وہ بے خیالی میں بڑی..... سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا..... اور ٹھیک اسی لمحے دماغ نے اسے سامنے بیٹھے شخص کی بات پہنچائی تھی۔ وہ حیرانی سے سلوموشن میں سیدھی ہوئی۔ وہ یک ٹک عجب حیرت سے سامنے والے کو تکتی تھی۔ اسے لگا سننے میں کوئی غلطی ہوئی تھی۔
''آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''
''شادی کریں گی مجھ سے۔'' وہ اِک جھٹکے سے کرسی کی پشت سے جا لگی۔ وہ چار انگلیوں سے اپنے کھلے منہ کو ڈھانپے پلک جھپکے بنا سامنے بیٹھے شخص کو تکتی تھی۔ اور وقت..... sand glass کی قطرہ، قطرہ پھسلتی ہوئی ریت تھا۔
(باقی آئندہ)

Scanned with CamScanner

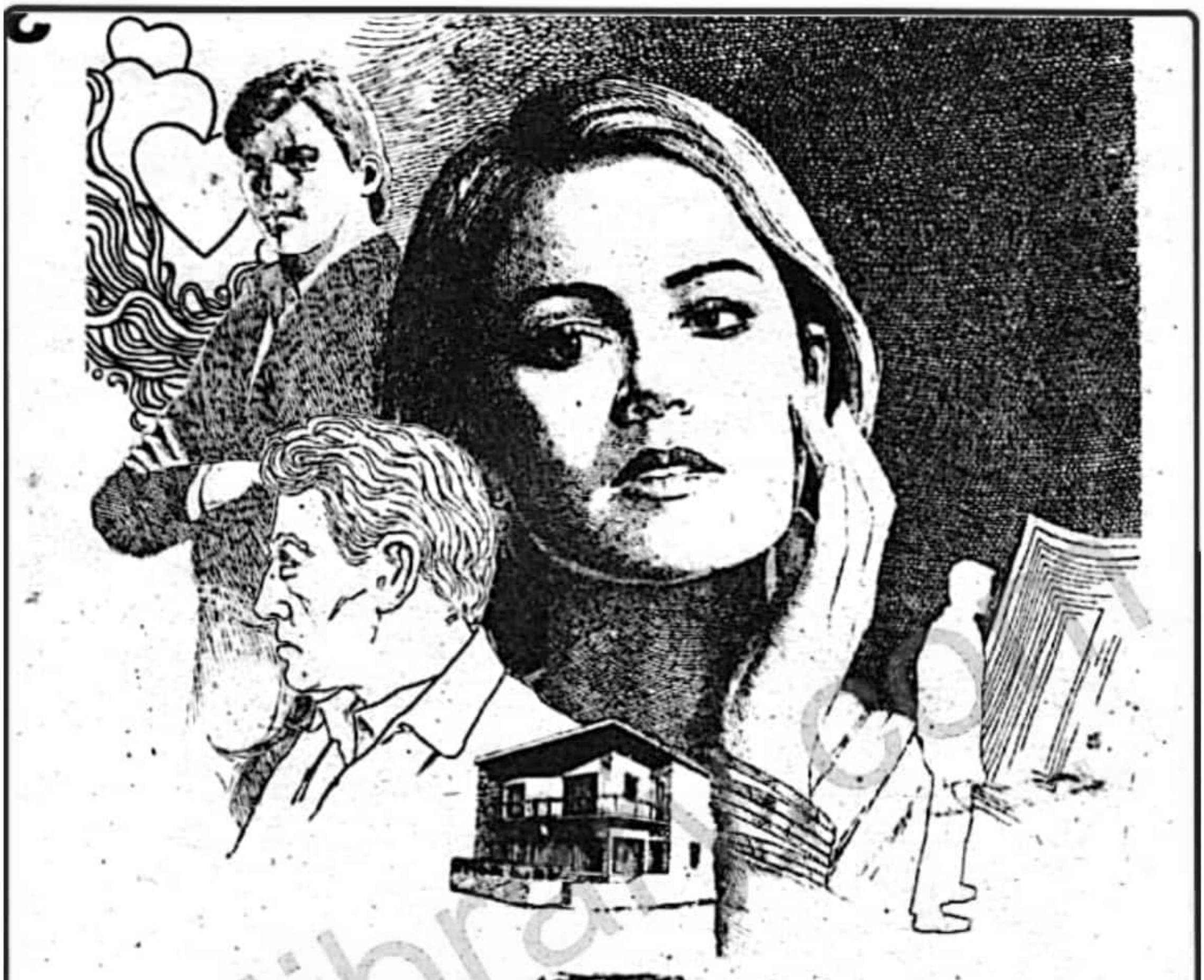

ساتواں حصہ

کسی نے sand glass کو پکڑ کر الٹ دیا وقت پیچھے کو سرکنے لگا جیسے کوئی فلم ریوائنڈ ہوتی ہے۔ کردار پیچھے کو چلنے لگے جیسے وہ دو آمنے سامنے بیٹھے لوگ ادا کی انگلیاں ہونٹوں سے ہٹیں........ وہ سیدھی ہوئی، سامنے بیٹھے شخص نے میز سے اپنا ٹیبلٹ اٹھایا۔ کرسی پیچھے کو ہوئی اور اب وہ اپنے گرافک ڈرائنگ ٹیبلٹ پر لکیریں کھینچ رہا تھا۔

ادا سامنے اسکرین کو تکتی تھی...... پھر وہ کرسی سے اٹھی پیچھے کو چلتے ہوئے دروازے تک گئی...... دروازہ کھلا اور پھر کہانی ریوائنڈ ہوتے ہوئے اس منظر تک آن ٹھہری۔

اپنے فون پر To do لسٹ کو اپ ڈیٹ کرنے کے بعد اس نے تھکاوٹ بھرے انداز میں گردن کو ہاتھ سے دباتے ہوئے سر پیچھے گرایا۔ جبھی اس کے کمرے

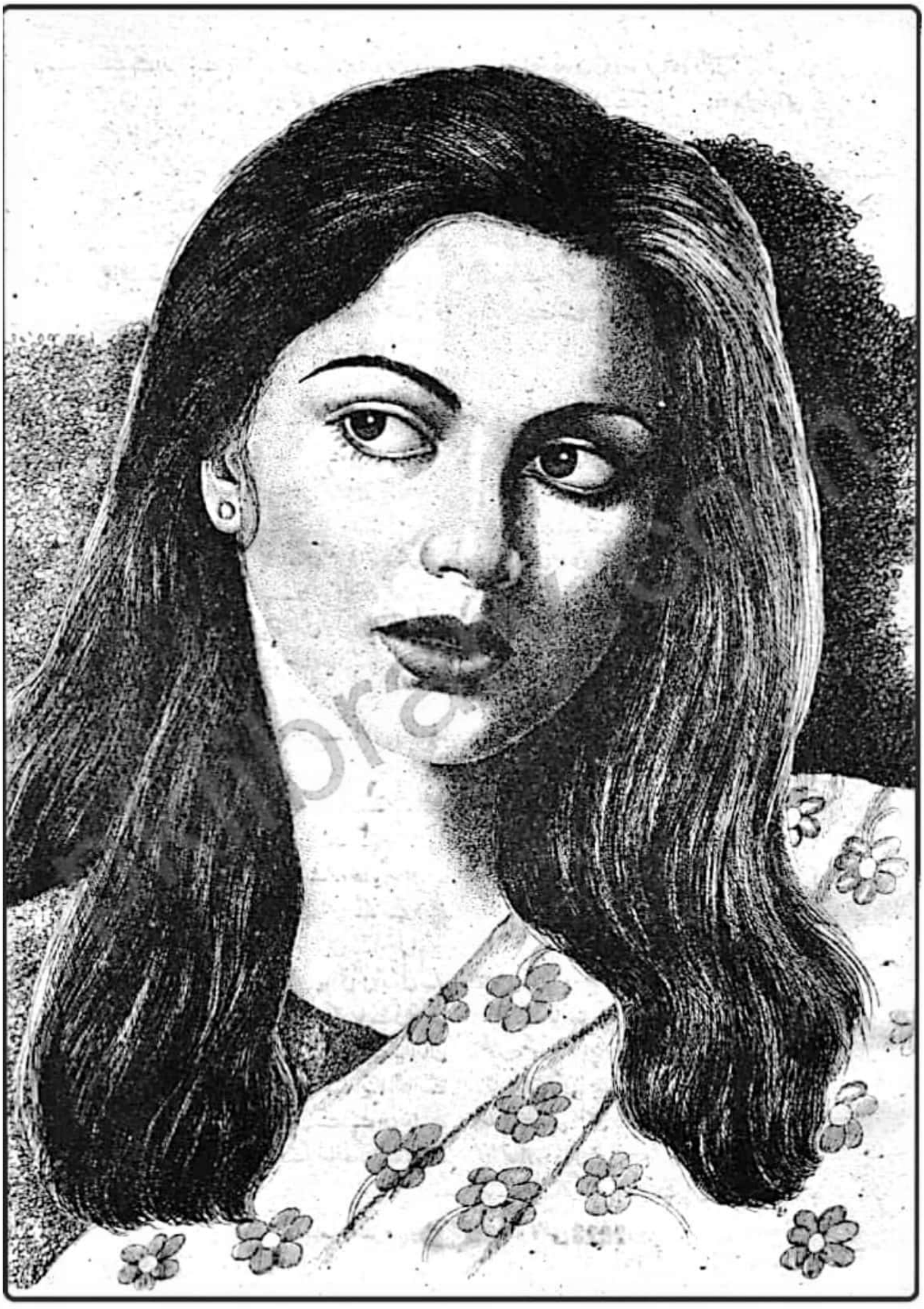

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

کے کھلے دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ چونک کر مڑی۔

"ارے امی....." فون سائڈ پر رکھ کر وہ بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے بلالیا ہوتا....." ان کے قریب آتے ہوئے وہ بولی۔

"بیٹھو بات کرنی ہے....." اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بٹھاتے ہوئے وہ خود بھی ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔

"جی....." اور یہ جی کہتے ہوئے وہ سخت ڈری ہوئی تھی۔ کسی اور دعوت کی تیاری گلے نہ پڑ جائے۔

"صبح اپنے تمام کام.....آرڈر، وڈیوز وغیرہ....." اور اس کے کام کا نام لیتے ہوئے انہوں نے بیزاری سے ہاتھ جھٹکا۔ "سب چار بجے تک ختم کر لینا۔"

"تو پڑ گئی گلے دعوت....." گردن میں درد کی اِک اور لہر آئی۔

"خیریت.....؟" بڑے ہی محفوظ انداز میں اس نے پوچھا۔ اس بات پر رقیہ نے اس کا چہرہ دیکھا وہ ذرا دیر کو خاموش ہوئیں اور یہ خاموشی کوئی اچھے سگنل نہیں دے رہی تھی۔ یہ کسی دعوت جیسا معاملہ نہیں تھا۔ اسے ادراک ہوا۔

"امی.....؟" اس نے ان کے زانو پر ہاتھ رکھا جیسے کہتی ہو کہہ بھی دیجیے۔

"کچھ لوگ آرہے ہیں تمہارے رشتے کے سلسلے میں....." اور ادا کا ہاتھ ان کے زانو سے نیچے جا گرا..... جیسے سر سے لے کر پیر تک اسے کاٹ کر رکھ دیا گیا ہو۔ یہ اس قدر اچانک اور شدید تھا کہ اس کے لیے اپنے آنسوؤں کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ سمیٹ کر گود میں رکھ لیے وہ نہیں چاہتی تھی کہ تسلی کے لیے امی اس کا ہاتھ بھی تھامیں..... وہ بکھر جائے گی تو گویا اس نے ہاتھ نہیں خود کو سمیٹا تھا۔ اس کے لیے یہ آسان نہیں تھا۔ چند آنسو پھسل کر گال تک آئے رقیہ کا ہاتھ اتنے میں اس کے چہرے تک آتا اس سے پہلے ہی ادا نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو صاف کرتے ہوئے انہیں دیکھا۔

ایک گہری گیلی سانس اندر کو کھینچی۔

"امی میری بات سنیں....." پہلو بدل کر اس نے ذرا سا رخ ان کی طرف موڑا۔

"میں اس سارے عمل کا حصہ نہیں بن سکتی۔ لوگ آئیں، مجھے دیکھیں، بات چلے اور پھر جب میری طلاق کا پتا چلے تو سب کچھ وہیں ٹھپ..... میں یہ سب برداشت کر سکوں گی نہ ہی ہینڈل کر پاؤں گی۔ کن دقتوں سے میں نے خود کو کھڑا کیا ہے یہ کوئی نہیں جانتا..... نہ جان سکتا ہے..... آپ بھی نہیں....." رقیہ نے اس کا چہرہ دیکھا۔ نم گال، ہلکی سرخی مائل آنکھیں، کپکپاتے ہونٹ لیے چہرہ..... اور اٹل انداز..... وہ جانتی تھیں کہ اس کا اگلا جملہ ہوگا۔

"میں شادی نہیں کرنا چاہتی....."

"میں یہ نہیں کہتی امی کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتی ایسی سوچ منطق کے دائرے میں نہیں آتی..... مگر میں یہ سب....." اور اس کی آواز بھر آئی۔ وہ جملہ مکمل نہ کر سکی..... اس کے آنسو ایک دفعہ پھر پھسل کر گالوں تک آئے..... رقیہ نے ٹھہر کر اسے دیکھا۔

"یہ وہ ادا نہیں تھی۔" وہ حیران ہوئیں۔ اپنی بیٹی کے اس بدلتے انداز کے بارے میں وہ کس قدر انجان تھیں..... وہ ٹھیک کہتی تھی وہ نہیں جانتیں کہ کیسی، کیسی دقتوں کا سامنا اسے رہا تھا۔

"ادا....." انہوں نے پیار سے پکارا۔

"جی....." چہرہ صاف کرتے ہوئے گیلی بھاری آواز ناک سے نکلی تھی۔

"ہم کسی کو بھی تمہاری طلاق کے بارے میں نہیں بتائیں گے۔ ددھیال میں ایک تایا ہی ہیں انہوں نے کسی سے کیا کہنا ہے..... ننھیال تمہارا سارے کا سارا ملکوں، ملکوں بکھرا پڑا ہے، تمہاری شادی پر انہیں دعوت نہیں دیں گے۔ چپ چاپ سادگی سے کر دیں گے۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔" اس کا منہ ذرا سا کھلا ہوا تھا اور وہ اتنی حیران ہو کر ماں کو دیکھتی تھی جیسے سامنے ایک عمر گزار کر دو بچے پال کر زندگی کا تجربہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

سمیٹ کر بیٹھی کوئی عورت نہیں نا پختہ خیالات لیے جیسے کوئی کل کی بچی ہو......

''آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہیں؟'' وہ اب بھی اسے اپنے آئندہ کے پلان کے بارے میں آگاہ کر رہی تھیں کہ ایک دم اس نے چیخ کر انہیں روکا۔

''یہ زندگی ہے امی......کوئی روز، روز کا مذاق تھوڑی ہے، آپ وقتی طور پر چھپالیں گی۔ اور یہ ایسی بات تو ہے نہیں کہ ساری عمر کسی پردے میں ہی رہے گی سامنے تو آئے گی ہی ناں تب......؟''

''تب کی تب دیکھی جائے گی......'' رقیہ کے ہاتھ جھلا کر کہنے پر اس کا منہ اور کھلا......اس کے کندھے ڈھلک گئے۔

''آپ چاہتی ہیں کہ پھر میرے ساتھ وہ ہی سب دُہرایا جائے؟''

''شادی توڑنا اتنا آسان نہیں ہوتا......''

''اچھا......میرا تجربہ نہیں کہتا۔'' وہ انتہا کی تلخ ہوئی۔

''ہر انسان ولید نہیں ہوتا......''

''اس probability پر اتنے بڑے فیصلے نہیں کیے جاسکتے۔''

''اسی لیے کہا تھا بخت سے شادی کرلو......'' وہ ایک دم تپ کر بولیں۔ یکلخت اندر سناٹا اک دھماکے سے پھیلا......اس نے خاموش ہو کر سر جھکایا۔

''آپ تارا کے لیے رشتے دیکھیں...... مجھے رہنے دیں، میں اب منہ اٹھا کر کسی کو بھی اپنی زندگی میں شامل نہیں کرسکتی۔''

''بہر حال آج تو تمہیں ہی دیکھنے آرہے ہیں میں وقت پر تارا کو آگے کرنے سے رہی، آج تو نمٹاؤ ناں پھر دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے......اگر کوئی پسند والی بات ہوئی تو ایسے تو میں تمہیں معاملات خراب کرنے نہیں دوں گی......'' وہ یہ کہہ کر اٹھ کر چلی گئیں اور وہ نا سمجھی بھری حیرانی سے ان کی پشت کو تکتی رہی......اتنی بے تکی بات وہ کیسے کرسکتی تھیں اور نہ صرف کر رہی تھیں بلکہ اس پر اڑی ہوئی بھی تھیں۔

کسی مشکل صورتِ حال میں ہر انسان میں self defence کا میکنزم بڑے مختلف طریقے سے اجاگر ہوتا ہے، ادا کا سیلف ڈیفنس یہ تھا کہ اسے ایسی کسی صورتِ حال میں دوبارہ پھنسنا ہی نہیں تھا......وہ ہر ممکن احتیاط کرے گی اور جبکہ رقیہ کا......وہ جو ان کی بیٹی سے ہو چکا تھا وہ اسے دنیا سے چھپا کر اس کا گھر بسا ہوا دیکھنا چاہتی تھیں۔ وہ کتنی ہی دیر اسی ایک حالت میں وہاں بیٹھی رہی۔ یہ بات بڑی دقت سے سمجھ میں آئی اور جب سمجھ آئی تو اک ٹھنڈی سانس بھر کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر وہ کسی بڑھیا کے مانند اٹھی تھی۔

☆☆☆

''کبھی آپ نے سوچا ہے کہ سبزی کو بھی گوشت کی طرح پکایا جاسکتا ہے؟''

''نہیں......؟ سچ!'' اور اس کے چہرے کے تاثرات ایسے تھے کہ جیسے کہتی ہو کیا بات کرتے ہیں آپ......

''وہ خواتین جو کہ جاب کرتی ہیں......'' ساتھ ہی اسے شلجم کے چار، چار ٹکڑے کرتے ہوئے دیکھا جاسکتا تھا۔

''بعض اوقات تھکی ہاری گھر آتی ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے ان شلجموں کو کٹنگ ٹرے سے ایک باؤل میں منتقل کیا۔

''ایسے وقت میں کھانا بنانا عذاب لگ رہا ہوتا ہے۔'' اس نے اب ایک پیاز لے کر چھیلی اور اس کے بھی چار ٹکڑے کیے۔ ''درد کرتے پیر اس کی اجازت نہیں دیتے کہ......'' اس نے پیاز بھی کاٹ کر اسی باؤل میں شامل کردی کہ جس میں شلجم تھے۔ اس کی ویڈیو continuity editing کے ساتھ تھی۔

''تو باہر سے کچھ ایسا منگوالیا...... جو مضرِ صحت ہے......'' وہ اب ہری مرچیں کاٹ رہی تھی، وہ بھی اس نے باؤل میں شامل کردیں۔

''لیکن......'' وہ خالی برتن کا ڈھکن اٹھاتے ہوئے ذرا سا رکی۔

''کبھی آپ نے سوچا ہے کہ سبزی کو بھی گوشت کی طرح پکایا جاسکتا ہے۔ wait,n watch''

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

یہ وہ مسکرائی۔ اس نے باؤل والی تمام اشیا اب ایک دیگچی میں منتقل کیں۔ ان پر خشک میتھی چھڑکی اور آئل شامل کیا...... حسبِ ذائقہ مسالا جات ڈالے تیز آنچ پر ایک منٹ کے لیے فرائی کیا اور پھر ذرا سا پانی شامل کرتے ہوئے آنچ دھیمی کردی اتنی کہ جتنی دم لگاتے وقت ہوتی ہے۔ ویڈیو اسی طرح continuity editing کے ساتھ چل رہی تھی۔ وہ اب بول نہیں رہی تھی...... کھانا پکنے کی آواز تھی اور اسکرین پر جو وہ کررہی تھی وہ ٹیکسٹ کی شکل میں لکھا آرہا تھا اور پھر ایک اور جملہ سامنے آیا۔

''پندرہ منٹ بعد......''

''یہ جو پندرہ منٹ سبزی کو گلنے میں لگے ہیں ان پندرہ منٹوں کے لیے آپ بیٹھ کر اپنے پیروں کو آرام دے سکتی ہیں۔'' اب وہ سبزی کو میش کرتے ہوئے بھون رہی تھی۔ کیمرے نے بالکل برتن کے اوپر سے ویو لیا تھا۔

''آپ کچھ دیر ریلیکس کرسکتی ہیں......'' اچھی طرح بھوننے کے بعد وہ اب سالن ڈش آؤٹ کررہی تھی۔

''ذائقے کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں...... کبھی گوشت کا ذائقہ بھی عجیب لگا ہے کیا؟ اور چنے بھی تو یوں ہی پکائے جاتے ہیں۔'' ہرا دھنیا سالن پر ڈالتے ہوئے وہ بولی۔

''روٹیاں اگر ہمت ہے تو گھر پر بنائیں...... نہیں تو باہر سے منگوا لیجیے......'' ہتھیلیاں سلیب پر ٹکائے ذرا سے جھکے کندھوں کے ساتھ وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ اس کے عین سامنے ڈش رکھی ہوئی تھی۔ ''ٹرائی کیجیے اور بتائیے کہ یہ شارٹ کٹ طریقہ آپ کے کتنے کام آیا۔''

اسی طرح مسکرا کر کہتے ہوئے وہ پلٹی۔ کیمرے میں چادر سے ڈھکی اس کی پشت دیکھی جاسکتی تھی۔

''اوہ......'' وہ چونک کر رکی...... مڑ کر کیمرے میں دیکھا۔

''یہ تو میں نے بتایا ہی نہیں کہ سبزی دھو کر کاٹی تھی اور پیاز بھی چھیل کر......'' اس کے کندھے ڈھلکے، چہرہ اترا...... کہنی سلیب پر رکھی، ہتھیلی پر چہرہ جمایا اور انگلیاں گال پر ٹیپنگ کرتے ہوئے حرکت کرنے لگی۔ چہرے کے تاثرات ڈھلکے ہوئے تھے۔ ساؤنڈ افیکٹس میں نیل ٹیپنگ کی آواز بہت واضح تھی۔ اس کے ساتھ ہی اسکرین دھندلی پڑی اور اب اسکرین پر اسکرائب کرنے، بیل آئی کن پریس کرنے ایف بی انسٹا پر فالو کرنے کا ٹیکسٹ چل رہا تھا۔ ایک گہری سانس بھر کر اس نے اپ لوڈ ویڈیو کو دیکھا۔ موبائل سائکنٹ پر لگایا۔ اسے آج بہت سے آرڈرز نمٹانے تھے۔ کام بہت تھے اور اس نے گھر والوں کے لیے کھانا اسی شارٹ طریقے سے بنایا تو سوچا اس کی ویڈیو بنا کر یہ ورکنگ لیڈیز کے لیے شیئر کردے۔ فون سائکنٹ پر لگا کر اسے vlogging kit پر سیٹ کیا اور خود آرڈرز کی تیاری میں لگ گئی۔ کوئی دس بیس منٹ گزرے ہوں گے کہ اس کے فون نے بلنک کیا وہ مصروف تھی۔ اس کے بعد اس کا فون وقفے، وقفے سے بلنک کرتا رہا مگر وہ اپنے کام میں مصروف تھی۔ وہ اپنا فوکس ایک جگہ پر رکھنے کے لیے فون کو سائکنٹ پر لگا لیتی تھی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کی ویڈیو پر کمنٹس کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ نوٹیفکیشنز کی سرخ گنتی بڑھتی جارہی تھی۔ 6,7,20,40...... وہ بڑھتی جارہی تھی۔

☆☆☆

اور وقت sand glass کی قطرہ، قطرہ پھسلتی ہوئی ریت تھا۔ وہ دونوں ساتھ، ساتھ بیٹھے تھے۔

''اس بات کا جواب محض ''ہاں'' یا ''نہ'' نہیں ہوسکتا۔''

''کیوں......؟'' اس کے نیل پینٹ اکھاڑنے کی مشق میں وقفہ آیا۔

''ہاں'' کہوں گا تو...... تمہارے دل میں پڑی گرہ کیسے کھولوں گا...... ''نہ'' کہتا ہوں تو تم یقین نہیں کروگی۔ کیوں ایسا نہیں ہے؟'' بخت نے چیلنج کیا۔

''تو تمہارا فائنل جواب کیا ہے بخت عبدالرحمٰن......؟''

عرشیہ نے رک کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"context"

''میں سن رہی ہوں......'' اس نے بازو سیدھے

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

کرتے ہوئے کہنیاں ہار پر رکھیں۔

"میں یہ نہیں جانتا کہ تمہیں کیوں معلوم نہیں حالانکہ انکل احتشام، ادا کی ہسٹری جانتے ہیں..... ادا کا نکاح ولید سے ہوا تھا۔ ولید میرا سوتیلا بھائی اور کزن..... میں نے یہ بریسلیٹ تب اسے دیا تھا۔ اس کے نکاح والے دن..... کیا تم جاننا چاہتی ہو یہ بریسلیٹ دیتے ہوئے میں نے کیا کہا تھا؟"

"کیا.....؟" وہ بہت غور سے بخت کے چہرے کو دیکھتی تھی جیسے اس کے تاثرات کی سلوٹوں میں سے کوئی جھوٹ پکڑ لینا چاہتی ہو۔

"میری دلی دعا ہے کہ یہ رشتہ تمہارے لیے خیر کا باعث ہو مگر تم نے ایک غلط شخص کا انتخاب کیا.....؟"

سر جھکائے ہونٹوں پر افسردہ سی مسکراہٹ لیے دونوں ہاتھ ایک دوسرے میں پھنسائے، کلائیاں ہار کے کنارے پر رکھے..... وہ جیسے کسی لمحے میں قید تھا۔

"تم نے ایک لڑکی کو..... جبکہ اس کا نکاح ہو چکا ہے۔ تب..... یہ کہا.....؟" عرشیہ کا شاکڈ ہونا بنتا تھا اور بخت عبدالرحمٰن نے سر ہلاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اور اس نے مجھے یہ بریسلیٹ دیتے ہوئے۔" عرشیہ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر سر گرایا۔

"تم سے اسی لیے بریسلیٹ واپس لیا تھا تاکہ میں۔"

"بس بخت عبدالرحمٰن..... مزید کسی سوال جواب کی ضرورت نہیں..... میں سمجھ سکتی ہوں....."

"کیا.....؟" اس نے عجیب سرد سے انداز میں عرشیہ کا چہرہ دیکھا جیسے اسے کسی بھی ردعمل سے فرق نہیں پڑتا..... جیسے وہ سب ٹھیک کرسکتا ہے۔

"ادا نے وہ بریسلیٹ مجھے لوٹا کر تمہیں دکھایا ہے کہ گفٹ کیسے دیا جاتا ہے اور ایسے کسی موقع پر کیا دعا دی جاتی ہے اور تم نے یہ گفٹ اسے واپس کر کے سمجھایا ہے کہ اس طرح کسی دوسرے کا گفٹ کسی تیسرے کو نہیں دیتے۔" اس نے آنکھیں زور سے بند کرتے ہوئے یوں سانس لی جیسے کوئی زخم مندمل ہوا ہو۔ ایسے جیسے کسی شفا والے ہاتھ نے اس کے دل کو چھوا ہو۔

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ

عیدالضحیٰ کے تمکین لمحات

جولائی 2023ء کے شمارے کی سوغات

اولین صفحات

محبت باعث راحت ہے باعث آزار نہیں..... جرم و سزا کے گرد گھومتی عداوت و محبت کی دلچسپ داستان **ایچ اقبال** کے قلم سے

شعلہ زن

بے بسی کے اندھیروں میں ڈوبتی لڑکی کی دردناک داستان حیات..... **روبینہ رشید** کے قلم کی جادوگری

دبر

دنیا مجبور کرتی ہے کہ ان پر قہر بن کر ٹوٹ پڑو..... ایک ایسے ہی نوجوان کی کوچہ گردی..... زندگی اس کے لیے خالی کشکول کے مانند تھی..... **حسام بٹ** کے قلم سے نئی سلسلے وار کہانی۔

سرورق کے رنگ

پہلا رنگ

کالے اور گوری چمڑی کے درمیان نفرت کی دیوار اب بھی کھڑی ہے۔ دو رنگ دار طاقت ور حریفوں کا فیصلہ کن مقابلہ

دوسرا رنگ

دولت و طاقت کا نشہ انسانیت سے دور کر کے سفاکیت کے قریب کر دیتا ہے۔ سیاست کے بازار میں تنہا کھڑی عورت کا ماجرا.....

چٹی نکتہ چینی

آپ کے تبصرے..... مشورے..... محبتیں..... شکایتیں..... اور نئی نئی دلچسپ باتیں..... کتھائیں

"ایم سوری..... یہ واقعی ایک فیملی بزنس تھا۔"
اس کے لب گھر سے نکلنے کے بعد پہلی دفعہ مسکرائے۔
"تمہیں کسی نے کال کی تھی؟"
"ہاں....."
"نمبر دکھاؤ....."
"اس نمبر سے یہ تصویر آئی تھی....." عرشیہ نے سیل فون کھول کر تصویر اسے دکھائی۔
"اوہ..... صرف کال پر ہی اکتفا نہیں کیا موصوف نے..... ثبوت کے ساتھ تشریف لائے ہیں جناب....." اس کے لہجے میں اس قدر تلخی تھی کہ عرشیہ نے حیرت سے اسے دیکھا..... بخت عبدالرحمٰن جیسا شخص بھی دنیا میں کسی کے لیے زہر بھرا لہجہ رکھ سکتا تھا۔
اس نے وہ نمبر عرشیہ کے فون سے بلاک کیا اور پھر اسے فون واپس کیا۔
"آئندہ کبھی بھی..... ایسی کوئی بات ہو تو سب سے پہلے میرا گریبان پکڑنا..... مجھ سے سوال کرنا عرشیہ احتشام الدین ..... اپنے اور میرے درمیان کیوں کسی اور کو انوالو کرتی ہو؟" دو ابروؤں کے درمیان بل لیے وہ یوں بات کر رہا تھا جیسے عرشیہ نے کوئی بہت ہی بے تکی حرکت کی ہو اور اس حرکت کی توقع اس سے نہ کی جا سکتی ہو۔
"اب آئی تھی شامت....." وہ گلا کھنکھار کر سیدھی روی سے سیدھی ہوئی۔
"بریسلیٹ میں نے تم سے لے کر اسے واپس کیا تھا..... تم ادا کو کیا باور کرا رہی تھیں.....؟" اور ایک دفعہ پھر سے وہ نیل پینٹ اکھاڑنے کی مشق میں مصروف ہو گئی لیکن اب انداز میں ڈھٹائی تھی۔
"تم کوئی کم تعلیم یافتہ..... کسی پسماندہ علاقے میں بیٹھی ہوئی لڑکی ہو نہ میں کہیں کا کوئی ان پڑھ جاہل گنوار ہوں..... ہم دو پڑھے لکھے میچور لوگ ہیں..... کیا ہمارا طرز عمل پریکٹیکل نہیں ہونا چاہیے؟ یا تمہیں لگتا ہے کہ ہم میں اتنی صلاحیت ہی نہیں کہ اپنے مسئلے حل کر سکیں....."
"بخت میں....."

"آپ لوگوں نے کچھ آرڈر کرنا ہے سر؟" ویٹر کے پوچھنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ محض وقت گزاری کے لیے آئے تھے۔ عرشیہ نے محظوظ ہوتے تاثرات سے بخت کو دیکھا اور بخت نے ایک تیز نظر ویٹر پر ڈال کر اس سے مینیو کارڈ پکڑا تھا۔
اور جب وہ عرشیہ کو گھر ڈراپ کر رہا تھا اور جب وہ خدا حافظ کہہ کر اپنے گھر کے دروازے سے اندر داخل ہوئی تو بخت عبدالرحمٰن نے سوچا۔
"تم نے ایک بات بھی جھوٹ نہیں کہی مگر "سچ" پھر بھی سامنے نہ آسکا..... ثابت ہوا کہ تم حقائق کو manuiplate کرنے کے ماہر ہو بخت عبدالرحمٰن..... تم اچھے بزنس مین ہو۔" اور ادھر عرشیہ کہ جس کی پشت پر موجود بند دروازے کے پار بخت عبدالرحمٰن نے ابھی، ابھی اسے گھرا تارا تھا۔ تو عرشیہ احتشام الدین نے سوچا۔
"اچھا ہوا میں نے بات کو وہاں تک پہنچنے ہی نہیں دیا کہ جہاں کسی اعتراف کی "بو" میرا دم نکال کر رکھ دیتی۔"
اور میں..... جو کہ یہ داستان لکھ رہی ہوں..... میں آپ کو بتاؤں کہ "رشتے" ایسے ہی قائم رہتے ہیں جب کوئی دو انسان کوئی "رشتہ" توڑنا نہ چاہتے ہوں تو پھر وہ اس "تعلق" کو اس مقام تک لے کر ہی نہیں آتے کہ جہاں پر اسے ختم کرنا ہی آخری حل ہو..... اور یہ سمجھوتے کی سب سے بڑی خوب صورتی ہے، سمجھوتا کہ جس کی پہلی سیڑھی ہی برداشت ہے۔

☆☆☆

آرڈر مکمل ہو چکے تھے۔ ان کی ڈیلیوری کا کام تارا کے سپرد کرتے ہوئے وہ خود نہانے چلی گئی تھی۔ آج شام تک امی کے بتائے ہوئے لوگوں کی آمد متوقع تھی۔ اور اسے آرڈرز نمٹاتے ہوئے ساڑھے چار بج چکے تھے۔ وہ جب نہا کر نکلی تو تارا اسے ان لوگوں کی آمد کا پیغام دینے اس کے کمرے میں موجود تھی۔
"آرڈرز ڈیلیور ہو گئے؟" اس کی شکل دیکھتے ہی ادا نے پوچھا تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

''آپ کو آرڈرز کی پڑی ہے..... اِدھر وہ لوگ آچکے ہیں.....''

''تو.....؟''

''تو جلدی کریں ناں.....'' تارا جھنجلائی۔

''ایسی بھی کیا آفت آگئی ہے..... سعدیہ سے کہو..... کولڈ ڈرنک سرو کرے..... میں آرہی ہوں.....''

''اچھا.....! امی کہہ رہی تھیں جلدی کیجیے گا.....''

اور وہ اپنے گھنگرالے بالوں میں الجھی رہی۔

''سنا ہے؟''

''سن لیا ہے تارا.....'' وہ ناک تک بیزار تھی۔ ان بالوں کا سلجھانا دنیا کے مشکل ترین کاموں میں سے ایک تھا۔ سلجھانے اور بلو ڈرائی کرنے میں اچھا خاصا وقت لگ جاتا تھا۔ اس نے کنگھی کیے بنا ہی بلو ڈرائی کیا۔ صرف اگلے حصے کے بالوں کو کنگھی کی پھر انہیں جوڑے میں باندھ لیا۔ وہ اس قدر تھکی ہوئی تھی کہ دل چاہ رہا تھا کہ پاؤں پسار کر سو جائے پر..... ایک گہری سانس بھر کر اس نے شیشے میں خود کو دیکھا..... ''بس ٹھیک ہے۔'' جھنجلاہٹ بھرے انداز میں کہتے ہوئے اس نے دوپٹا اٹھا کر سر پر جمایا اور کچن کی طرف چل دی۔

ابھی جب وہ سعدیہ کو چائے کے ساتھ رکھنے والے لوازمات اور برتنوں کا بتا رہی تھی کہ کون سے برتن نکالنے ہیں اور کس برتن میں کیا پیش کرنا ہے..... تو تب امی اسے بلانے آئی تھیں۔ اِک لمحے کے لیے جیسے سب ساکت ہوا تھا۔

ایسے کسی ''لمحے'' کے بارے میں اس نے اب تک نہیں سوچا تھا۔ اس کے سارے خیال، گمان اور سوچیں اپنے کام کے متعلق گھومتی رہتی تھیں۔ وہ اپنے کام میں اس قدر مصروف اور منہمک ہو چکی تھی کہ اب اس ''حقیقت'' کا سامنا سراب لگ رہا تھا۔ اس لمحے نے بھی آنا تھا کیا؟

''ادا.....!'' رقیہ نے اسے یوں بت بنا دیکھ کر پکارا۔ تارا بھی غمزدہ سے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی اور سعدیہ (ملازمہ) بھی ہاتھ روکے اسی کو تکتی تھی۔

وہ چونک کر ماں کی طرف متوجہ ہوئی۔ ابھی تو سب نارمل تھا تو اب..... یکا یک اس نے اپنے دائیں بازو کو بائیں بازو سے تھام کر اسے لرزنے سے روکا تھا۔ یوں کہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ آخر اس پر کیا بیت رہی تھی۔

''آپ چلیے میں آرہی ہوں.....'' گلا کھنکھار کر کہتے ہوئے اس نے مڑ کر اپنے دائیں ہاتھ کو ذرا سا فضا میں اٹھا کر دیکھا..... وہ لرزش اس سے کنٹرول نہیں ہو پا رہی تھی۔ وہ چند لمحے تیز ہوتی سانس اور خشک پڑتے ہونٹوں کے ساتھ اسے دیکھتی رہی..... پھر مڑی..... مڑ کر ان دونوں کو دیکھا جو کہ منہ اٹھائے اسے تکتی تھیں۔

''ابھی تک ٹرالی تیار نہیں کی..... جلدی کرو سعدیہ..... جلدی سے چائے لے کر جاؤ..... اور تم تارا..... تم جاؤ اپنے کمرے میں.....''

''باجی چائے آپ نہیں لے کر جائیں گی؟'' سعدیہ نے ذرا سا تذبذب سے پوچھا۔

''نہیں.....'' کہتے ہوئے اس نے مڑ کر ڈسپنسر سے پانی کا گلاس بھرا..... اسے ایک سانس میں ختم کیا۔ کیا یہ کوئی پینک اٹیک تھا یا PTSD (post traumatic stress disorder) اس کا دل ابھی تک دھڑ، دھڑ کر رہا تھا۔ تارا اور سعدیہ دونوں جا چکی تھیں۔ اور وہ خود کو سنبھالنے کی بہترین کوشش میں تھی۔

☆☆☆

''السلام علیکم.....!'' فون اٹھاتے ہی اس کا خوشگوار لہجہ سماعتوں کو سننے کو ملا تھا۔

''وعلیکم السلام..... کیسی ہو؟'' اور عرشیہ کی سماعت نے اس کا مصروف سا انداز سنا تھا۔

''بزی ہو.....؟''

''تم کہو.....''

''مجھے ابھی تک یہ سمجھ نہیں آرہی کہ ولید نے میرا نمبر کہاں سے لیا؟''

''آں ہاں..... یہ تو واقعی میں سوچنے والی بات ہے، تمہارے ردِعمل نے کسی اور طرف دیکھنے ہی نہیں دیا۔''

''اچھا..... اب اور کتنا بے عزت کرنا ہے، پہلے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

یہ فیصلہ کر لیتے ہیں....." وہ ایک دم تنک کر بولی۔
بخت ہنس دیا۔
"انکل تو اسے نمبر نہیں دے سکتے۔ وہ جانتے ہیں اسے.....اور نہ ہی وہ انکل سے نمبر لینے کی جرأت کر سکتا ہے۔"
"پھر.....؟"
"لینڈ لائن کی سی ایل آئی چیک کرو.....اور دیکھو کہ اس کے نمبر سے کہیں کوئی کال تو نہیں آئی ہوئی....."
"یہ میں نے کیوں نہیں سوچا.....؟" وہ یوں بولی جیسے یہ تو سامنے کی بات تھی۔
"سوچ کے لیے دماغ چاہیے ہوتا ہے ناں....." اور وہ یوں بولا جیسے بڑے دور کی کوڑی لایا ہو.....
"اور دماغ تو سارا بخت عبدالرحمٰن کے پاس ہے ناں....." عرشیہ نے تاک کر طنز مارا۔
وہ ذرا سی دیر کو چپ ہوا۔
"ہاں! دماغ ہی تو ہے میرے پاس.....میری ماں نے مجھے اسے ہی تو استعمال کرنا سکھایا ہے، ماں نے کبھی خود "دل" کی مانی نہ سنی.....تو بخت عبدالرحمٰن کیسے دماغ کو دل کی آنکھیں لگا دے۔"
اور پھر دونوں طرف خاموشی چھا گئی، بخت کو تو یاد تھا کہ ماں نے کیا سکھایا.....کیا پڑھایا۔ عرشیہ کو تو یہ بھی یاد نہ تھا.....سال بھر کی تھی جب ماں فوت ہوئیں۔
"بخت تمہارے پاس تو ماں کو یاد کرنے کے لیے بہت کچھ ہے اور میرے پاس تو چند تصاویر کے علاوہ کچھ نہیں....." وہ افسردہ ہوئی۔
"اچھا مجھے ابھی نکلنا ہے.....تم دیکھو کہ اگر کال آئی ہے تو تمہارے اور انکل کے علاوہ کس تیسرے نے وہ اٹھائی ہے....." اس نے وہ ہی کہا کہ جس کا وہ ماہر تھا اس نے بات بدلی۔
"وہ تیسرا رشیدہ ہے.....میں جانتی ہوں۔" دانت پیستے ہوئے وہ بولی تھی۔ "خدا حافظ....." اور جلدی میں فون رکھ کر وہ دہاڑی۔
"رشیدہ....." CII تو وہ اب بعد میں چیک کرے گی پہلے اس کو تو چیک کر لے.....

☆☆☆

رات کے آٹھ بج رہے تھے وہ رشیدہ کی اتنی بے عزتی کر چکی تھی کہ وہ روتی رہی۔ یہ سبق ضروری تھا۔ وہ اور رشیدہ لاؤنج میں چائے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ڈراما دیکھنے کے ساتھ بالوں کے رنگ سے لے کر کپڑوں تک کو زیر بحث لائے ہوئے تھیں۔ اب اس سے خفا ہی تو نہیں رہا تھا۔
بابا کچھ دنوں سے خود کو بہت ست محسوس کر رہے تھے انہیں چلنے پھرنے میں بھی وحشت کا سامنا تھا۔ سو وہ آرام کی غرض سے اپنے بیڈ روم میں تھے۔
"ہا.....ر.....شہ....." ایسے ہی ہنستے ہوئے رشیدہ کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے اس کے کانوں نے یہ آواز مس کر دی۔
"ہا.....رر....." انہوں نے پھر آواز دینا چاہی مگر ان کی سانس جیسے سینے سے نکلی جا رہی تھی۔ کمرشل بریک آنے پر رشیدہ چائے کے خالی مگ اٹھا کر کچن میں رکھنے گئی تھی اور جب وہ مگ رکھ کر واپس آ رہی تھی تو.....
"ع.....ر.....رش....." حلق میں پھنستی ہوئی آواز.....اس نے ایک دم حواس باختہ ہو کر کمرے کی طرف دوڑ لگائی.....اک جھٹکے سے دروازہ کھولا.....اور اس کی چیخ نے پورے گھر کو ہلا دیا۔ عرشیہ دہل کر آواز کی سمت بھاگی اور جب اس نے اگلا منظر دیکھا تو اس گھر کے در و دیوار نے دوسری چیخ سنی تھی۔

☆☆☆

اگر یہ پینک اٹیک تھا تو اب ختم ہو چکا تھا۔ PTSD تھا تو اس کی شدت قابل برداشت تھی۔ اس نے کب سوچا تھا کہ اس کا دماغ جسم ایسی...کسی صورت حال پر یوں... ردِعمل ظاہر کرے گا اور سوچتا تو کوئی بھی نہیں زندگی کے وہ واقعات جو کسی بھی طرح سے اس کے لیے abuse کا باعث بنیں۔ ان واقعات سے جڑی کوئی بھی بات panic attack کا باعث بن سکتی ہے۔ اس نے ایک گہری سانس بھر کر خود کو پُرسکون کرنا چاہا.....سامنے سے سعدیہ آتی ہوئی دکھائی دی۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

''رقیہ باجی بلا رہی ہیں.....''

''جا رہی ہوں.....'' دوپٹا برابر کرتے ہوئے وہ ڈرائنگ روم کے دروازے تک آئی۔ ہلکی سی دستک دے کر کے وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

''السلام علیکم.....'' حاضرین کو سلام کرتے ہوئے وہ ایک سنگل صوفے پر دائیں کلائی کو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر بیٹھ گئی۔ نظریں جھکی ہوئی..... اندر کہیں خوف دوڑ رہا تھا۔ اگر پھر وہ ہی ہوا تو.....

''آپ کی امی بتا رہی تھیں کہ یہ سب آپ نے خود بنایا ہے۔'' اس کے کانوں نے آنے والی خواتین میں سے کسی ایک کی آواز سنی..... وہ کون تھی سر اٹھانے پر بھی دماغ گرفت نہ کر پایا..... اس نے ہلکا سا مسکرا کر سر گرا لیا۔

''رقیہ بہن میں سیدھی بات کروں گی..... بچی ہمیں پسند آئی ہے۔ ہم خاندانی لوگ ہیں..... یہ ویڈیوز بنانا..... آرڈرز وغیرہ ہمارے خاندان میں پسند نہیں کیا جاتا..... کہنے کا مقصد یہ ہے کہ شادی کے بعد بیٹی کو یہ سب چھوڑنا پڑے گا۔'' ان کا لہجہ مہذب ہونے کے باوجود ذرا تلخی لیے ہوئے تھا۔ اس کی ناک میں سے مرچ جیسی تیز لہر اوپر کو چڑھی تھی۔ اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر پہلے خاتون کو دیکھا اور پھر ابو کو..... وہ کھنچی ہوئی سانس اور فق رنگت کے ساتھ انہیں تکتی تھی۔

ابو نے ایک نظر اسے دیکھا۔

''آپ خاندانی ہیں تو ہمارے خاندانی ہونے میں کون سا بٹا لگا دیکھ لیا آپ نے؟'' ابو اس کا جواب جان چکے تھے..... بڑے ہی سبھاؤ سے انہوں نے سوال کیا۔

''یہ ہی کہ آپ کی بیٹی کا کام نائیوں والا ہے۔ یہ اگر چھوڑ دے تو ہمیں اور کوئی اعتراض نہیں ہے.....''

ابو نے بات سن کر سر ہلایا۔ اپنی جگہ سے اٹھے..... ادا کے پاس ٹھہرے وہ منہ اٹھا کر انہیں دیکھ رہی تھی۔

''چلو ادا.....'' اتنا کہہ کر اس کا ہاتھ تھام کر باہر چلے گئے۔

جواب سب کو معلوم ہو گیا تھا..... باہر نکلتے ہی وہ ایک دم ابو کے گلے لگی..... اور ان کا منہ چومتے ہوئے بھرائی آواز میں بولی۔

''میں تو شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتی.....''

''تمہارے ساتھ..... اب تمہاری مرضی کے بنا کوئی کچھ نہیں کرے گا ادا! تمہاری ماں کو میں سنبھال لوں گا.....'' وہ اس کے ترگال صاف کرتے ہوئے بولے تھے۔

☆☆☆

گھر کے داخلی دروازے سے اندر آؤ تو لابی سے گزر کر سامنے لاؤنج تھا۔

لاؤنج اور لابی کے کنارے کھڑے ہو کر لاؤنج کو دیکھو تو لاؤنج سفید verona ٹائلز سے مزین نظر آتا ہے..... دیواروں پر موجود سفید پینٹ میٹ فنش کے ساتھ تھا۔ اس کے عین سامنے ایک ونڈو وال تھی جس پر لگے ہلکے براؤن رنگ کے پردے اس وقت اطراف میں کھنچے ہوئے تھے جس کی وجہ سے جاتی دھوپ کھڑکی سے چھن، چھن کر اندر آ رہی تھی۔ شفاف شیشے سے باہر لان کا نظر آتا سبزہ بے حد بھلا دکھ رہا تھا جیسے آنکھوں کو تراوٹ سی پہنچ رہی ہو..... ونڈو وال سے ذرا فاصلے پر ہلکے براؤن رنگ کا ایل شیپ صوفہ سیٹ رکھا ہوا تھا۔ جس کے عین آگے ایک چوکور لکڑی کی میز تھی۔ پورے لاؤنج پر نظر دوڑا کر ٹھیک طرح سے معلوم ہوتا تھا کہ گھر کسی ماہر تعمیرات کے ہاتھوں تعمیر ہوا ہے..... اور اگر اس ماہر تعمیرات کو دیکھنا چاہو تو وہ اس وقت L shape صوفے کی کارنر سیٹ میں گھسا ٹانگیں سیدھی کیے ذرا سا سر جھکائے لیپ ٹاپ پر مصروف کام کرتا ہوا نظر آئے گا..... اس کی بغل میں میڈیا یونٹ موجود تھا۔

ایل ای ڈی آن تھی مگر آواز بہت دھیمی تھی..... ذرا فاصلے سے اسے کوئی خاتون اِدھر اُدھر حرکت کرتی نظر آ رہی تھی۔ کوئی پروگرام تھا شاید وہ ذرا آگے آیا تو معلوم ہوا وہ کوئی کوکنگ کا پروگرام تھا یوٹیوب کی ویڈیو

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

چل رہی تھی..... تھوڑا حیران ہو کر آنے والے نے حسن کو دیکھا۔

"یہ حسن بھائی اینٹ، سیمنٹ سے نمک، مرچ پر کب منتقل ہوئے۔" آنے والے کو ایک سوچ آ گئی۔

"السلام علیکم حسن بھائی.....!" حسن نے چونک کر سر اٹھایا..... وہ بنا خبر دیے اندر آیا تھا۔

"ارے واثق..... وعلیکم السلام....." پُرجوش انداز میں سلام کا جواب دے کر اس نے لیپ ٹاپ ایک طرف رکھا اور اس سے بغلگیر ہوا تھا۔

"یہاں کا رستہ یاد تھا تمہیں؟" ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے پر ساتھ بٹھاتے ہوئے وہ بولا..... واثق ہنس دیا۔

"رشتے داری ایسی ہے ناں حسن بھائی..... زیادہ آیا ناں تو خالہ نے جوتا دکھا دینا ہے۔"

"یار اب خالہ میں اتنی... رواداری تو ہے کہ ہونے والے داماد کو کم از کم جوتا نہ دکھائیں....." اور ان دونوں کا مشترکہ قہقہہ لاؤنج میں گونجا تھا۔ حفصہ کو اس کی خالہ نے کالج جوائن کرتے ہی مانگ لیا تھا کہ کہیں لڑکی اِدھر اُدھر نہ ہو جائے..... حفصہ کی کوکنگ میں دلچسپی کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ ان دونوں کی بے تکلفی میں حالیہ رشتے داری کے باوجود فرق نہیں آیا تھا۔ ہنستے ہوئے واثق کی نظر LED پر پڑی۔

"یہ کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟" ہاتھ بڑھا کر میز پر سے ریموٹ اٹھاتے ہوئے اس نے آواز اونچی کی۔

"یہ عمارتیں اب کیا مرچ، مسالے سے تعمیر کی جاتی ہیں.....؟" ماتھے پر دو بل لیے..... انداز بڑا... پُرسوچ تھا۔

"امی کا شوق ہے....." حسن ہنس دیا۔

واثق نے سر ہلا دیا..... اس کی ساری توجہ خاتون کے ایک جملے نے کھینچ لی تھی۔

"پانی بچائیے جتنا بھی، جس طرح سے بھی ہو سکے۔" ویڈیو کا اینڈ ہو رہا تھا..... واثق کو اچنبھا ہوا کھانے پکانے کے پروگرام میں یہ کیسا سبق تھا۔ اس نے ویڈیو کو روائنڈ کیا۔

"امی کو بلاتا ہوں....." حسن کہہ کر اٹھ گیا اور ویڈیو شروع سے چلنے لگی۔

"کیا آپ جانتے ہیں..... اوسطاً ایک خاندان ایک ہفتے میں 180 گیلنز پانی روزمرہ کے کاموں میں بہا دیتا ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے لونگ، زیرہ اور پسا ہوا خشک دھنیا، گرم آئل میں ڈالا۔ ذرا سا فرائی کرنے کے بعد اس نے پیاز اور لہسن کے چند جوئے آئل میں ڈالے پھر آواز آئی۔

"اور کچن میں ایک عام فرد تقریباً سات گیلن پانی یومیہ کے حساب سے بہا دیتا ہے۔"

وہ اب چمچ چلاتے ہوئے اور ساتھ، ساتھ بولتے ہوئے کبھی سامنے کیمرے میں دیکھ رہی تھی اور کبھی برتن کی طرف.....

"تو آج کی ویڈیو یہ بتانے کے لیے ہے کہ کچن میں پانی کے زیاں سے کس طرح سے بچا جا سکتا ہے۔ ورنہ ماش کی دال کون نہیں بنانا جانتا....." اس نے کندھے اچکائے اور اس کے ساتھ ہی اس نے سنہری ہوتی پیاز میں پانی ڈالا..... شوں کی تیز آواز کے ساتھ دھواں اٹھتا دکھائی دیا۔

"لڑکے شادی ابھی بڑی دور ہے تم تو ابھی سے کوکنگ ویڈیوز دیکھنے لگ گئے۔" حسن نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ واثق نے ویڈیو یہیں pause کی اور مسکرا کر حسن کو دیکھا۔

"امی نماز پڑھ رہی ہیں..... بہ آواز بلند اطلاع دے آیا ہوں....." اسی اثنا میں حفصہ سلام کرتے ہوئے اس کے سامنے جوس کا گلاس رکھ گئی تھی۔ چھٹی کا دن تھا۔ اس کا ناشتا دیر سے ہی ہوتا تھا۔ ابھی ڈیڑھ بج رہا تھا اور وہ تھوڑی دیر پہلے ہی سو کر اٹھا تھا..... ذاکرہ اور حفصہ تو پھر بھی جلدی اٹھ جاتی تھیں مگر حسن کو جب تک وہ خود نہ اٹھے کوئی نہیں اٹھاتا تھا۔ باپ کے جانے کے بعد گھر کی ساری ذمے داری اس پر آنے سے ذاکرہ اس کے معاملے میں بہت حساس ہو چکی تھیں۔

"تمہارے لیے بھی ناشتے کا کہہ آیا ہوں.....

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

شکل سے تو یہ ہی لگ رہا ہے کہ منہ دھوتے ہی ادھر کو نکل آئے ہو....."

"جب چھٹی ہو اور آنا بھی خالہ کے گھر ہو..... پتا بھی ہو کہ خالہ نے اسپیشل ناشتا حسن صاحب کے لیے تیار کیا ہوگا..... تو کون کافر پیٹ بھر کر آئے گا....." وہ گھونٹ، گھونٹ جوس پیتے ہوئے شرارت سے بولا۔

"ویسے خالہ کا نام تم نے رواداری میں ہی لے لیا....." ایک دفعہ پھر ان دونوں کا قہقہہ لگا وُنج میں گونجا تھا اور اندر کچن میں کام کرتی حفصہ کے ہونٹ خود بخود مسکرا اٹھے..... ایویں ہی میں.....

"تم یہ ویڈیو انجوائے کرو..... تھوڑا سا کام رہ گیا ہے، میں وہ مکمل کرلوں تو پھر فراغت ہی فراغت..... اتنے میں ناشتا بھی تیار ہو جائے گا۔" حسن نے کہتے ہوئے لیپ ٹاپ اٹھایا اور واثق نے ریموٹ اٹھا کر ویڈیو پھر پلے کی۔

"آپ جانتے ہیں کہ چھلکوں والی ماش کی دال ایک خاص طریقے سے دھوئی جاتی ہے۔"

وہ اب ٹماٹر اور ہری مرچیں کاٹ رہی تھی۔ کاٹ کر اس نے اجزا کٹنگ بورڈ سے ہانڈی میں منتقل کیے..... نمک، مرچ اور ہلدی ڈالی کہ جن کی مقدار اسکرین پر ظاہر ہو رہی تھی۔ اور اس کے بعد آدھا کپ پانی ڈال کر اس نے مسالا گلنے کے لیے برتن کو ڈھکن سے ڈھک دیا۔

"تو آج ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ ماش کی دال پکائی کیسے جاتی ہے۔ ہم یہ دیکھیں گے کہ ماش کی دال دھوتے وقت پانی کیسے بچایا جاتا ہے۔"

اس نے بھگوئی ہوئی ماش کی دال کا باؤل اٹھایا..... ایک خالی باؤل لیا..... اس کے اوپر ایک چھلنی رکھی۔

کیمرا اب سنک کو فوکس کر رہا تھا۔

"جیسا کہ آپ جانتے ہیں پاکستان کو آئندہ سالوں میں خشک سالی کا سامنا ہے۔" اب اس نے دال والا باؤل ذرا سا ٹیڑھا کرتے ہوئے پانی ایسے نکالا کہ چھلکے سارے چھلنی میں رہ گئے اور پانی نیچے موجود خالی برتن میں جمع ہو گیا۔

"ایسی صورتِ حال میں کیا ہر ایک فرد پر لازم نہیں کہ جہاں تک ہو سکے وہ پانی کا زیاں نہ کرے؟"

وہ اب وہ ہی پانی جو نیچے باؤل میں جمع تھا۔ دال والے باؤل میں واپس لا رہی تھی اور پھر سے چھلکے اتارنے کے لیے وہ ہی عمل دُہرایا۔

"بہت سے چھوٹے، چھوٹے اقدام ہیں جن پر عمل کرنے سے پانی بچایا جا سکتا ہے یا اسے کسی اور کام میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔" اس نے یہی عمل تین بار دُہرایا۔

اس نے چھلنی میں جمع شدہ چھلکے کچرا دان میں پھینکے اور پھر وہ پانی گرا کر تازہ پانی مناسب مقدار میں لیا کیونکہ وہ پانی اب گدلا ہو چکا تھا۔

اور اب وہ دال کو پانی بھرے باؤل سے نتھار کر چھلنی پر رکھ رہی تھی۔ دال میں سے پانی رس کر نیچے خالی برتن میں جمع ہو رہا تھا۔ جب دال تھوڑی سی رہ گئی تو اس نے سارا پانی چھلنی پر گرا دیا اور تہ میں رہ جانے والے کنکر اور ریت کے ذرات کو بہا دیا۔ یہ ہی عمل دو تین بار دُہرانے سے دال میں موجود کنکر اور ریت صاف ہو چکی تھی..... بیک گراؤنڈ میں ہلکا سا میوزک چل رہا تھا۔

"دیکھا آپ نے..... میں نے صرف دو دفعہ پانی لیا اور دال صاف کرلی..... ہماری گھریلو خاتون اسی عمل کے لیے ہر بار نیا پانی لیتی ہیں اور پانی کو سنک میں بہا دیتی ہیں۔ جبکہ یہ پانی کسی اور برتن میں جمع کرلیں اچھا ہے ورنہ ایک کثیر تعداد میں پانی ضائع ہو جاتا۔ اور اس کو فرش دھونے یا گملوں میں ڈالنے کے کام میں لائیں۔" اس نے ڈھکن اٹھا کر مسالا بھونا پھر دال شامل کی..... اور ایک کپ پانی شامل کر کے کالی مرچ چھڑک دی۔

"آپ ساگ کو بھی اس طرح سے دھو سکتے ہیں۔" اس کے سامنے دھیمی آنچ پر پکتی دال تھی۔ اور وہ سلیب پر ہتھیلیاں جمائے کندھے ذرا سے جھکائے اپنے مخصوص انداز میں بول رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دال جب پک گئی اور اس نے ڈش آؤٹ کی۔ گرم

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

مسالا آئی ہوئی ادرک اور ہرا دھنیا چھڑکا.....

"لیجیے پانی کا زیاں کیے بنا پکی ہوئی دال حاضر ہے۔" وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

واثق نے وہیں ویڈیو روک دی۔ وہ اتنے انہماک سے ویڈیو دیکھ رہا تھا جیسے ابھی کا کھانا اسی نے بنانا تھا۔ اس دوران حسن دو، تین بار اسے دیکھ کر مسکرا چکا تھا۔

"بریلینٹ....." ویڈیو بند کرنے کے بعد وہ اِک دم جوش سے بولا تھا۔

"یہ انتہائی ذہین خاتون ہیں....." اس نے سر دھنتے ہوئے سیل فون نکال کر گوگل پر کچھ ٹائپ کرنا شروع کر دیا۔

"مل چکا ہوں میں ان انتہائی ذہین خاتون سے....." مسکرا کر کہتے ہوئے حسن نے پہلے اسکرین کو پھر واثق کو دیکھا۔

"سیریسلی.....؟"

"تم کیوں اتنے پُرجوش ہو رہے ہو؟" لیپ ٹاپ آف کرتے ہوئے اس نے میز پر رکھا۔

"ہماری فرم نے ایک پراجیکٹ لانچ کیا ہے۔ water conservation کا..... جو مختلف ڈویلپمنٹ آرگنائزیشنز، این جی اوز اور یونیورسٹیز کے تعاون سے اپنے پراجیکٹس پر کام کرتی ہے۔ ہم آج کل اسی موضوع پر یعنی پانی کے زیاں سے بچاؤ پر آگاہی ہم چلا رہے ہیں..... (واثق قائداعظم یونیورسٹی کے..... انوائرمینٹل سائنز کے شعبے سے تھا) میں آپ کے پاس آج اسی ایک کام کے لیے آیا تھا کہ تعمیراتی کام میں بھی بہت پانی کا استعمال اور پھر زیاں بھی ہے....." وہ بول رہا تھا مگر اس کے ہاتھ بہت تیزی سے گوگل، FB اور انسٹا پر ادا عبدالمالک کو کھوج رہے تھے۔

"اور دیکھیے ان خاتون نے ہمارا کام آسان کر دیا..... فالورز ایک ملین کو ٹچ کرنے والے ہیں....." وہ موبائل حسن کے سامنے لہراتے ہوئے بولا۔

"اپروچ کیسے کرو گے؟"

"یہ بھی کوئی مشکل کام ہے آج کے زمانے میں۔"

"حفصہ نے نمبر مانگا تھا۔ مگر خاتون نے نہیں دیا تھا۔"

اتنے میں ذاکرہ خاتون ادھر آ گئیں۔ ملنے کے بعد انہوں نے ناشتا لگ جانے کی اطلاع دی۔

"آ رہے ہیں خالہ بس دو منٹ....." واثق نے ہاتھ کی انگلیوں سے دو کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جلدی آنا..... دو بج رہے ہیں..... یہ بھی کوئی ناشتے کا ٹائم ہے....." بڑبڑا کر کہتے ہوئے وہ چلی گئیں۔

"کہاں ملے تھے آپ.....؟"

"حفصہ کے کالج میں کوئنگ کمپیٹیشن جج کرنے آئی تھیں..... آٹوگراف بھی لیا تھا..... امی کے لیے۔"

"امی کے لیے....." واثق کے گھورنے پر حسن نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"یہاں پر تو واٹس ایپ نمبر دیا ہوا ہے..... ہاں مگر یہ چند آورز کے لیے آن ہوتا ہے....." اس کی نظر تفصیلات پر پڑی تھی۔

"ہم ان کو اپنی آگاہی مہم کا فیس بنائیں گے جیسے برینڈ فیس ہوتا ہے بس ویسے ہی....." واثق جوش سے بولتے ہوئے اسی واٹس ایپ نمبر پر پیغام چھوڑ رہا تھا۔

"جب آن ہوگا..... وہ پڑھیں گی ضرور....." ساتھ ہی اس نے انسٹا اور ایف بی پر پیغام بھی بھیجے تھے۔

"اٹھ جاؤ ورنہ تمہاری خالہ تمہاری دامادی کا لحاظ بھی نہیں کریں گی....." حسن کہتے ہوئے اٹھا۔

"ہوں....." کہتے ہوئے وہ اٹھا موبائل کو ہاتھوں میں پکڑے دونوں انگوٹھوں سے تیز، تیز ٹائپ کرتے ہوئے اس کا پاؤں ایک دم صوفے کے پائے سے جا ٹکرایا..... جسم غیر متوازن ہو کر بے اختیار نیچے کو جھکا۔ موبائل ہاتھ سے چھوٹ کر سیدھا خالہ کی قدم بوسی کے لیے تشریف لے گیا..... اور وہ کھلے منہ کے ساتھ، رکوع کی سی حالت میں جھکا اس صورتِ حال کو سمجھنے کی کوشش میں تھا کہ حفصہ کی ہنسی بے قابو ہوئی..... وہ خجالت سے سیدھا ہوا اور حفصہ تھی کہ ہنسے جا رہی تھی۔ حسن بھی قہقہہ مار کر اس تک آیا تھا۔ اور جب اس نے ماتھے تک ہاتھ لے جا کر "سلام خالہ....." کہہ کر خالہ کے پیروں سے فون

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اٹھایا تو ذاکرہ بیگم بھی ہنس دیں۔ ورنہ تو موئے موبائل سے شروع ہونے والا لیکچر نا معلوم کہاں جا کر ختم ہوتا۔ اور پھر سب کی نظر بچا کر اس نے حفصہ کو دیکھ کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر شہادت کی انگلی بلند کرتے ہوئے اشارہ کیا..... جیسے کہتا ہو "تم سے تو میں نپٹ لوں گا....." اور حفصہ ہنسی چھپانے کو منہ جھکا گئی۔

"ایک اور کامیابی ادا عبدالمالک کو گلے ملنے کے لیے بے تاب تھی۔"

☆☆☆

وہ سو دآن کر چکی تھی مگر ابھی عملی زندگی کا آغاز رہتا تھا۔ اور اس آغاز میں پہلی رکاوٹ اگر اس کی طلاق تھی تو دوسری یہ کام بن کر آیا تھا اور تیسری اس نے ہاتھ کو فضا میں بلند کر کے دیکھا۔ بازو میں اس کے بعد سے لرزش نہیں اتری مگر..... ماتھے پر بل لیے، ہاتھ کو فضا میں بلند کیے..... اسے دیکھتے ہوئے گہری سانسیں آ اور جا رہی تھیں۔ زندگی اتنی آسان نہیں تھی جتنا اس نے سمجھ لیا تھا..... آگ کے دریا ابھی باقی تھے۔ ایک گہری سانس بھر کر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر کر اس نے سر بیڈ کراؤن کے ساتھ لگایا..... کسی نوٹیفکیشن کی آواز پر اس نے فون کو دیکھا تو اسے یاد آیا کہ وی لاگنگ کٹ سے موبائل اتارتے وقت اس کے فون میں یوٹیوب، فیس بک اور انسٹا کے آئی کونز پر موجود سرخ گنتی کی تعداد معمول سے ہٹ کر تھی مگر مصروفیت کی بنا پر وہ دیکھ نہیں پائی..... ابھی جب اس نے فون اٹھایا تو.....

"میرے خدا.....!" وہ اک جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔

"ایسا کیا کر دیا میں نے....." اس نے تیزی سے ایپ کھولی اور پھر مختلف سوشل میڈیا ایپس پر عوام کا ردعمل دیکھتے ہوئے وہ یہ یقین کرنے کی کوشش میں تھی کہ یہ اس کی دوسری ویڈیو تھی جو وائرل ہوئی مگر اب کے ردعمل کا سارا رجحان مثبت نہ تھا۔ کئی لوگوں نے منفی تبصرے بھی کر رکھے تھے مثلاً.....

"یہ آپ کیا سکھا رہی ہیں بچیوں کو.....؟"

"لگتا ہے کل کو سسرال میں جا کر خوب نام روشن کریں گی محترمہ.....!"

"اگر ورکنگ لیڈیز کے لیے کھانا پکانا اتنا ہی مشکل ہے تو نہ کیا کریں مردوں کی برابری....."

"پھوہڑ پن کے نئے طریقے....." اور وہ عجیب پریشانی نما حیرت کا شکار تھی..... اس کے تو وہم و گمان میں بھی ایسا ردعمل نہیں تھا۔ اس کے مطابق تو پیسے خرچ کر کے باہر سے منگوانے سے بہتر تھا کہ گھر میں اچار سے روٹی کھا لو..... اور اس نے اسی نیت سے ویڈیو بنائی تھی..... لوگ بھی کیسی، کیسی باتیں نکال لائے ہیں..... ایک خاتون نے تو ویڈیو تک بنا ڈالی..... جس کا لب لباب یہ تھا کہ یہ نئی نسل کو پھوہڑ بنا رہی ہیں..... بھئی ہانڈی کو تو جب تک سات چھینٹے پانی کے لگا کر نہ بھونا جائے تو تب تک نہیں بنتا کھانا..... ایسا پکا ہوا کھانا شوہر کو کھلاؤ گی تو تمہارے منہ پر سالن کی پلیٹ مارے گا..... اور بتاؤ ذرا بھنڈی بھی یوں ہی بناؤ گی کیا؟" ان بیتے سالوں میں وہ اچھی طرح جان چکی تھی کہ سوشل میڈیا پر بات کا جواب نہیں دیا جاتا..... لوگوں کا منہ نہیں پکڑا جا سکتا تھا مگر بعض لوگ زبان کے ساتھ کتا ہی باندھ لیا کرتے ہیں۔ ان خاتون کو اب جواب دینا ضروری تھا۔ ادا نے ان محترمہ کی جب پروفائل کھولی تو معمول ہوا کہ وہ کوئی کوکنگ شو کیا کرتی تھیں۔

"اوہ....." وہ ان کا مسئلہ سمجھ گئی تھی۔

وہ اب تسلی سے ان کی پروفائل کا جائزہ لے رہی تھی۔ ایک دم سے وہ جواب نہیں دینے والی تھی۔ وہ اچھی طرح سوچ سمجھ کر ٹھونک بجا کر جواب دینے والی تھی۔

☆☆☆

اس کی عام ویڈیوز کے برعکس یہ والی ویڈیو ایک انتباہ سے شروع ہوئی تھی۔

"یہ ویڈیو صرف ورکنگ لیڈیز کے لیے..... کسی بھی واقعہ سے مماثلت محض اتفاقیہ ہوگی۔"

"اس سے پہلے میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ اگر آپ تھکی ہاری آئی ہیں تو کھانا کم وقت میں اور آسان طریقے سے کیسے بنایا جا سکتا ہے آج ہم اسی طریقے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

سے شلجم ہی بنائیں گے مگر اپنے لیے تھوڑا اور آسانی کا سامان کریں گے۔" یہ سب بولتے ہوئے وہ بڑے مزے کے تاثرات کے ساتھ شلجم چھیل رہی تھی۔ اس نے شلجم چھیل کر دھوئے اور انہیں بنا کاٹے سالم ہی ہانڈی میں منتقل کر دیا۔

"اب آپ کو شلجم کاٹنے کی بھی ضرورت نہیں ہے..... ہوئی ناں آسانی....." چٹکی بجا کر کہتے ہوئے اس نے باقی سب کچھ بھی شلجم کے اوپر ڈالا۔

"ہاں اب کے ذرا پانی تھوڑا سا زیادہ ڈالنا پڑے گا۔" اس نے یوں شکل بنائی جیسے یہ مجبوری تھی اور پھر اس نے اسی طریقے سے سبزی کو گلا دیا..... اور اب وہ سالم شلجموں کو میش کر رہی تھی اور جب اس نے بھون کر سالن تیار کر لیا تو سالن ڈش آؤٹ کر کے سامنے رکھتے ہوئے وہ بولی۔

"پہلی بات یہ کہ یہ طریقہ محض ورکنگ لیڈیز کی آسانی کے لیے ہے۔ پھر ایک ایسی خاتون جو امید سے بھی ہے اور کام کرنا اس کی ضرورت ہے تو جب وہ تھک ہار کر گھر آئے گی تو یہ طریقہ اس کے لیے نعمت سے کم نہیں..... شوہر چپ چاپ کھائے گا کہ پیسے بچے اور معدہ بھی بھرا۔ دوسری بات اب یہ تو آپ کی عقل ہے ناں کہ سارے دن کی مغز ماری کے بعد ٹوٹے ہوئے جسم کے ساتھ آپ کسی شارٹ طریقے سے کھانا بنانا چاہیں اور پھر کھانے میں بھی آپ ہنڈی لے کر بیٹھ جائیں....." اس نے ہنڈی پر خاصا زور دیا۔ "ہنڈی تب پکایئے گا... جب آپ بالکل ہی میری طرح فریش موڈ میں ہوں....." ہونٹوں کو دائیں بائیں پھیلا کر اس نے "ہیں" کہہ کر سر ہلایا۔

"تو ناظرین پھر ملتے ہیں پھوہڑ پن کے کسی نئے طریقے کے ساتھ....." اور اس کے ساتھ ہی ویڈیو ختم ہو گئی۔ اور سونے پر سہاگا ویڈیو اپ لوڈ کرتے وقت ظالم نے کیپشن دے دیا۔

To whom it may concern

khana with adda

اور اس کے ساتھ k,W,A کے یوٹیوب [redacted] ایک ملین تک پہنچ گئے تھے۔

☆☆☆

واثق کے پیغامات ابھی تک پڑھے نہیں گئے تھے..... اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ جن اوقات میں نمبر آن ہوتا تھا..... وہ کال کرے اور جب اس نے کال کی تو.....

"K,W,A سے عبدالمالک بات کر رہا ہوں جی کہیے....." اس نے آرڈرز لینے کی ذمے داری لبا (عبدالمالک) کی لگا رکھی تھی۔ اس کے خیال میں فون ادا کو ہی اٹھانا چاہیے تھا مگر ایک مرد کی آواز سن کر اسے جھٹکا لگا..... وہ ذرا سا غیر آرام دہ ہوا اور پھر اپنے مدعا پر آیا۔

"قائداعظم یونیورسٹی کے انوائرمینٹل ڈیپارٹمنٹ سے واثق الٰہی بات کر رہا ہوں..... ہم میم ادا کو اپنی water conser vation کے فیس کے طور پر ہم میں شامل کرنا چاہ رہے تھے۔ اگر ان کا نمبر مل جائے تو مہربانی ہوگی۔ بزنگ کے اوقات میں کال کرنے کے لیے معذرت خواہ ہوں....." انتہائی پروفیشنل لہجے میں تیز، تیز بات کرتے ہوئے اس نے فوراً بات ختم کرنی چاہی تھی۔

"آپ کا نمبر میرے پاس آ چکا ہے..... میں ادا کو مطلع کر دوں گا....."

"شیور سر..... امید کرتا ہوں کہ وہ تعاون کریں گی..... اللہ حافظ۔" اور عبدالمالک نے اگلی کال آنے سے پہلے وہ نمبر محفوظ کر لیا تھا۔

☆☆☆

"السلام علیکم میم..... بہت مبارک ہو آپ کو..... اب تو آپ یوٹیوب کا گولڈن بٹن بھی حاصل کر چکی ہیں....." واثق اسے دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو کر خوشی سے بولا۔ اس نے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"وعلیکم السلام..... واثق الٰہی.....؟" وہ مسکرا کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"جی..... خاکسار....." وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ذرا سا جھکا۔

ادا اس کے انداز پر ذرا سا ہنس دی۔

”وقت دینے کے لیے بہت شکریہ میم......“

”ارے نہیں...... میرے لیے آنر کی بات ہے۔ اس پراجیکٹ سے منسلک ہونا اور اس کے لیے کام کرنا......“ ادا نے رواداری سے جواب دیا۔

”میں تفصیلات سے آپ کو آگاہ کرتا ہوں...... بس ایک اور مہمان کا انتظار ہے۔“

”ٹھیک ہے......“ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھتے ہوئے اس نے سر پر لیے شیفون کے ہلکے فیروزی رنگ کے پلین دوپٹے کو درست کیا۔ کانوں میں پرلز پہن رکھے تھے بائیں کلائی پر سلور گھڑی باندھ رکھی تھی۔ مجموعی طور پر وہ ایک نہایت نفیس خاتون کا تاثر دے رہی تھی۔ میک اپ اگر تھا بھی تو بالکل نیوڈ (نہ ہونے کے برابر) تھا۔

”آپ کی وہ ماش کی دال والی ویڈیو...... بلیوی it just killed me کہاں پر پہنچی ہیں آپ وہ بھی نیکٹس اینڈ فگرز کے ساتھ...... کیسے آیا یہ آئیڈیا......؟“

”اسلام آباد میں رہنے والے پانی بچانے کے ایک سو ایک طریقے جانتے ہیں۔ اسی کا کہنا ہے کہ ٹینکر روز، روز نہیں ڈلوایا جا سکتا۔“ سو وہ تو نت نئی احتیاط بتاتی ہیں۔“ شگفتہ سے انداز میں وہ بولی۔

”لو...... یہ تو ایک اور آئیڈیا دے دیا آپ نے...... پانی بچایئے۔ کم ٹینکرز ڈلوائیں......“ اور وہ دونوں ہنس دیے اور اس کے ساتھ ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ یہ یونی کا کوئی دفتر تھا جہاں وہ بیٹھے تھے۔

”اندر آ سکتا ہوں......“ اور پھر دروازہ کھلنے کے ساتھ آواز آئی۔

”آیئے نان حسن بھائی......“ ادا نے معمول کے سے انداز میں مڑ کر دیکھا اور پھر اچنبھے سے کھڑی ہوگئی۔

”آپ کے تاثرات دیکھ کر لگ رہا ہے کہ آپ نے پہچان لیا ہے...... السلام علیکم......“ اس کی آنکھوں کی چمک اس وقت دگنی ہوئی۔

بارشوں کے موسم میں

میرا بخت

بارشوں کے موسم میں
لوگ کتنے یاد آئے
رنگ کتنے در آئے
آسمان بھیگا تھا
راستے مہکتے تھے
خوشبوؤں کا سایہ تھا
دل مگر اکیلا تھا

کلام: فریدہ جاوید فری، لاہور

گھریلو ٹوٹکے

☆ گوشت میں اگر ہلکی سی خاص قسم کی بساند محسوس ہو تو ایک کھانے کا چمچ آٹے کی بھوسی چھڑک دیں اور دس منٹ بعد دھو لیں۔

☆ آلو قیمہ جب پکائیں تو اتارنے سے پہلے اس میں آدھی گٹھی ہرا دھنیا کاٹ کر ڈال دیں تو کھانے میں مسالے دار بریانی جیسی خوشبو آئے گی۔

☆ روٹی کو نرم رکھنے کے لیے جب آٹا گوندھیں تو نمک اور پانی کے ساتھ دو کھانے کے چمچ کوکنگ آئل پانی میں شامل کر کے آٹا گوندھیں۔ روٹی نرم ہوگی اور پھولے گی بھی۔

☆ بچوں کے لیے گھر میں بنائے جانے والے چپس کے آلو کاٹنے کے بعد اگر ان کو تھوڑی سی پھٹکری ملے پانی میں ڈال کر دھو لیا جائے تو پھر چپس سفید رہیں گے، آلو کالے نہیں ہوں گے۔ از: ساجدہ ظفر، ملتان

”وعلیکم السلام...... جی......“ (پہلی بار آٹوگراف لینے والے کو کون بھول سکتا ہے......) لبوں پر دبی مسکراہٹ سجا کر باقی بات دل میں کہی۔

”حسن بھائی ایک تعمیراتی کمپنی میں کام کرتے ہیں......“ واثق نے تعارف کروانا چاہا۔

”جانتی ہوں......“ اس نے گردن موڑ کر واثق کو دیکھا۔

”پلیز......“ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ خود بھی اس کے ساتھ رکھی کرسی کھینچ کر بیٹھا۔

”میں نے سوچا آپ دونوں کو اکٹھا بریف کروں گا میرے وقت اور جڑے (اس نے ہاتھ سے جڑے

کو پکڑا) دونوں کی بچت ہو جائے گی۔"

"فضول نہ ہانکو..... کام کی بات پر آؤ....." ادا نے اس بے تکلفی کو نوٹس کیا۔

"یہ میرے خالہ زاد ہوتے ہیں اسی لیے ایسے بات کر رہے ہیں۔" حسن کے ٹوکنے پر وہ ادا کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"ہوتے تو ہم آپ کے کچھ اور بھی ہیں پر ابھی جس کے لیے بلایا ہے وہ کرو..... آفس سے لنچ بریک کے لیے نکلا ہوں....." حسن اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"اوکے..... کام کی بات پر آتے ہیں....." اور اب وہ ان دونوں کو بریف کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں آفس سے ایک ساتھ نکلے تھے۔

"آپ کیسے جائیں گی؟"

"کیب بک کرواتی ہوں....." وہ بکنگ ایپ کھولتے ہوئے بولی۔

"بتائیں آپ کا گھر اور میرا آفس اگر ایک ہی روٹ پر ہے تو....." (اسے آفس واپس پہنچنا تھا)

"نہیں..... میں چلی جاؤں گی، آپ کو پہلے ہی دیر ہو رہی ہے۔" اس کا انکار دوٹوک تھا اور کیب کی بکنگ کنفرم ہونے تک وہ وہیں کھڑا رہا اور پھر مڑ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا اور ادا کیب کے آنے تک فون میں نوٹس کھول کر آج کے دن میں انجام دینے والے کام دیکھنے لگی اور اس کی نظر سب سے پہلے kitchen renoviation پر پڑی۔

"ایک منٹ حسن صاحب....." وہ بے اختیار پکار اٹھی۔

"جی....." وہ اچنبھے سے مڑا اور مڑ کر اسے تکنے لگا۔

اور ادا تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی اس کی طرف بڑھنے لگی۔ ایک حسین خاتون یوں عجلت بھرے انداز میں اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ بے اختیار حسن نے گلا کھنکھار کر نظریں پھیریں۔ ہنسنا مشکل تھا۔

"آئی ایم سوری..... آپ کو یوں روکا..... مجھے اپنے کچن میں کچھ تبدیلیاں کروانی تھیں..... آپ کا نمبر مل سکتا ہے۔"

"شیور....." (نیکی اور پوچھ، پوچھ) اس خیال کے برعکس..... کہتے ہوئے اس نے واٹس ایپ سے کارڈ نکال کر ادا کو پکڑایا۔

"کسی بھی دوسری چیز سے پہلے مجھے آپ کا کچن دیکھنا پڑے گا۔"

"جی ضرور..... میں ابو سے پوچھ کر آپ کو انفارم کر دوں گی....." ایک خود مختار خاتون کسی کو گھر بلانے کے لیے کہہ رہی تھی۔ "ابو سے پوچھ کر....." اسے یہ بے حد اچھا لگا۔

"میں منتظر رہوں گا....." مسکرا کر کہتے ہوئے وہ گاڑی کی طرف بڑھا اور ادا کے فون پر بھی کیب پہنچنے کی اطلاع آئی تھی۔

ہم اس دنیا میں سانس لے رہے ہیں کہ جہاں سب کچھ پہلے سے طے ہے۔ کس کو کس سے کب ملنا ہے اور کس سے کب بچھڑنا ہے۔ اس پہلے سے طے شدہ منصوبے کو انجام تک پہنچانے کے لیے اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ ایک سیاہ سوکس سڑک پر اپنی رفتار کم کرتے ہوئے عین ایک گھر کے سامنے آ رکی۔ آنکھوں پر سن گلاسز لگائے، سفید شلوار سوٹ پہنے وہ عام سے حلیے میں تھا۔ گاڑی سے نکل کر اس نے ایک نظر گھر پر ڈالی..... سیاہ رنگ کا گیٹ دونوں اطراف سے رنگون بیل سے سجا ہوا تھا، گاڑی لاک کر کے وہ دروازے تک آیا۔ بیل بجانے پر عبدالمالک باہر آئے تھے۔ وہ اسے لے کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھنے لگے تو حسن نے انہیں روکا۔

"انکل میرا خیال ہے پہلے میں کچن دیکھ لوں....."

عموماً یہ کام اس کی ٹیم یا کوئی ورکر کرتا تھا مگر یہاں اس نے خود آنا بہتر سمجھا۔

"وہ بھی دیکھ لیتے ہیں آپ بیٹا آیئے تو....."

"تکلفات کی ضرورت نہیں..... میرے پاس وقت ذرا کم ہے....."

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"بیٹا دو منٹ دیجیے گا....." عبدالمالک کہہ کر اندرونی طرف بڑھے اور چند لمحوں بعد وہ کچن میں تھا..... وہ وہیں تھی۔ وہ ایسی تھی کہ اسے دیکھ کر مسکرایا جائے..... حسن احمد نے یہ پروٹوکول ادا کیا۔

"السلام علیکم!" اور اس ادا ہونے والے پروٹوکول سے بے خبر اس نے رسمی مسکراہٹ سے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے فریش جوس کا گلاس چھوٹی سی ٹرے میں رکھ کر اس کی طرف بڑھایا۔

"آپ کے پاس وقت کم ہے ناں تو یوں ہی سہی....."

"اس تکلف کی ضرورت نہیں تھی ویسے....."

"اسے تکلف نہیں مہمان نوازی کہا جاتا ہے حسن بیٹا۔"

"شکریہ....." اس نے سر کو خم دے کر عبدالمالک کا شکریہ ادا کیا۔

"کیا کروانا چاہتی ہیں آپ کچن میں.....؟" جوس کا گلاس ہاتھ میں تھامے، ہونٹ دانتوں میں دبائے..... آنکھیں سکیڑے اس کی نظریں کچن کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"یہ پرانی طرز کا بنا ہوا ہے، مجھے اس میں تھوڑا اسٹائل لانا ہے۔ کچن کیبنٹ چھوٹے ہیں، آج کل بڑے سائز کے کیبنٹس چلتے ہیں..... تو کیا یہ ممکن ہے دو کیبنٹس کو ملا کر ایک کرتے ہوئے ہم محض ان کے ڈورز بدل دیں۔" حسن نے چند لمحے ان کیبنٹس کو دیکھا۔ جوس کا سپ لیتے ہوئے ایک کیبنٹ کا دروازہ کھول کر دیکھا۔

"یہ ممکن نہیں....." وہ سر دائیں بائیں ہلاتے ہوئے بولا۔

"کیوں؟"

"چوڑائی تو بدل جائے گی..... لمبائی میں تبدیلی کیسے کریں گی؟ کیبنٹ کی لک اور شیپ دونوں خراب ہو جائیں گی۔ جیسے ایک چھوٹے قد کا فربہ آدمی ہو....." اور اس کی مثال پر وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر بے اختیار ہلکا سا ہنس دی۔

"پھر.....؟"

"اگر لک اور شیپ چاہیے تو پورے کیبنٹس بدلوانے پڑیں گے۔ ورنہ آپ ڈور چینج کروا سکتی ہیں....."

"بجٹ نہیں ہے اتنا....."

"اس کی بات بعد میں کرتے ہیں پہلے بتائیے اور کیا کروانا ہے۔"

"یہ ٹاپس، کاؤنٹر بدلوانی ہیں..... کچن اسپیس کی فزیبلٹی دیکھنی ہے۔"

"سارا کچن غالباً اس لیے نئے سرے سے بنوانا نہیں چاہ رہیں کہ بجٹ اتنا نہیں ہے۔"

"جی..... اور ابو مجھے بالکل بھی سپورٹ نہیں کر رہے۔" اس نے خفگی سے عبدالمالک کو دیکھا۔

"ہمارا گزارہ تو اس پرانے کچن کے ساتھ چل رہا ہے..... اسی کو چاہیے اپنے بزنس کے لیے نیا کچن۔" عبدالمالک ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"صحیح....."

"بات یہ ہے انکل....." وہ جوس کا خالی گلاس سلیب پر رکھ کر ان کی طرف مڑا..... "نیا کچن بنوانے اور پرانے کو رینوویٹ کرنے میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے..... اور اگر فرق کی نسبت بڑھتی بھی ہے تو یہ بھی تو دیکھیے کہ جدید چیز لگوا رہے ہیں..... آج کے چند روپوں کی بچت..... کل کو دو گنا ہو کر یہ ہی کچن آپ سے نکلوائے گا..... اگر آپ ذرا سا حوصلہ کریں..... تو سارا کچن نیا بنوائیے..... ایک تو پرانے میں نیا اس طرح سے ضم ہو نہیں پائے گا..... دوسرا خرچ بھی ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔"

"تو نیا بنوانے کے لیے یہ سب کچھ ختم کرنا ہوگا؟"

"جی....."

"امی کبھی نہیں مانیں گی۔" اس نے باپ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ انہیں بلائیں تو سہی....." اور پھر جو بات ادا کو آسان الفاظ میں سمجھائی تھی رقیہ کو باقاعدہ حساب کتاب سے سمجھائی۔

اور آخر میں فرق نکال کر کہا..... "آپ خود سوچیں کیا زیادہ فائدہ مند ہے چار پیسے لگا کر نئی چیز بنوانا یا چار پیسے بچا کر پرانی اشیا کو ہی ٹھیک کروالینا....." اور رقیہ کے چہرے پر قائل ہونے والے تاثرات دیکھ کو وہ ادا سے مخاطب ہوا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

''آنٹی اگر مان گئیں تو آپ آفس آجایئے گا، کچھ ڈیزائن ڈسکس کرلیں گے۔ ورنہ اس پر پیسہ لگانا.....'' بات کرتے، کرتے اس نے مڑ کر کچن کو دیکھا۔

''بڑی بیوقوفی ہے۔'' چہرے پر مایوس کن تاثرات تھے۔

''میں چلتا ہوں اب.....'' اس نے جیب سے انگائے سن گلاسز اتارے۔

''چائے تو پی کر جائیں.....'' رقیہ کے آگے دعا لینے کے ذرا سا جھکا تو وہ بولیں۔

''ان شاء اللہ آنٹی ضرور پیوں گا.....ابھی ذرا مصروفیت ہے.....'' اس کے چہرے کی مسکراہٹ میں یقین تھا۔

اور ادا عبدالمالک کے گھر سے باہر نکلتے ہوئے اس نے سوچا۔

''حفصہ تم نے ٹھیک راہ بھائی..... پیاری تو وہ ہے.....'' اور مسکراہٹ تھی کہ ہونٹوں سے جدا ہوتی نہ تھی۔

☆☆☆

''آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''شادی کریں گی مجھ سے؟'' وہ اک جھٹکے سے کرسی کی پشت سے جا لگی..... وہ چار انگلیوں سے اپنے کھلے منہ کو ڈھانپے پلک جھپکے بنا سامنے بیٹھے شخص کو تکتی تھی۔

اور وقت sand glass کی قطرہ، قطرہ پھسلتی ہوئی ریت تھا اور پھر ساری ریت اوپر والے گلاس بلب سے گر کر نیچے والے بلب میں جمع ہوئی۔ وقت ختم ہوا وہ اِک دم کرسی سے اٹھی۔ اس کے بازو میں اترنے والی لرزش ناقابلِ برداشت تھی۔

''ادا.....اس نے پریشان ہو کر یکلخت اپنی جگہ چھوڑ دی۔

ادا نے ہاتھ سے اسے وہیں رکنے کا اشارہ کیا۔ بائیں ہاتھ سے بازو تھاما، چہرے پر تکلیف کے اثرات ہونٹ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ اور اسی کوشش میں ناک کے نتھنے پھڑ پھڑا رہے تھے۔

''آپ ٹھیک تو ہیں.....؟'' وہ گھوم کر اس کی طرف آیا اور ادا..... وہ اپنا پرس اٹھا کر تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکلی۔

''ادا میری بات.....'' مگر وہ رکی نہیں۔

ہانپتے ہوئے، تیز، تیز سیڑھیاں اترتے ہوئے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے پر جمائے، وہ صرف اور صرف اپنی گاڑی تک پہنچ جانا چاہتی تھی۔

تیزی سے اترنے کی وجہ سے پاؤں رپٹا اور وہ منہ کے بل گری۔ جس طرح وہ گری تھی اس نے اٹھنے میں سیکنڈ کا بھی وقت نہیں لگایا تھا۔ وہ بس وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی اس کے گال تر تھے.....اس کا دوپٹا سر سے پھسل کر کندھوں پر آ گرا تھا۔ گرنے کی وجہ سے گھٹنے چھل چکے تھے اور رستا ہوا خون گھٹنوں کی جگہ پر کپڑوں پر نمودار ہو رہا تھا.....اور اب وہ اپنے ہونٹ بھی سختی سے ایک دوسرے پر جما نہیں پا رہی تھی..... منہ کھولے گہری، گہری سانس لیتے ہوئے اس نے آستین سے آنکھیں صاف کیں۔ اسے دھندلا نظر آ رہا تھا اور وجہ آنسو تھے مگر وہ بے خبر تھی۔ پارکنگ لاٹ میں کھڑی گاڑی کا لاک اس نے دور سے ہی کھولا..... گاڑی میں بھاگ کر بیٹھتے ہوئے اس نے چابی اگنیشن میں لگانی چاہی تو ہاتھ کی لرزش نے یہ کوشش ناکام بنائی۔ اکھڑی ہوئی سانسیں ڈوب کر ابھرتی ہوئی سسکیاں، آنکھیں سختی سے بند کر کے اس نے بائیں ہاتھ سے دایاں بازو پکڑ کر سر سیٹ کی پشت سے لگایا..... چند لمحے وہ گہری، گہری سانسیں بھرتی رہی۔ اور پھر قوت لگا کر خود کو سیٹ سے الگ کیا۔

پھر وہیں نیچے قدموں میں گرنے والی چابی اٹھائی۔ بائیں ہاتھ سے چابی لگائی۔ گاڑی اسٹارٹ کی اب جو وہ کرنے جا رہی تھی وہ اس کی جان بھی لے سکتا مگر وہ اپنی یہ حالت ہر ایک سے چھپا لینا چاہتی تھی۔ بمشکل دایاں ہاتھ اسٹیئرنگ پر جمایا۔

''ادا.....'' اس نے اپنا نام سنا اور کلچ پر سے اپنا پاؤں اٹھا دیا تھا۔

(باقی آئندہ)

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

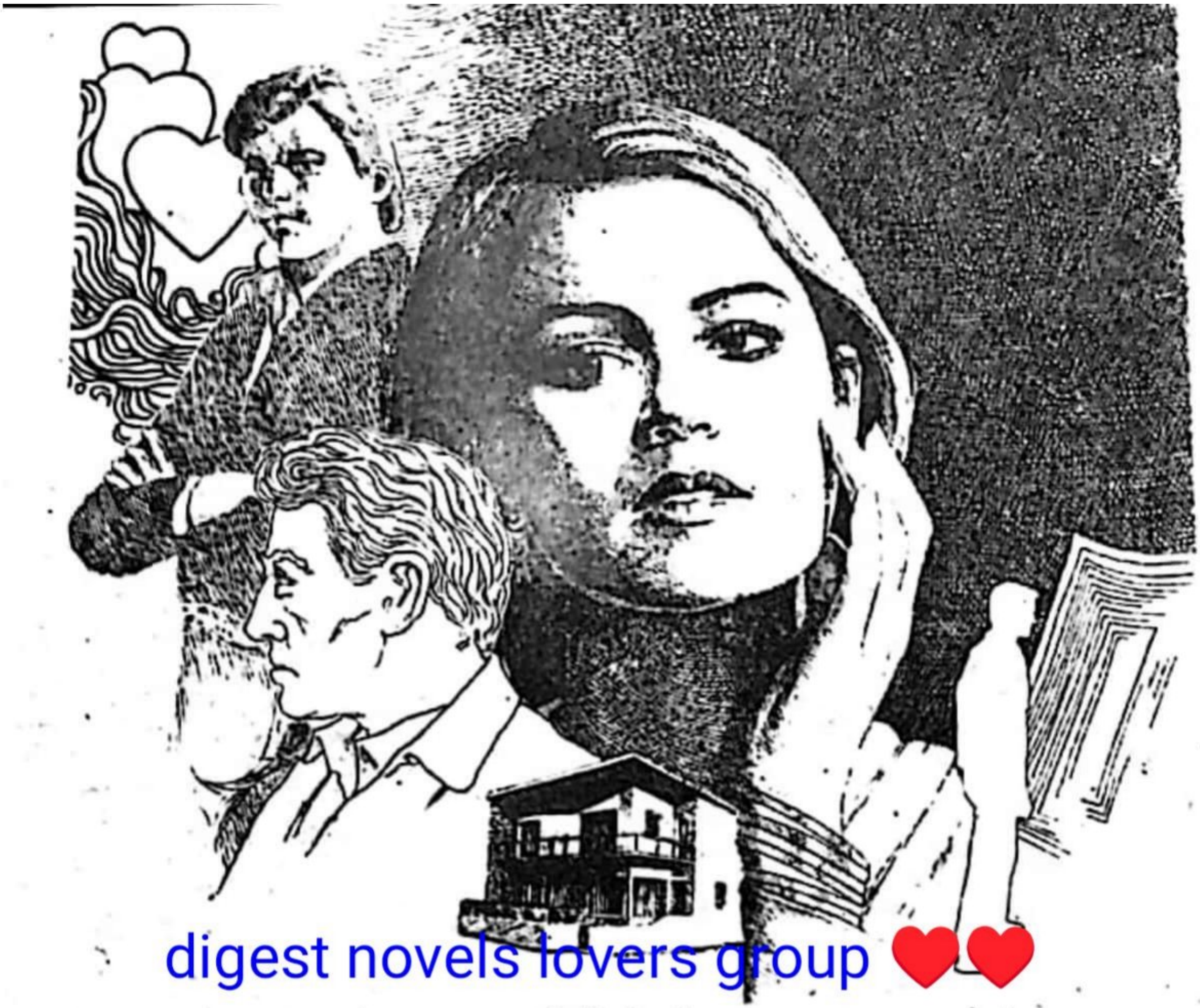

digest novels lovers group ❤️❤️

مکمل ناول

میرا بخت

سحر ساجد

آٹھواں حصہ

منظر تکلیف دہ تھا اور چیخ اضطراری عمل اور اس کے بعد کا دوسرا عمل بھی اضطراری تھا۔ وہ بھاگ کر احتشام الدین کے پاس پہنچی تھی۔ وہ منہ کے بل فرش پر گرے ہوئے تھے اور اٹھنے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔

''ابو......!'' اس کے لرزتے ہاتھوں میں اتنا دم نہ تھا کہ انہیں سیدھا کر پاتی۔ رشیدہ الگ کھڑی لرز رہی تھی۔ اسے یوں ہلکان ہوتا دیکھ کر ایک دم آگے بڑھی۔

ان دونوں نے مل کر احتشام صاحب کو سیدھا کیا۔ بڑی مشکل سے گھسیٹ کر دیوار سے ٹیک لگوائی۔

''رشیدہ پانی لاؤ...... جلدی۔''

''ابو!'' اس نے اُن کا چہرہ تھپتھپایا۔ وہ ہوش میں تھے مگر خود کو سنبھال نہیں پا رہے تھے۔ ایسے جیسے

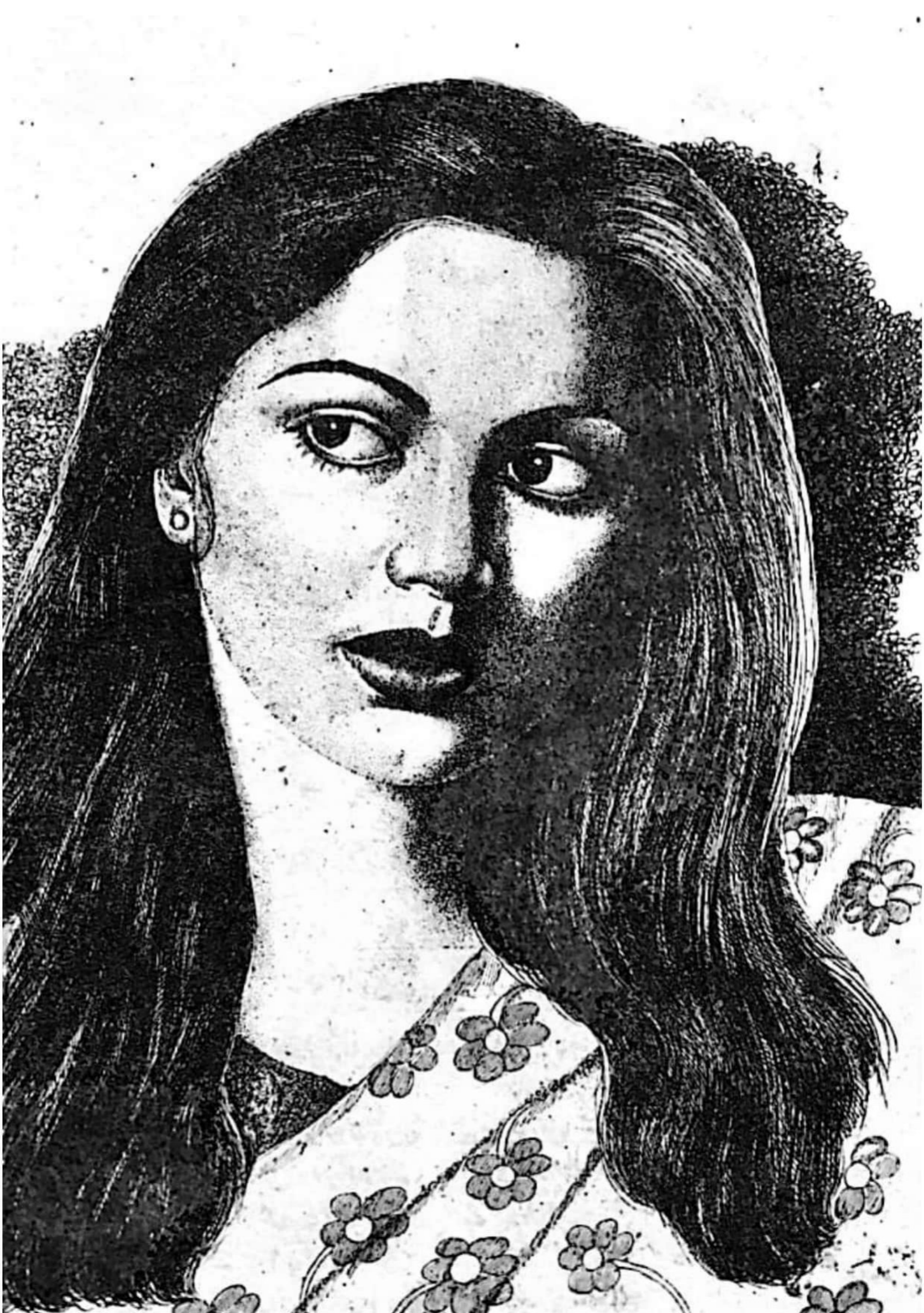

Scanned with CamScanner

اعضا اپنے مخصوص افعال انجام دینے سے قاصر ہوں۔
رشیدہ کے پانی لاتے ہی اس نے گلاس ان کے لبوں سے لگایا۔ دو گھونٹ لے کر انہوں نے سر دیوار کے ساتھ لگایا۔
"فون..... فون دو۔" رشیدہ پھر باہر بھاگنے لگی۔
"ابو کا دے دو..... جلدی کرو....." وہ چلائی۔
نمبر پش کرتے ہوئے ایک نظر اس نے ابو کو دیکھا۔ ایسا لگا کسی نے اس کا کلیجا ہاتھوں میں لے کر مسل دیا۔ اس کی ہچکیاں بے قابو ہونے لگیں۔
"نہیں..... پلیز..... ابو جی..... نہیں....." سسکیاں بھرتے ہوئے اور ہچکیاں دباتے ہوئے، لرزتے ہونٹوں کے ساتھ وہ کال اٹھائے جانے کی منتظر تھی۔ ایمبولینس آنے میں جو وقت لگتی وہ اس وقت کو بچانا چاہتی تھی۔
"آپ کے مطلوبہ نمبر سے....." اس نے..... بے یقینی سے فون کو کان سے ہٹا کر دیکھا۔ اس نے وہی نمبر دوبارہ ملانے کی حماقت نہیں کی۔ اس نے عبدالرزاق کو کال کی۔
"سلام..... بخت کہاں ہے انکل؟" وہ چھوٹتے ہی ادھورا سلام کر کے بخت کو پوچھ بیٹھی۔
"کیا ہوا بیٹا؟" عبدالرزاق ایک دم بیٹھے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔
"ابو..... وہ ٹھیک نہیں..... اسپتال لے کر....." اتنا ہی کہہ پائی۔
"میں آتا ہوں۔"
"بخت کہاں ہے انکل؟" اس کی آواز شدت سے پھٹ گئی تھی۔
"وہ....." کچھ لمحوں کے لیے خاموشی چھائی رہی۔
"ٹور پر گیا ہے۔" جملہ آہستہ سے کہا گیا۔
عرشیہ کے لیے سر پر پہلے اگر آسمان گرا تھا تو اب پیروں تلے کی زمین کھسک گئی۔ اس کا فون والا ہاتھ ڈھلک کر پہلو میں جا گرا۔ فون میں سے اب بھی کوئی آواز آ رہی تھی۔ ایک نظر اس نے باپ کو دیکھا۔ وہ نیم جاں وجود لیے، آنکھیں بند کیے، دیوار سے سر ٹکائے بیٹھے تھے۔ ایسے کہ گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی۔ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر ڈھے سی گئی۔
"کسے..... کسے پکارے؟" رشیدہ روتے ہوئے احتشام صاحب کے کبھی پیروں کے تلوے مسلنے لگتی، کبھی ہاتھوں کی ہتھیلیاں۔ اس سے پہلے کہ مزید دیر ہوتی، وہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔
"ابو..... اٹھیں، سنتے ہیں..... تھوڑی ہمت کریں۔" اس نے بازو سے پکڑ کر انہیں اٹھانا چاہا تو بازو کسی بے جان چیز کی طرح پھسل کر اس کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ اس نے لبوں تک آتی چیخ کو حلق میں ہی روکا لیکن پھنسی ہوئی نکلنے والی آواز شدت لیے ہوئے تھی مگر اس کو حوصلہ رکھنا تھا۔
"رشیدہ..... گاڑی کی چابی لو..... اور پچھلا دروازہ کھولو..... جلدی کرو....." روتے ہوئے رشیدہ کو کہہ کر اس نے ابو کو دیوار سے ذرا سا آگے کیا..... خود پیچھے بیٹھی..... پیچھے سے دونوں بازو ان کے سینے پر سخت سے جما کر پوری قوت سے انہیں دروازے کی طرف گھسیٹا تھا اور ایسا کرتے ہوئے اس کا دل پھٹ رہا تھا۔ وہ رو رہی تھی..... وہ اپنے باپ کو ایسے نہیں دیکھ سکتی تھی..... مگر وہ کیا کرتی..... کیا؟ بھری دنیا میں اکیلا رہ جانا کیا ہوتا ہے۔ یہ کوئی عرشیہ احتشام الدین سے اس وقت پوچھتا۔
رشیدہ گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر آ گئی تھی۔ اسے یوں باپ کے ساتھ نبرد آزما دیکھ کر وہ ایک دم الٹے پیروں بھاگی اور جس کا دروازہ سامنے نظر آیا، اس نے کھٹکھٹا دیا۔ سامنے ہی گھر تھا اور رشیدہ نے ایک جوان مرد کو باہر نکلتا دیکھ کر شکر ادا کیا۔
"وہ..... وہ....." وہ روتی جا رہی تھی اور ہاتھ سے سامنے والے کھلے گیٹ کی طرف اشارہ کیے جا رہی تھی۔ کئی سالوں کی ہمسائیگی تھی۔ وہ لڑکا بنا کچھ سوچے سمجھے اندر کو دوڑا۔
"ابو..... تھوڑی سی ہمت کریں پلیز....." وہ

Scanned with CamScanner

جب اندر آیا تو عرشیہ اب رکوع کی حالت میں جھکے..... احتشام صاحب کو تھپتھپاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"عر.....شیہ....." احتشام صاحب کے لب ہلے۔

"جی..... جی ابو....." اس نے فوراً کان ان کے لبوں کے پاس کیا۔

"مجھے.....ک.....چھ.....نظر.....نئی....." اور اس سے پہلے کہ عرشیہ کے ہاتھوں سے ان کا وجود چھٹتا، اس لڑکے نے فوراً آگے بڑھ کر احتشام صاحب کو پکڑا۔

"رشیدہ ٹانگیں پکڑو۔" وہ کہہ رہا تھا۔

اور عرشیہ ساکت کھڑی ان دونوں کو احتشام صاحب کو بمشکل گاڑی میں ڈالتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بھریں.....اِک آنسو گال پر پھسلتا چلا گیا۔

"عرشیہ باجی، جلدی کریں۔" آواز کو سن کر اس نے پیر اٹھائے تو لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگی پھر پوری قوت لگا کر خود کو دیوار سے الگ کیا۔ دکھ نے زہر میں بجھے تیر کی طرح اس کے دل پر وار کیا تھا۔ غم کے بھاری سم اس کے وجود کو کچلے جا رہے تھے۔

"اللہ.....!" طیب (ہمسایوں کا لڑکا) گاڑی اڑائے لیے جا رہا تھا۔ اس نے ونڈ اسکرین کے پار نظر آتے آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں۔

"میرا باپ مجھے دے دیں....." دعا جب آہ میں بدلتی ہے تو اس کی انرجی عرش تک ہلا دیتی ہے۔

☆☆☆

"Multiple Sclerosis (MS)"

پورے دو دن کے لگاتار مختلف قسم کے ٹیسٹ اور اسکیننگ کے بعد جو لفظ ڈاکٹر کے منہ سے ادا ہوئے تھے، وہ محض دو الفاظ..... MS تھے۔ اس کا تھکا وجود گرنے کے سے انداز میں کرسی کی پشت سے جا ٹکرایا..... اور ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ یہ ایک شدید اٹیک تھا۔

ڈاکٹر فاطمی نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔ وہ یوں بیٹھی تھی جیسے اس کے ذہن کا رابطہ اردگرد کے ماحول سے کٹ چکا ہو۔ اندر ہی اندر ایک گہری سانس نیچے اتار کر وہ کرسی چھوڑ کر اس تک آئے۔ میز کے کنارے کا سہارا لیتے ہوئے، اس کی کرسی کے پاس کھڑے ہو کر انہوں نے عرشیہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔

عرشیہ نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"حوصلہ بیٹے! احتشام تمہیں ایسے دیکھ کر اپنی بیماری سے لڑ بھی نہیں پائے گا۔ اس کی میڈیسن، اس کا علاج، اس کی شفا، اس کی بیماری سے لڑنے کی طاقت، اس کی ول پاور..... سب کچھ اب تم ہو۔"

اور عرشیہ نے اپنے ہاتھوں پر پانی کے گرم قطرے گرتے دیکھے۔ ڈاکٹر فاطمی کے احتشام صاحب سے گہرے روابط تھے۔

"تمہیں یوں بیٹھے دیکھ کر مجھے لگ رہا ہے کہ جیسے وقت گزر ہی نہیں۔ 29 سال پہلے تمہارا باپ بھی یوں ہی، ٹھیک اسی حالت میں میرے سامنے بیٹھا تھا۔ بھابی کی اچانک وفات نے اس کی زندگی تنگ کر دی تھی اور تب تم نے، تمہارے وجود نے اسے سنبھالا تھا۔ وقت کی ستم ظریفی تو دیکھو..... آج بھی اسے سنبھالنے کے لیے وقت نے تمہارے ہی وجود کا انتخاب کیا۔"

عرشیہ نے آستین سے رگڑ کر اپنا چہرہ صاف کیا۔

"ان کا وژن لاس.....؟"

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مہینے میں بھی واپس آ سکتا ہے اور سال بھی لگ سکتا ہے اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مکمل طور پر ریکور بھی ہو پائے گا یا نہیں۔ ابھی یہ پہلا اٹیک تھا..... سو کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہے۔"

"کیا اٹیک دوبارہ بھی ہو سکتا ہے؟"

"ہاں..... پیرالائز بھی ہو سکتا ہے۔ جزوی طور پر یا پھر....." عرشیہ ایک دم سینے کو مسلتے ہوئے ٹھہری ہوئی۔ ڈاکٹر فاطمی نے بات ادھوری چھوڑ کر کندھے سے پکڑ کر یکلخت سختی سے اسے سیدھا کیا۔

"تمہیں یہ سب اس لیے بتا رہا ہوں کہ زندگی اب سے جنگ ہے..... تمہاری بھی اور تمہارے باپ کی بھی اور ایک جنگجو کو حملے کرنے والے کے بارے میں مکمل معلومات ہونی چاہیے۔ لڑنے کے لیے اس کی تیاری مکمل اور مربوط ہونی چاہیے..... تم اب حالتِ

Scanned with CamScanner

جنگ میں ہو اور کب تک رہو گی..... کچھ نہیں معلوم۔ تمہیں اپنے ہتھیار تیار رکھنے ہوں گے۔ صبر، حوصلہ، مستقل مزاجی۔ تمہیں غیر معمولی مگر درست فیصلے کرنے ہوں گے..... سو میری بچی، اٹھو اور اپنے باپ کو سنبھالو..... آنسو کسی شے کا مداوا نہیں۔ یہ فقط تمہاری بصارت کو اندھا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کریں گے۔"

عرشیہ نے بیچارگی سے انہیں دیکھا۔ یوں جیسے کہہ رہی ہو۔ "مجھے کچھ دیر تو رو لینے دیں۔ تھوڑا سا غم منا لینے دیں..... دل کا غبار ہی ہلکا کر لینے دیں مگر....."

"کم آن..... بی بریو....." جتنا سخت لہجہ تھا، اسی سختی سے انہوں نے اس کے کندھے کو تھپتھپایا تھا۔ کرسی کے ہتھوں پر زور دے کر وہ اٹھی..... جونہی ڈاکٹر صاحب کے کمرے کا دروازہ بند کر کے مڑی تو ایک دم ٹھٹک کر ساکت ہو گئی۔

☆☆☆

جب وہ "کٹورا لیک" سے نیچے آیا تو اس کے فون پر سب سے پہلے آنے والی کال اس کے باپ کی تھی۔ وہ مسلسل اس کا نمبر ٹرائی کر رہے تھے اور جب اطلاع ملی تو اس واقعے کو گزرے ایک دن بیت چکا تھا۔

"اوہ میرے خدا.....!" وہ سر پر ہاتھ رکھ کر ایک بینچ پر بیٹھ گیا۔ جب اس نے عرشیہ کا نمبر ملانے کے لیے کال لاگ کھولا تو ایک دن پہلے رات کے وقت کی اس کی مسڈ کال موجود تھی۔ اس کے دل کو ہاتھ پڑا۔ نمبر نہ ملنے پر اس نے کس کو پکارا ہوگا۔ کوئی افسردگی سی افسردگی تھی جو اسے گھیرے جا رہی تھی۔ اس نے فوری نمبر ملایا فون بند جا رہا تھا۔ اسی وقت اس نے دوبارہ عبدالرزاق کو کال ملائی۔

"عرشیہ سے بات کروا دیں بابا!"

عبدالرزاق "ہوں" کہہ کر عرشیہ کو فون دینے گئے۔

"پتا نہیں کیا ہو گیا ہے پھپھو، ابو کو۔ ڈاکٹرز کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی..... پھپھو میرے ابو....." وہ پھپھو کے گلے لگ کر بلک رہی تھی۔ عبدالرزاق نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر واپس ہو گئے۔

"ابھی وہ بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے بخت..... تم فوراً واپس آؤ۔"

"جی بابا....." آہستگی سے کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ وہ ایسے بیچ راہ میں "نور" کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے ان سب افراد سے معاوضہ لے رکھا تھا۔ کسی ایمرجنسی کی صورت میں بھی وہ سب کو ہانک کر واپس نہیں لا سکتا تھا۔

اس کا ذہن تیزی سے جمع تفریق کر رہا تھا۔ کیا انتظامات کرنے تھے..... چیزوں کو ترتیب کیسے دینی تھی..... کس سے کہاں، کس لیے رابطہ کرنا تھا..... اس کا دماغ لائحہ عمل بنانا چاہتا تھا مگر دل پر چھانے والی کیفیت یہ ہونے نہیں دے رہی تھی۔

اور ایسے میں بخت عبدالرحمن کے تعلقات کام آئے تھے۔ وہ ان علاقوں میں آتا جاتا رہتا تھا۔ ہوٹلز، گائڈز، ریسٹورنٹس سب سے واقفیت بھی تھی اور تعلقات بھی۔ اس نے آدھے معاوضے پر گائڈ ہائر کیا..... باقی کا معاوضہ کام ہونے کے بعد اسے ٹرانسفر کر دیتا۔ رہائش کی پری بکنگ کروا رکھی تھی۔ اپنے ساتھ موجود عملے کے افراد کو سب کچھ سمجھا کر، کسی بھی ذرا سے مسئلے کی صورت میں اس سے رابطہ کرنے کی تلقین کرتے ہوئے، سیاحوں کو ایمرجنسی سے آگاہ کر کے ان سے معذرت کر کے وہ واپسی کے لیے کوئی گاڑی بک کروانا چاہتا تھا مگر سیزن آن ہونے کی وجہ سے اسے کوئی گاڑی نہ مل سکی۔ مجبوراً لوکل ٹرانسپورٹ پر آنا پڑا جس کی وجہ سے وہ دوسرے روز شام کو اسلام آباد پہنچا تھا اور اس سارے سفر میں اس کے ذہن کے ساتھ ایک خوف چپک سا گیا تھا۔

"اگر کبھی بابا کے ساتھ ایسا ہوا تو.....؟"

اور اس سوچ کے بعد اس کے جسم میں سانپ رینگنے جیسی لہر اٹھتی کہ اس کا جسم پسینے میں بھیگ جاتا۔

"عرشیہ احتشام الدین..... تم نے کس طرح صورتِ حال کو فیس کیا ہوگا۔" بے بس سا ہو کر اس نے سر اگلی نشست کی بیک سے لگایا تھا۔

☆☆☆

Scanned with CamScanner

اسے کچھ ہوا تھا..... وہ ٹھیک نہیں تھی..... اک لمحے کے لیے اس نے سوچا کہ شاید یہ خلافِ معمول بات تھی جو اس کے ایسے ردِعمل کا باعث بنی تھی۔ مگر نہیں..... آنکھیں سکیڑے، کسی سوچ کے زیرِ اثر اس کے دماغ نے جیسے وہ لمحہ ریوائنڈ کیا تھا..... وہ تاثرات ..... اور اگلے ہی لمحے وہ بھی کمرے سے باہر اس کے پیچھے گیا۔ لوگوں کے درمیان سے نسبتاً تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے گزرا اور ہال کو کراس کرتے ہی اس نے سیڑھیوں کی طرف دوڑ لگائی تھی اور جب وہ پارکنگ لاٹ میں پہنچا تو وہ گاڑی اسٹارٹ کر چکی تھی۔ اس کی طرف آتے ہوئے حسن نے بے ساختہ آواز دی تھی۔

"ادا.....!" اور ادا نے کلچ پر سے پاؤں اٹھا دیا۔

اس کی نظروں کی گرفت سے ادا کا ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالنا چھپا نہ رہ سکا تھا۔

"یا خدا.....!" وہ کیا کرنے جا رہی تھی۔

گھٹنوں پر ہاتھ رکھے، رکوع کی حالت میں جھکے، ہانپتے ہوئے اس نے ادا کی گاڑی کو پارکنگ لاٹ سے نکلتے دیکھا..... مگر وہ کمپنی کی حدود سے ایگزٹ کا بیریئر کراس کیے بنا نہیں جا سکتی تھی۔

حسن نے فوراً بیریئر پر موجود سکیورٹی والوں کو کال ملائی۔

"انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ سے حسن احمد بات کر رہا ہوں۔ 163 نمبر کی کار ایگزٹ کی طرف آ رہی ہے۔ اسے جانے نہیں دینا۔ میرے آنے تک روک کر رکھیں۔"

اور ایک بار پھر اس نے ایگزٹ کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

☆☆☆

وہ عجیب غم بھرے غصے کی لپیٹ میں تھی۔ اس کا نمبر بند کیوں تھا..... وہ کیوں اس کے پاس تب نہیں تھا کہ جب اس کی ضرورت اسے ہمیشہ سے زیادہ تھی..... کیوں وہ بنا بتائے ٹور پر چلا گیا..... آخر کیوں؟"

بخت نے اس کا یوں ساکت ہو جانا نوٹس کیا تھا۔

لاہور 15 جولائی 2023ء کو اکبر اعظم میریج ہال، مین بلیوارڈ گلشن راوی میں نائس ادبی فورم کی پہلی سالگرہ کے موقع پر ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں معروف شاعروں کو ان کی ادبی خدمات پر ایوارڈز سے نوازا گیا۔ اس تقریب میں معروف شاعرہ و سماجی کارکن محترمہ فریدہ خانم کو ان کی اعلیٰ علمی و ادبی خدمات کے اعتراف پر معروف شاعرہ، ادیبہ، کالم نگار پروفیسر ڈاکٹر محترمہ شاہدہ دلاور شاہ کے دست مبارک سے "حسن کارکردگی ایوارڈ 2023ء" سے نوازا گیا۔ تقریب میں حاضرین کی خاطر تواضع کے لیے مرحبا لیبارٹریز کی طرف سے شربت گل بہار اور شربت سنتو اور ٹپال دانے دار چائے کا انتظام کیا گیا تھا۔

Scanned with CamScanner

انیسے کسی لمحے کا سامنا کرنا..... دلاسا دینا..... تسلی کے بول کہنا..... اُف..... بخت نے گہری سانس بھر کر منہ پر ہاتھ پھیرا اور پھر سست قدموں سے اس تک آیا۔ وہ ابھی تک اپنے اندر اٹھتے ابال کے زیر اثر وہیں دروازے پر کھڑی تھی۔ بخت نے ہاتھ کے اشارے سے اسے سائڈ پر ہونے کو کہا۔ اسے تو یہ تک معلوم نہ تھا کہ کوئی مریض اس کے دروازے سے ہٹنے کے انتظار میں ہے۔ وہ دروازے سے دور ہٹ کر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی۔

"سوری..... مجھے تمہارے پاس ہونا چاہیے تھا۔"

اور اس بات پر اس نے نظریں اٹھا کر براہ راست اس شخص کو دیکھا۔ وہ جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے، سر جھکائے کھڑا تھا۔ چہرے پر سفر کی تھکان تھی، لباس ملگجا سا ہو رہا تھا۔ کندھوں پر موجود بیگ پیک تک نہ اتارا تھا۔ زندگی میں وہ بس ایک شخص ہوتا ہے جو آپ کے لیے، آپ کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہونے کے لیے سب کچھ چھوڑ کر آسکتا ہے..... اور بخت عبدالرحمٰن..... اس کی زندگی میں وہ واحد شخص تھا۔

آفتوں کے دور میں
چین کی گھڑی ہے تو.....

"بخت.....!"

"ہوں....." اس نے سر اٹھایا۔

اور وہ گم صم اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ اسے وہ چہرہ دیکھنا تھا جسے وہ سر جھکائے چھپائے ہوئے تھا۔

"یہاں سب تھے....." اس نے دیوار سے سر ٹکایا۔ رخ موڑ کر اس لمبے کاریڈور کو دیکھتے ہوئے جب وہ بولی تو آواز بے حد مدھم تھی۔

"انکل، پھپھو، عماد بھائی، طیب، رشیدہ، ابو کے دوست کولیگز، پڑوسی..... وہاں روم میں اک مجمع تھا..... پر تم نہیں تھے..... تو میرے لیے جیسے اس دھرتی پر کوئی انسان ہی نہیں بچا تھا۔ مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا تھا۔"

اس نے کسی بچے کی طرح منہ بسورا۔ بخت نے اسے بولنے دیا۔ اس کا کتھارسس ضروری تھا اور پھر وہ اچانک ہونٹ بھینچ کر چپ ہوگئی۔ شاید آنسو روک رہی تھی۔ اس نے ایک نظر عرشیہ کو دیکھا۔ متورم چہرہ، بھیگی پلکیں، خشک ہونٹ، آنکھوں کے گرد حلقے، سلوٹ زدہ لباس، لان کا مسلا ہوا دوپٹا سر پر تھا مگر پھر بھی الجھے، بے ترتیب بال دیکھے جاسکتے تھے۔

"عرشیہ! مشکلات، مصائب، پریشانیاں انسانوں پر ہی آتی ہیں۔ ہمیں ہی یہ جھیلنی ہوتی ہیں۔ اس لیے صبر، حوصلہ..... ہاں..... اور میں ہوں ناں۔" اس قدر نرمی اور پیار سے وہ بولا تھا کہ..... بے ساختہ عرشیہ نے بخت کا چہرہ دیکھا۔ چند لمحے پلکیں جھپکائے بنا اسے دیکھتی رہی۔

"میں کیسے جیوں گی بخت؟" دونوں بازو پہلو میں لٹکائے وہ بہت لاچاری سے بولی تھی اور پھر بول کر دونوں ہاتھ منہ پر رکھے۔ گہری، گہری سانس لیتے ہوئے وحشت زدہ ہو کر اس نے دیوار میں ہی سمٹ جانا چاہا۔ بخت نے چونک کر اسے دیکھا۔

"عرشیہ.....!" اور اس سے پہلے وہ کچھ کہتا یا کرتا، وہ یوں ہی منہ پر ہاتھ رکھے وہاں سے بھاگ گئی..... اور بخت عبدالرحمٰن ڈھلکے ہوئے کندھوں کے ساتھ بہت بے بسی سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔

☆☆☆

"بابا.....!"

"آؤ بخت!" اسے دیکھ کر انہوں نے اپنے پیر سمیٹے۔ وہ بیڈ پر نیم دراز تھے۔

"پریشان ہو؟" وہ ڈھیلے سے انداز میں دھپ کر کے بیڈ پر بیٹھا تو عبدالرزاق بولے بنا نہ رہ سکے۔

"حالات تو پریشانی والے ہی ہیں۔" اور عبدالرزاق اک گہری سانس بھر کر رہ گئے۔

"ابھی تو چلو عرشیہ کے ساتھ اس کی پھپھو ہیں۔ عماد بھی گھر میں موجود ہے لیکن انہوں نے آخر اپنے گھر کو جانا ہی ہے ناں۔ تب..... تب کیا ہوگا۔ وہ اکیلی کیسے بیمار باپ کو بنا کسی مرد کے سنبھال پائے گی۔" وہ دونوں ہاتھ بالوں میں پھنسائے بیٹھا تھا۔

Scanned with CamScanner

''میل نرس بھی ارینج نہیں کیا جاسکتا کہ گھر میں فقط دو اکیلی عورتیں ہی ہیں۔'' عبدالرزاق کے لہجے میں بھی محسوس کرنے والی پریشانی تھی۔

''اور اس سب میں اسے اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا۔''

''ایک ہی حل ہے بخت..... سادہ سا نکاح کرو اور اس کے گھر شفٹ ہو جاؤ۔'' اس ''حل'' پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر باپ کو دیکھا۔

''اور آپ.....؟ آپ کا کیا؟''

''لو میرا کیا ہے۔ بھلا چنگا ہوں..... تبریز ہے..... میرا بھائی ہے ..... اور پھر تم کون سا دور ہو گے۔ اسی شہر میں ہی تو رہو گے۔''

''ایسا سوچیے گا بھی نہیں۔ اس چیز کی کہیں پر گنجائش نہیں نکلتی اور اگر بالفرض آپ کی بات مان بھی لی جائے تو جب بھی میں شہر سے باہر ہوا پھر؟''

''ولید ہوتا تو تمہیں یہ مشکل دیکھنی نہیں پڑتی۔'' وہ یاسیت سے گویا ہوئے۔

''کم آن بابا! جو ہے نہیں، اس کا تذکرہ بھی کیا۔'' بخت بیزار ہوا۔

''تم یہ ٹریولنگ والا کام یہاں بیٹھ کر نہیں کر سکتے کیا؟ کوئی منیجر وغیرہ ہائر کر لو۔''

''ایسا ہی کچھ کرنا پڑے گا لیکن پھر بھی مسئلہ وہیں کا وہیں رہے گا۔ ہاں بس یہ ہوگا کہ میں شہر میں موجود رہوں گا۔''

''مسئلہ وہیں کا وہیں کیوں رہے گا۔ شادی کے بعد چلو احتشام کو بھی یہیں لے آئیں گے۔ اتنا بڑا گھر ہے، انیکسی ہے..... دوست ہے میرا اور اب تو تعلق کی نوعیت بھی بدل چکی..... بیٹی کے ساتھ رہے گا۔''

''ہاں یہ ہو سکتا ہے۔'' اس کے چہرے پر ایک دم جیسے ریلیف کے سے تاثرات ابھرے تھے۔

☆☆☆

''پھپھو مت جائیں ناں۔'' وہ ایک دم ان کے جانے کا سن کر خوفزدہ ہو گئی تھی۔

''ادھر آؤ۔'' اسے یوں متوحش سا کھڑا دیکھ کر انہوں نے پاس بلایا، بٹھایا اور پھر چمکارتے ہوئے بولیں۔

''چندا، مجبوری ہے ناں..... امیہ کا معلوم تو ہے تمہیں (پھپھو کی بڑی بہو)۔ اسے بھی اس وقت میری ضرورت ہے۔ پہلا، پہلا بچہ ہے۔ کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو لوگ سارا الزام میرے سر پر ہی تھوپ دیں گے۔ تم فکر نہ کرو میری جان! مجھے چند دن کے لیے جانے دو پھر آجاؤں گی۔'' وہ سمجھ کر سر ہلاتی رہی۔

''عماد بھائی بھی آپ کے ساتھ جائیں گے؟''

پچھلے پندرہ دنوں سے عماد بھی وہیں تھا۔ ماموں کو سنبھالنا، انہیں واش روم لے جانا، سب وہی دیکھ رہا تھا۔ گو کہ احتشام بہ احسن اب کافی بہتر تھے۔ اٹھ بیٹھ جاتے تھے مگر وڑن کا مسئلہ دقت لے رہا تھا۔

''ادھر کیسے چھوڑ جاؤں اسے۔ جوان لڑکا ہے۔ لوگ سو طرح کی باتیں بنائیں گے۔ عماد کہہ رہا تھا، وہ جا کر حمزہ کو بھیجے گا۔ اس کے دسویں کے امتحان ختم ہو گئے ہیں۔ گھر پر ہی ہوتا ہے۔ ادھر ادھر جو لفنڈریاں کرتا ہے یہاں آکر ماموں کی خدمت کرے گا۔''

وہ چند لمحے خاموشی سے پھپھو کا مہربان چہرہ دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر کسی بات کے کہنے یا نہ کہنے کا تذبذب تھا۔

''پھپھو.....!'' اور جب وہ بولی تو آواز اتنی مدھم تھی کہ بس شائبہ ہوا تھا کہ اس نے پکارا ہے۔

''کہو چندا!'' پھپھو نے اس کی حالت دیکھ کر پیار سے سر پر ہاتھ رکھا۔

اور پھر جو اس نے کہا اور جو پھپھو نے سنا، اس کو سن کر ان کا ہاتھ اس کے سر سے نیچے جا گرا۔ انہیں یکلخت شدید شاک پہنچا تھا۔

☆☆☆

گمان کا کیا ہے۔ اس کی پرواز کو چاہے جتنا مرضی بلند کر لو..... اتنا کہ آسمانوں سے بھی پرے..... وہ بھی اسی ''گمان'' کے ہاتھوں مارا گیا۔ ایک تصویر بھیج دینے سے اب کیا چائے کی پیالی میں طوفان اٹھتا؟ ہاں اس کے گمان نے تو طوفان کے بعد کی تباہی تک پرواز

Scanned with CamScanner

کی مگر طوفان تو کیا..... اک پتا تک نہ ہل سکا.....
کیوں؟ وہ شدید حیران تھا۔ اتنا سکون تھا، اتنا کہ کسی نے اس سے پلٹ کر پوچھا بھی نہیں کہ ایسی گھٹیا حرکت کا مقصد؟ عرشیہ کو کال کرنا چاہا تو اس کا نمبر بلاک ہو چکا تھا۔ لینڈ لائن پر کال کی تو شاید نمبر بدلا جا چکا تھا۔
اب.....؟ ہر کوئی اپنی زندگی میں مگن تھا۔ سکون سے رہ رہا تھا۔ ادا عبدالمالک ایک کامیاب بزنس وومن..... بخت عبدالرحمن..... ایک مشہور ٹریولنگ کمپنی کا مالک..... عرشیہ احتشام الدین..... اس کی جوتی بھی اب پروانہ کرتی تھی کہ کسی ولید عبدالرزاق نے اس کے دل میں شک کا کانٹا گاڑنا چاہا تھا..... اور عبدالرزاق..... اس کا حصہ اس کے منہ پر مار کر وہ اپنے بھتیجے کے ساتھ ایسی زندگی گزار رہے تھے کہ کیا کوئی سگے بیٹوں کے ساتھ گزارتا ہوگا۔
''اور میں.....؟'' امریکن بیوی، بہترین کیریئر، ایک بچے کا باپ بننے والا تھا۔ کیا ہوا جو آ گسٹا۔ ایک شکی مزاج اور وہمی عورت تھی..... کماتی بھی تو لاکھوں تھی۔ زندگی میں اور کیا چاہیے؟
پارک میں بینچ پر بیٹھے ہوئے، کافی کا کپ ہاتھ میں لیے وہ گہری سوچ میں تھا۔
''نہیں، یہ کافی نہیں۔'' اس کے چہرے پر سے سوچ کے تاثرات غائب ہوئے۔ وہاں اب خباثت اپنے پورے جلووں کے ساتھ نمایاں ہو رہی تھی۔
''میں ان کو یوں سکون سے تو کبھی نہیں رہنے دوں گا..... میری ماں کا سکون برباد کرنے والے، زندگی کو بھرپور طریقے سے کیسے گزار سکتے ہیں اور ادا عبدالمالک.....!'' اور اس کے ساتھ ہی اس کے موبائل پر نوٹیفکیشن کی بیپ ہوئی۔ اس نے چونک کر فون کو نکال کر دیکھا۔ کسی چینل پر کوئی نئی ویڈیو اپ لوڈ ہوئی تھی۔ اس نے ویڈیو فارورڈ کرتے ہوئے دیکھی..... اور وہ اب اسی چینل کا انسٹاگرام پیج کھول رہا تھا۔ ادا عبدالمالک کو ولید عبدالرزاق پچھلے کئی ہفتوں سے اسٹاک کر رہا تھا۔

☆☆☆

اس کی گاڑی کو سائڈ پر روکنے کا اشارہ کیا گیا تھا۔ اسے حیرت اتنی ہوئی کہ ذہن سے سارا کچھ بھک سے اڑ گیا۔ ''مجھے کیوں روک رہے ہیں؟''
ذہن میں بس یہی تھا۔ وہ کس سے بھاگ رہی تھی، کیوں بھاگ رہی تھی؟
سائڈ پر گاڑی روکتے ہی کار کے شیشے پر دستک ہوئی۔
''جی؟'' اس کے ''جی'' میں، لہجے میں، آنکھوں میں ایک ہی حیرت کا تاثر تھا۔
''السلام علیکم میم! گاڑی کے پیپرز پلیز۔'' اور اس کا دل دھک کر کے رہ گیا۔
پیپرز تو ابو کے پاس ہوتے تھے۔ اس نے اپنا ڈرائیونگ لائسنس تک نہیں بنوایا ہوا تھا۔
''دیکھیے، میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور اس طرح روک کر آپ مجھے مزید پریشان کر رہے ہیں۔''
دوڑ کر آتے ہوئے دور سے ہی اس نے گاڑی کو رکا ہوا دیکھ لیا تھا۔ رک کر اس نے سانس بحال کی۔ جیب سے ٹشو نکال کر چہرے پر آیا پسینہ صاف کیا اور پھر ٹائی کی ناٹ درست کرتا، بالوں کو ہاتھ سے برابر کرتا گاڑی کی سمت بڑھا۔
''اینی پرابلم آفیسر؟'' ادا نے اپنے عقب میں وہ آواز سنی اور اس کے سینے میں اوپر چڑھتی سانس وہیں ساکت ہو گئی۔ گردن کی رگیں تک کھنچ گئیں۔
''سر! میم کی گاڑی کے کاغذات چیک کرنے تھے۔''
''میری مہمان ہیں۔'' خشمگین نگاہوں سے سیکورٹی آفیسر کو گھورتے ہوئے وہ کار کی کھڑکی کے پاس جھکا۔
''کیز.....؟'' اس نے ہاتھ پھیلایا۔
ادا نے تیز نظروں سے اسے دیکھا اور پھر سیکورٹی آفیسر کو۔ اس کے کندھے ڈھلکے، گردن ذرا سی ترچھی کیے، اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے وہ چند لمحوں کے لیے بے بسی سے سامنے دیکھتی رہی اور پھر جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ چابی اس کی پھیلی ہتھیلی پر پٹخنے والے انداز میں پھینکی اور گھوم کر دوسری طرف سے آ کر بیٹھی..... اور اس

Scanned with CamScanner

کے گاڑی میں بیٹھنے تک حسن نے سر کو خم دے کر آفیسر کا شکریہ ادا کیا۔ آفیسر کے ہونٹ ذرا سے پھیلے اور اس نے بھی سر کو خم دے کر شکریہ وصول کیا۔

☆☆☆

"ایسی کون سی انہونی یا انوکھی بات تھی جس پر آپ جیسی میچور خاتون نے ایسا ردِعمل دیا۔"

گاڑی میں بیٹھتے ہی جیسے وہ کمپنی کی حدود سے باہر نکلے تو اس نے ایک نظر ادا کے چہرے کو دیکھا تھا۔ نظر لوٹتے، لوٹتے بھی اس کے گھٹنے پر جا پڑی۔

"مائی گاڈ!" کہتے ہوئے ایک جھٹکے سے اس نے گاڑی روکی۔ حیرت سے اس کو تکتا رہا اور وہ سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے سامنے تکتی رہی۔

اس نے یوٹرن لیا اور گاڑی کسی قریبی کلینک کے رستے پر ڈال دی اور جب وہ ڈریسنگ کروا کر گاڑی میں بیٹھی تو حسن ماتھے پر بل لیے بولا۔

"پرپوز ہی تو کیا تھا ناں..... کوئی کنپٹی پر گن نہیں رکھ دی تھی۔" اور وہ ہونٹ بھینچے، رخ موڑے، دونوں ہاتھ گود میں رکھے خاموشی سے کار ونڈو سے باہر دیکھتی رہی۔

"ادا! کوئی مسئلہ ہے تو کھل کر کہیے۔ میرا بھرپور تعاون آپ کے ساتھ ہوگا۔"

اس نے رخ موڑ کر حسن کو دیکھا۔ کہنی سیٹ کی بیک پر ٹکائے، رخ اس کی طرف موڑے وہ پوچھ رہا تھا۔ وہ چہرہ، اس کے نقوش..... وہ حسن ہی تھا..... وہ کوئی اور کیسے ہو سکتا تھا۔ ادا نے تھک کر نگاہ پھیری۔

"آپ کے تعاون کی حد کیا ہے؟" چہرے کے تاثرات اور باڈی لینگویج کے برعکس جب بولی تو لہجہ مضبوط تھا۔ حسن نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ کون سی حد جاننا چاہتی ہیں؟" ادا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"گھر تک چھوڑ دیں گے یا میں.....؟" اور حسن نے اپنا کوئی سوال کیے ایک گہری سانس بھر کر گاڑی اسٹارٹ کی اور پھر تمام رستے کوئی دوسری بات نہ ہوئی، نہ سوال۔

"آپ کیسے واپس جائیں گے؟" جب گھر نزدیک آنے لگا تو اچانک ادا کو خیال آیا۔

"ایسا کریں آپ گاڑی لے جائیں۔"

"اور پھر کل اسے واپس کرنے آؤں گا تو پھر کیسے جاؤں گا؟"

انتہائی سنجیدگی سے سوال آیا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ادا کے ہونٹ ذرا سا پھیلے۔

"تو پھر اگلے چوک پر گاڑی روک دیجیے گا۔ میں گھر تک کر لوں گی ڈرائیو۔ کالونی سے کیب ملنا مشکل ہوگا۔" اور اس نے بس سر کو خم دیا۔

چوک آنے پر اس نے گاڑی سائڈ پر کرتے ہوئے فٹ پاتھ کے قریب جا کر کھڑی کی۔ دونوں اپنی، اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر آئے تھے۔ فٹ پاتھ کھڑے ہوتے ہوئے اس نے چابی ادا کی طرف بڑھائی۔

"بہت شکریہ!" سر کو خم دے کر کہتے ہوئے اس نے چابی پکڑی..... مڑی..... چند قدم بڑھائے..... پھر قدم روک لیے۔ ایک گہری سانس بھر کر گردن اٹھا کر اس نے پھیلتے اور چمکتے دن کو دیکھا اور پھر مڑ کر حسن کو۔

"میرا نکاح ہوا تھا۔ رخصتی ہونے سے پہلے ہی طلاق ہو گئی تھی۔" کندھے بالکل سیدھے کیے، اٹھی ہوئی گردن کے ساتھ..... وہ حسن کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی اور پھر اپنی بات کے ردِعمل میں اس کے چہرے کے تاثر کو پڑھے بغیر مڑ گئی۔ بے عزتی کا وہ شدید احساس جو ہر دفعہ طلاق کے ذکر پر اسے کسی اژدھے کے مانند لپیٹ لیتا تھا..... اس احساس کو پچھاڑ کر..... اس نے کس طرح یہ بات کہی تھی، یہ اس کا رب ہی جانتا تھا۔ وہ بے قصور تھی۔ اس بے عزتی کی مستحق وہ نہیں، ولید تھا۔

اس کے بازو میں ایک بار پھر وہی لرزش محسوس ہوئی۔ بازو کو سختی سے جھٹک کر، بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ، آنکھوں میں ٹھہرے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی اسٹارٹ کی اور پیچھے

Scanned with CamScanner

دیکھے بنا وہاں سے موو کر گئی۔
اور حسن احمد کو خود اپنے ہی پیش کردہ "تعاون" کی حد جاننے میں مشکل پیش آئی تھی۔

☆☆☆

وہ کتنی دیر سے پلک جھپکے بنا اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا۔ وہ تو رشیدہ کے بلانے پر جب اس نے گردن موڑی تو گردن میں درد کی اٹھنے والی لہر نے اسے بتایا کہ وہ کافی دیر سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ بے ساختہ اس کا ہاتھ گردن تک گیا۔

"ہاں، بخت کھانا یہیں کھائے گا۔" رشیدہ کے پوچھے جانے والے سوال کا جواب دے کر ہاتھ سے گردن کو دباتے ہوئے وہ پھر سے اپنے سابقہ شغل میں مصروف ہوگئی۔

لاؤنج کی کھڑکی سے باہر لان میں بخت، ابو اور حمزہ بیٹھے ہوئے تھے۔ بخت کا کام ایسا تھا کہ اس کے لیے چھٹی کا کوئی دن نہیں ہوتا تھا مگر پھر بھی پچھلے دو گھنٹے سے وہ احتشام صاحب کے ساتھ تھا۔

"وہ اپنی زندگی میں سے کتنے گھنٹے نکال پائے گا.....؟ عرشیہ کی خاطر..... اس کے باپ کے واسطے....." عرشیہ نے تھک کر جلتی ہوئی آنکھیں موند کر سر صوفے کی پشت پر گرایا۔ کسی احساس کے تحت اس کے گلے میں کچھ اترتا ہوا دکھائی دیا۔

"عرشیہ!" ایسی نرم پکار جو کسی relaxant کی طرح جسم و جاں میں اتری تھی۔ وہ یوں ہی آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی۔

"عرشیہ!" وہ دوبارہ وہی نرم آواز سننا چاہتی تھی مگر اب کے ایک آنسو آنکھ کے گوشے سے نکل کر کنپٹی تک پھسلا تھا۔ گلا کھنکھار کر سیدھا ہوتے ہوئے اس نے نامحسوس انداز میں آنکھ کا نمکین پانی صاف کیا۔

"ابھی تک پریشان ہو؟ دیکھو تو سہی اکمل کسی حد تک سنبھل چکے ہیں۔ ایک مہینے میں ہی ان کا وزن واپس آنے لگ گیا ہے۔ ان کا لائف اسٹائل بدلنا پڑے گا، نیوٹریشن والی غذائیں دینی ہوگی۔ واک، ایکسرسائز کروانی ہوگی اور اس کے لیے تمہیں ہمت پکڑنی ہے..... ہے ناں.....!"

اور وہ جو یک ٹک اسے بولتا دیکھ اور سن رہی تھی، اس کے بات ختم کرنے پر اس نے آہستگی سے سر ہلایا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم پریشان ہو۔ یہ مناسب موقع نہیں ہے مگر بے حد نامناسب حالات میں ہی اگر لائحہ عمل طے نہ کیا جائے تو زندگی درہم برہم ہو جاتی ہے۔"

"اتنی تمہید کیوں باندھ رہے ہو..... یہ تمہارا اسٹائل نہیں۔" مسکراتے ہوئے بھی افسردگی نے اس کے چہرے کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔

"اب میرا شہر میں رہنا ناگزیر ہے۔ اسی لیے میں ایک منیجر ہائر کرنے لگا ہوں۔ وہ سارے وہ کام دیکھ سکے گا جو میرے ذمے ہیں۔ اس گھر کو ایک مرد کی ضرورت ہے۔ تم یہ سب اکیلے مینج نہیں کر سکتیں..... دوسرے کب تک ساتھ دیں گے..... میں انیکسی تمہارے اور اکمل کے لیے سیٹ کروا رہا ہوں..... میرا خیال ہے ہے کہ حالات ایسے ہیں کہ اب انگیجمنٹ کو طول دینا ٹھیک نہیں۔" بات ختم کر کے جب عرشیہ کو دیکھا تو اس کا چہرہ اتنا بے تاثر تھا کہ بخت چونک گیا۔

"عرشیہ!"

"ہوں۔"

"کہاں ہو؟ میں کچھ کہہ رہا ہوں۔"

"سن لیا ہے میں نے۔" اس نے پھر سے آنکھیں بند کر کے صوفے کی پشت پر سر گرایا۔

"جب سن لیا ہے تو کچھ جواب بھی دے دو۔"

"تھوڑا وقت دو، بخت عبدالرحمن..... جواب دوں گی....."

بخت کے خیال میں عرشیہ ایسی ہی کسی پیش رفت کی منتظر تھی مگر اس کا لاتعلق سا انداز یہ ظاہر کر رہا تھا کہ اسے ایسی کسی بات سے سرے سے کوئی لینا دینا ہی نہیں تھا۔

"پھر وہ کیا سوچے بیٹھی تھی؟ اس ایک "حل"

Scanned with CamScanner

کے علاوہ کوئی اور حل تھا تو اسے سمجھاتی...... گر نہیں تو اس کی تائید کرتی...... مگر ایسا ردِ عمل۔'' وہ پُرسوچ نظروں سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

☆☆☆

''کچھ ڈیزائن بھیج رہا ہوں، سلیکٹ کر لیجیے گا۔''

''یہ تھی تعاون کی حد......'' پیغام پڑھتے ہی اس کے چہرے پر تلخ تاثرات پھیلے۔ اس دن ماں کے سامنے تو بڑی وکالت کری تھی کہ حقیقت کو چھپا کر کسی کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کرے گی مگر جب حقیقت بتانی پڑی تھی تو چودہ طبق روشن ہو گئے تھے...... یہ آسان نہ تھا...... مگر یہ جتنا بھی مشکل ہوتا، اسے سہنا تھا۔ مقابل کو آگاہ کرنا تھا۔ کوئی تو ملے گا بخت عبدالرحمٰن جیسا......

''بخت عبدالرحمٰن جیسا ہی کیوں؟ بخت عبدالرحمٰن ہی کیوں نہیں۔'' سوال غضب کا اٹھا تھا مگر جواب اپنے اندر اک قیامت رکھتا تھا۔ وہ جیسے سُن ہو کر رہ گئی۔ سانس تک ٹھہر گئی۔ گرنے کی بنیہ سے گھٹنے کے علاوہ اور بھی جگہ چوٹیں آئی تھیں۔ گھر والوں کو گرنے کا ہی بتایا۔ یہی بتایا کہ سیڑھیوں سے پیر رپٹا۔ یہ بھی کہا کہ حسن احمد چھوڑ گئے ہیں۔ بس یہ نہ بتایا کہ وہ بھاگی تھی۔ اب طبیعت مضمحل سی تھی۔

اس کے بیڈ روم کی کھڑکی کے ساتھ بالکنی میں موتیا کی بیل چھت تک چڑھی ہوئی تھی۔ کھڑکی کے پاس رکھے کاؤچ پر نیم دراز وہ اسی بیل پر نظریں جمائے بیٹھی تھی کہ فون پر پیغام موصول ہونے کی آواز ابھری تھی۔ اس نے سانس کھینچ کر آہستگی سے آنکھیں بند کرتے ہوئے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھے۔

''نہیں ادا عبدالمالک...... کوئی...... کسی جیسا نہیں ہوتا۔ زندگی میں بس ایک ہی شخص ہوتا ہے جو ہر حال میں، ہر طرح کی صورتِ حال میں آپ کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہوتا ہے...... کھڑا ہو سکتا ہے...... اور وہ بخت عبدالرحمٰن ہے۔ دوسرا کوئی کیسے ہو سکتا ہے؟'' اور ادا عبدالمالک کے کندھوں نے ایک جھٹکا کھایا۔ اس نے منہ کھول کر، گہری سانس لے کر اس ابال کو روکنا چاہا مگر آنسو ٹوٹ، ٹوٹ کر گرے تھے اور وہ ان آنسوؤں کے آگے بے بس ہی ہو گئی تھی۔

''کاش بخت عبدالرحمٰن ہم نے کسی اور دنیا میں، کسی اور حالات میں ایک دوسرے کو جانا ہوتا۔ تم کسی ولید کے بھائی ہوتے نہ میں طلاق یافتہ ہوتی...... اور گر ایسا ہوتا تو خدا کی قسم میں تم سے تم کو مانگ لیتی کہ ادا عبدالمالک کے بخت کا ستارہ تمہارے جیسا ماند ہے...... میں سر اٹھا کر، تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکتی کہ ادا عبدالمالک تمہارے ہی قابل ہے...... مگر آہ! کہ ہم اس دنیا میں ملے کہ جہاں حالات اور حادثات نے میرے ذہن، دل کو باندھ کر رکھ چھوڑا ہے۔''

''بجو!''

اور وہ بری طرح سے ڈر کر چونکی۔

''کیا ہوا بجو؟'' پریشان ہو کر اس نے ادا کے دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹاتے ہوئے اپنے ہاتھ میں لیے۔

اور وہ ہونٹ چباتے ہوئے مسلسل آنسوؤں کو روکنے کی کوشش میں تھی۔ سرخ ہوتی ناک کے نتھنے پھول اور پچک رہے تھے۔

''بجو پلیز، کچھ بتائیں تو سہی۔'' ادا کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس نے انگوٹھوں سے اس کے آنسو صاف کیے۔

''حسن نے پروپوز کیا ہے۔'' روتے ہوئے کہہ کر وہ ایک دم اس کے گلے لگی۔

''کون حسن...... وہ جن سے کچن بنوا رہی ہیں؟'' اس نے خوشگوار حیرت سے اسے کندھوں سے پکڑ کر سیدھا کیا اور اس نے سر ہلا دیا۔

''تو اس میں رونے والی کیا بات ہے؟ یہ تو اچھی بات ہے۔''

''مجھے نہیں کرنی شادی۔'' وہ عجیب بے بسی سے بولی۔

''کیوں نہیں کرنی؟''

''میں ٹھیک نہیں ہوں تارا!''

''کیا مطلب؟'' تارا بری طرح سے ٹھٹکی۔ اس نے تارا کو دیکھا اور پھر اپنا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کیا۔

خانوادۂ نبوت کی خواتین

عورت ربِ رحمٰن کی اک حسین تخلیق ہے زمانے نے ہمیشہ مجبور اور محکوم سمجھا۔ کائنات میں دیگر موجود اشیا کی طرح ایک شے جانا۔ کسی تہذیب میں کھلونے کی طرح سلوک کیا گیا اور کسی میں دیوداسی بنی..... کسی علاقے میں ترکے میں ملی اور کسی میں بھیڑ، بکری کی طرح پالی گئی۔ لیکن حضورؐ کا مہربان وجود اس در بدر ٹھوکریں کھاتی اور زندہ درگور ہوتی عورت کے لیے محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن کر اس کی زندگی کے لیے خوشیوں کی نوید لے کر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی پر نظر ڈالیں تو ہمیں عورت اپنے ہر روپ میں بھرپور کردار ادا کرتی نظر آتی ہے۔

☆ انؐ کے والدان کے دنیا میں تشریف لانے سے قبل ہی دنیا سے رخصت ہو گئے اور ان کی والدہ محترمہ بی بی آمنہ کا تذکرہ ملتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں یاد فرمایا کرتے تھے۔

☆ ان کی رضاعی والدہ بی بی حلیمہ سعدیہ کا ذکرِ خیر ہمیں سیرت کی کتابوں میں تفصیلاً ملتا ہے جبکہ رضاعی والد کا سرسری تذکرہ ہوا ہے۔

☆ ان کی رضاعی بہن حضرت سیمٰا کے واقعات بھی بیان ہوئے ہیں۔

☆ پھر حضرت خدیجہؓ ان کی زندگی میں آئیں جنہوں نے اپنی وفا اور محبت کی ایسی لازوال داستان رقم کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر وقت تک ان کی یاد میں غمزدہ ہو جایا کرتے تھے۔ پہلی مسلمان خاتون ہونے کا شرف حضرت خدیجہؓ کی وجہ سے ہر مسلمان عورت کا افتخار ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی ڈھارس اور تسلی دی کہ نبوت کی پہلی گواہ بن کر فخر اور وقار کا مقام حاصل کیا۔ اپنے تن، من اور دھن تینوں کو کارِ نبوت میں کھپا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولاد کی نعمت سے سرفراز کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پہلی نماز خانہ کعبہ میں جا کر پڑھی۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی، فون رنگ ہوئی۔

دونوں نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔ وہ بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر رکھا تھا۔ تارا اٹھ کر فون تک گئی۔

"اوہو..... حسن احمد کالنگ....." اس نے فون لہرا کر کہا۔

"شٹ اپ!" اور ادا نے ناگواری سے کہہ کر منہ پھیر لیا۔

"کیا مطلب، ریسیو نہیں کریں گی؟" وہ بٹن دبا کر رنگ کو سائلنٹ کر چکی تھی اور ادا نے اِک لمحے کو اس کا چہرہ دیکھا۔

"لاؤ دو۔" اور پھر ہتھیلی پھیلائی۔

تارا نے پُرجوش ہوتے ہوئے فون اس کے ہاتھ پر رکھا اور چوکڑی مار کر کاؤچ پر بیٹھ گئی اور بہت اشتیاق سے ادا کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"اب نکلو یہاں سے۔"

"بجو.....!" اس نے آنکھیں پھیلائیں۔

"وہ دروازہ ہے۔" اس نے بے دید ہو کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر رخ موڑ لیا۔

"اچھا فون تو ریسیو کریں، جا رہی ہوں۔" ٹانگیں نیچی کر کے، چپل پہنتے ہوئے، پھولے منہ کے ساتھ، پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

ادا نے اِک نظر فون کو دیکھا، جو بج بج کر خاموش ہو چکا تھا۔

"میں تمہارا فون کیوں نہیں اٹھاؤں گی حسن احمد..... ضرور بات کروں گی۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ مجھے تمہارے تعاون نہ کرنے سے کوئی فرق پڑتا ہے۔ تم کیا جانو..... تم سے بات ہی اسی لیے کی تھی کہ تاکہ تم انکار کر دو....." لبوں پر تلخ مسکراہٹ لیے اس نے سر جھٹکا اور ایک بار پھر اس کے فون پر پیغام موصول ہونے کی آواز آئی۔ اس نے چونک کر فون کو دیکھا۔

"میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔" حیرت کے مارے وہ ٹیک چھوڑ کر سیدھی ہوئی۔ چند لمحے ماتھے پر

Scanned with CamScanner

☆ان کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں حضرت عائشہؓ تشریف لائیں جن کی ہمہ پہلو تربیت میں خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذاتی دلچسپی لی اور امت کے لیے ایک عظیم قانون ساز ام المومنین کی صورت گری کی۔ ایک تہائی دین اسی عظیم عالمہ باعمل خاتون کی وجہ سے امت کے علم میں آیا۔ بڑے مشکل ادوار میں حضرت عائشہؓ نے امت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولاد نرینہ نہیں عطا کی گئی مگر ان کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے توسط سے ان کی صُلبی نسل بھی پروان چڑھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی بیٹی کی تربیت کی کہ وہ آج خاندان کے ادارے اور امومت کی شان کے حوالے سے دنیائے عالم کی خواتین کی صف میں امام بن کر کھڑی ہیں۔

☆انہوںؓ نے اپنے معاشرے کی دیگر خواتین کی بھی ایسی پزیرائی کی کہ ایک تباہ چلتی لونڈی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال جواب کرتی..... بڑی بوڑھیاں بحث و تمحیص کرتیں۔

☆حضرت اسماؓ بنت ابی بکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت کے سفر میں کھانا پہنچاتی اور دیگر احوال کی بھی راز داری سے ذمے داری ادا کرتیں۔

☆سب سے پہلے سرفروشی کا اعزاز بھی ایک عورت حضرت سمیہؓ کو ملا جن کو اسلام کی راہ میں سب سے پہلے شہید کیا گیا۔

☆آج بھی حضرت خدیجہؓ، عائشہؓ اور فاطمہؓ کی بیٹیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی میں اپنا وہی کردار ادا کر رہی ہیں جو روایات ان راہبر خواتین سے انہیں میراث میں ملی ہیں۔

تحریر: ڈاکٹر سمیعہ راحیل قاضی
انتخاب: فرحی نعیم، کراچی

بل ڈالے اس پیغام کو تکتی رہی اور پھر بے دم ہو کر کاؤچ کی پشت سے جا لگی۔

☆☆☆

ایک ہاتھ میں ٹیب پکڑے وہ انہیں اخبار پڑھ کر سنا رہی تھی اور دوسرے ہاتھ سے سیب کی قاش ایک ان کے منہ میں ڈالتی، ایک اپنے منہ میں۔

"یہ تم اپنی صحت بنا رہی ہو یا میری؟" اسے یوں برابر کی چوٹ پر پھل کھاتے دیکھ کر احتشام صاحب مسکرا کر بولے۔

"دونوں کی....." اس نے رک کر انہیں دیکھا اور پھر ہنس دی۔

"رشیدہ اور سیب کاٹ لاؤ۔ ابو کو لگ رہا ہے میں ان کے حصے کا بھی کھائے جا رہی ہوں۔" اس کے وہیں بیٹھے، بیٹھے رشیدہ کو یوں آواز دینے پر احتشام ہنس پڑے۔ عرشیہ نے ایک نظر انہیں دیکھا..... سیب کی قاش ان کے منہ میں ڈالی اور پھر سے خبریں پڑھنے لگی۔ خبریں سننے کے ساتھ ساتھ وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہے تھے۔

"تم نے کیا سوچا ہے عرشیہ؟" خبریں سنتے، سنتے ایک دم وہ بولے۔

"کس بارے میں ابو؟" ٹیب کو سائڈ پر رکھ کر ان کا منہ صاف کرتے ہوئے وہ یوں انجان بنی جیسے جانتی ہی نہ تھی کہ وہ کیا پوچھ رہے ہیں۔ ان کی نظر تھوڑی متاثر ہوئی تھی مگر وژن واپس آ گیا تھا۔

"میرا خیال ہے تمہاری شادی کر دینی چاہیے....." جیسے، جیسے وہ جملہ مکمل کرتے گئے، اس کے ماتھے کے بل ویسے، ویسے بڑھتے گئے۔

"جی..... صحیح کہہ رہے ہیں احتشام صاحب۔ اب یہ ہی وقت تو سب سے مناسب ہے۔ آپ بستر پر پڑے ہیں اور میں آپ کو آپ کی اس آل اولاد کے سر پر چھوڑ کر اگلے گھر سدھار جاؤں جو کہ سرے سے ہے ہی نہیں۔" لہجہ ٹھنڈا مگر طنز سے بھرپور تھا۔ وہ سنجیدہ تھے

Scanned with CamScanner

مگر پھر بھی مسکرا دیے۔

"ٹھیک تو ہوں اب..... نظر بھی آنے لگ گیا ہے، چل پھر بھی لیتا ہوں اور اس عمر میں اتنا بھی نعمت ہوتا ہے بیٹے!" اسے کوئی رونا دونا نہیں آرہا تھا۔ الٹا اس کے دماغ کو گرمی چڑھتی جارہی تھی۔

"ایک بات تو بتائیے ابو! یہ پاکستانی ماں، باپ کو اپنے بچوں کی شادی کا خیال تب ہی کیوں آتا ہے جب وہ شدید بیمار ہوتے ہیں اور جب ان کو آل اولاد کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے..... آپ کو میں کہاں سے بیوقوف دکھتی ہوں، آج بتا ہی دیں۔"

"زندگی کا کچھ پتا نہیں ہوتا ناں۔"

"وہ تو میری کا بھی نہیں....." وہ کہی جانے والی اگلی بات سمجھ کر تڑخ کر بولی۔

"تم تو جوان جہان ہو۔"

"تو کیا جوان جہانوں کو موت نہیں آتی یا آ نہیں سکتی؟"

"فضول بات مت کرو عرشیہ!" ان کی ساری نرمی ہوا ہوئی۔

"میں بھی آپ سے یہی کہنا چاہتی ہوں۔" اس نے بھی نرمی نہیں دکھائی۔

"کب تک سنبھالو گی مجھے؟"

"جب تک آپ ٹھیک نہیں ہو جاتے۔"

"یہ بیماری تو اب ساتھ ساتھ ہی ہے۔"

"تو میں کون سا کہیں جارہی ہوں۔" احتشام صاحب بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ وہ ان کے کندھے کے برابر بیٹھی تھی۔ انہوں نے گھور کر اس کی ڈھٹائی ملاحظہ کی۔

"کیا ارادہ کیے بیٹھی ہو عرشیہ؟" وہ جب بولے تو لہجے کے ٹھہراؤ میں خطرناک حد تک سنجیدگی تھی۔

"بخت نے ایک تجویز دی ہے مجھے۔" ان کے انداز پر وہ سست روی سے اُن کی طرف مڑی۔ لہجے کی ساری تیزی ہوا ہوگئی۔

"وہ چاہتا ہے کہ ہم دونوں..... میں اور آپ ان کے گھر کی اینیکسی میں شفٹ ہو جائیں۔" بات کرتے، کرتے اس کا سر جھک گیا اور اس کے ہاتھوں کی حرکت میں اضطرار تھا۔

"کیا تم اپنے باپ کو نہیں جانتی عرشیہ؟" ان کی آواز کئی لمحوں بعد ابھری تھی۔

اس نے ہونٹ یک دم بھینچے۔ گلے میں کچھ اترتا دکھائی دیا۔

"آپ کیا سوچے بیٹھے ہیں ابو؟" بولی تو آواز میں کسی نمی کا رچاؤ سا تھا۔

"یہی کہ تمہیں جلد از جلد رخصت کر دوں۔"

"اور آپ..... آپ کا کیا؟" دکھ بھری حیرت سے اس نے سر اٹھا کر تیز نظروں سے انہیں دیکھا۔

"ہر مسئلہ حل ہو جاتا ہے عرشیہ! کوئی بھی شے ناممکن کے زمرے میں نہیں آتی۔ یہ اپنی رشیدہ ہے ناں..... اس کی ماں شادی کرنا چاہتی ہے اس کی۔ اسے اور اس کے میاں کو یہاں اپنے پاس ہی رکھ لوں گا۔ گھر بھی سنبھالیں گے اور مجھے بھی۔ میں کون سا لنگڑا لولا ہو گیا..... ذرا طبیعت کچھ اور سنبھلتی ہے تو کلینک جانا بھی شروع کر دوں گا۔" اور وہ جو تیز مگر گہری نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی، اس بات پر اس نے رخ موڑ کر دوسری طرف دیکھا۔ ماتھے پر دو بل، ہاتھ سختی سے ایک دوسرے میں پیوست، ہونٹ بھینچے ہوئے..... کچھ اور لمحے گزرے تو.....

"آپ ٹھیک کہتے ہیں ابو! ہر مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور کوئی بھی شے ناممکن کے زمرے میں نہیں آتی۔" رخ موڑ کر کہتے ہوئے اس کے چہرے کا سابقہ تاثر مٹ چکا تھا اور اب اس کا انداز بول کر خود بتا رہا تھا کہ وہ اپنے باپ کی بات سے اتفاق رکھتی ہے۔

☆☆☆

ریاست اوہائیو کے شہر کولمبس میں اس وقت بادل چھائے ہوئے تھے۔ درخت اپنے سارے پتے گرا چکے تھے۔ سڑک کنارے ایک قطار میں کھڑے ان کی گہری بھوری شاخیں بھی سردی کے باعث اکڑی ہوئی لگتی تھیں۔ سرمئی سڑک متواتر اور موسلا دھار بارش

کی وجہ سے بھیگی ہوئی تھی۔ صبح کے وقت بھی اندھیرا سا تھا۔ کاروں کی ہیڈ لائٹس روشن تھیں۔ چلنے والی سرد ہوا اپنے اندر بدن کو کاٹ کر رکھ دینے والی قوت رکھتی تھی۔ سڑک کنارے لگے اسٹریٹ لیمپ پوسٹ بھی چل رہے تھے۔ بارش سے بھیگتی سڑک، سڑک کے کنارے لگے لیمپ پوسٹ اور ان کے شانہ بہ شانہ کھڑے برہنہ درخت اور ان کے پیچھے بلند و بالا عمارتیں۔ جن کی فرنٹ ایلی ویشن (front elevation) پر بے شمار کھڑکیاں تھیں۔ ایسی ہی کسی عمارت کی کھڑکی سے جھانکو تو اس برستی بارش میں ایک شخص رین کوٹ پہنے، لیمپ پوسٹ کے پاس کھڑا نظر آئے گا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس کے جھکے ہوئے سر پر موجود رین کوٹ کی ہڈ سے پانی کے قطرے ٹپ، ٹپ نیچے ایک سی رفتار سے گر رہے تھے۔ وہ شخص اس برستی بارش میں بھی دونوں ہاتھوں سے موبائل کو رین کوٹ کی اوٹ میں رکھے کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔

اسے دیکھ کر حیرانی ہوتی تھی کہ اتنی برستی بارش میں وہ فون کیسے استعمال کر رہا تھا۔

تمام اسٹاکرز میں ایک ہی مشترکہ عادت پائی جاتی ہے obsession..... اور یہ عموماً "exes" کے حوالے سے ہی ہوتی ہے۔ اس کی ٹائپنگ کے دوران ہی فون نے بیپ کر کے اِک نئے نوٹیفکیشن کا اعلان کیا۔ اس نے فوری swipe down کرتے ہوئے اطلاع کو دیکھا..... اس کو کھولا تو.....

آسمان پر تپتی دوپہر زردی مائل سی دکھتی تھی اور پیروں تلے کا صحرا تپش جیسے جہنم سے چرا لایا تھا۔ ایسے میں اسکرین پر چولستان کی عورتیں سبز، سرخ، نارنجی، پیلے، زرد گھاگروں میں ملبوس، گھونگٹ نکالے، کندھے سے ذرا نیچے تک سفید موتی، موٹی کڑے نما چوڑیاں چڑھائے ایک قطار میں کھڑی نظر آتی تھیں اور ایک پانی کی ٹونٹی تھی جس میں سے قطرہ، قطرہ پانی ایک عورت کے ہاتھ میں پکڑے برتن میں ٹپکتا تھا۔ ویڈیو glitch ہوئی..... ایک جدید شہر کا منظر..... صاف ستھری سڑکیں، سبزہ، بلند و بالا عمارتیں، پارکس، ہوٹلز، اسکولز، ادارے۔

پھر کیمرے نے ایک عمارت کی کھڑکی کو فوکس کیا..... کھڑکی کھلی..... لاؤنج سے ہوتے ہوئے..... واش روم تک..... ایک بچہ وہاں برش کر رہا تھا۔ ٹیپ کھلا ہوا تھا۔ وہیں سے منظر تیزی سے بدلتے ہوئے کیمرا لاؤنج سے واپس ہوتے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے اتر کر باہر گیراج تک آیا۔ ایک آدمی پانی کی ایک موٹی دھار سے گاڑی دھو رہا تھا..... اور پھر ایک کے بعد ایک منظر چلنے لگے۔

ایک ملازمہ سنک کے پاس کھڑی کھلے نل پر ہاتھ رکھے، فون سننے میں مصروف تھی..... ایک زیرِ تعمیر عمارت میں ایک آدمی پائپ پکڑے دیواروں کو بے جا پانی لگا رہا تھا۔ ایک آدمی منہ دھو کر گیا..... نلکا بند کیا مگر اس میں سے ایک پتلی دھار بہتی رہی۔

اور اس کے بعد خشک دریاؤں کا منظر..... بنجر زمینیں، بارش کی آس میں آسمان کو تکتے چہرے..... اور پھر آسمان سے ایک قطرہ ٹپکا..... جسے ایک ہاتھ نے ہتھیلی میں سمو لیا..... کیمرے نے اس ہاتھ کے چہرے کو فوکس کیا۔

وہ واثق تھا۔ "پانی نعمت ہے۔" وہ بولا۔

"اور نعمتوں کو ضائع نہیں کرتے۔" ایک دوسرے شخص نے تعمیراتی عمارت میں لگنے والے پانی کے پائپ کو بند کیا۔

"نعمتوں کو سنبھال کر رکھتے ہیں۔" وہ تیسرا چہرہ اب ملازمہ کو بتاتے ہوئے سنک کا نل بند کر رہا تھا اور وہ اداسی اور اس کے بعد واثق کا چہرہ نمودار ہوا۔

"پانی بچائیے....." اس کے کندھے کے برابر پیچھے سے ادا ایک قدم آگے آئی۔

"اپنی نسلوں کے لیے....."

"ان کے بہتر مستقبل کے لیے....." یہ جملہ ان دونوں نے اکٹھے بولا۔ منظر فیڈ ہوا اور اوپر hashtag کے ساتھ کمپین کا نام اور اسی طرح کی

Scanned with CamScanner

دوسری چیزیں جس میں ایک لوکل چینل پر "K.W.A کے ساتھ ایک شام" کے نام سے ایک پروگرام بھی تھا۔ یہ ایڈ کی طرح ظاہر ہو رہا تھا۔ ویڈیو ختم ہوئی تو اس نے اس ویڈیو کی description پڑھی۔

"a project of PCRWR in collaboration with K.W.A and BS environ. Sci QAU"

اور وہ کتنی دیر ان الفاظ سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ فون پر سے نظریں ہٹا کر اس نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ بارش اب بھی متواتر برس رہی تھی۔ ہڈ کے کناروں سے گرنے والے قطرے اب ایک دھارسی بنا رہے تھے۔ وہ اس کے چہرے اور ہاتھوں کو گیلا کر رہے تھے مگر وہ اس سے بے نیاز جڑے بھینچے سامنے دیکھتا رہا۔

☆☆☆

"میں ڈیزائن سلیکٹ کرنے کے بھیج رہی ہوں۔"

یہ تھا "میں ملنا چاہتا ہوں" کا جواب۔ حسن نے ایک دم سیدھا ہو کر اس پیغام کو پڑھا اور جھنجلا گیا۔

"حد ہے۔ اچھی بھلی سمجھدار خاتون لگتی ہیں..... یہ گھٹنے کی چوٹ کا اثر دماغ پر ہوتا ہے کیا؟" وہ بھنا گیا۔

"ڈیزائن کو چھوڑیے..... مجھے سلیکٹ کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ادا جو کاؤچ سے پاؤں نیچے کیے اٹھنے جا رہی تھی۔ ہاتھ میں پکڑے فون کی اسکرین روشن ہوتے دیکھ کر رک گئی..... اور وہ پیغام پڑھ کر تو مانو دھڑکن بھی رک گئی..... اور کئی لمحوں بعد ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس کی حالت میں تبدیلی آئی۔ ڈھیلے پڑتے کندھوں کے ساتھ اس نے جواب لکھا۔

"یہ آپ کو میرے ماں، باپ بہتر بتا سکیں گے۔" کہیں پر کسی کے نام نامہ لکھتے ہوئے قلم چیخ سا جاتا ہے اور کہیں پر وہ ہی ٹوٹی ہوئی نوک کے ساتھ، بجھے ہوئے دل کے ساتھ لکھا گیا نامہ..... کسی کی آنکھوں میں کیسے چراغ جلاتا تھا۔ کہیں پر کسی دیپ کی لو جل اٹھتی تھی اور کہیں پر پھونک مار کر بجھا دی جاتی تھی اور کسی کی آنکھوں میں خوشی بن کر چمکتی تھی اور کسی آنکھ میں بجھتی لو کا دھواں پانی بھر لاتا تھا۔

اک نگاہ سے جل گئے، اک نگاہ سے بجھ گئے۔

☆☆☆

"عرشیہ باجی! پھپھو کا فون ہے۔" رشیدہ نے اسے آواز دے کر بلایا تھا۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں پھپھو؟"

"وعلیکم السلام! میں ٹھیک ٹھاک ہوں عرشیہ! احتشام کیسا ہے؟"

"ابو بہت بہتر ہیں پھپھو..... نظر بھی واپس آ گئی ہے۔ اب تو صبح واک کے لیے بھی جاتے ہیں۔"

"شکر ہے تیرا میرے مالک! تو نے میرا میکا سلامت رکھا۔" پھپھو آبدیدہ ہو گئیں۔

"انیقہ بھابی کیسی ہیں اب؟"

"ہاں..... وہ بھی ٹھیک ہے۔"

"آپ نے آنا نہیں ہے کیا پھپھو؟ اتنے دن ہو گئے آپ کو گئے..... ابو کہہ رہے تھے حمزہ کا داخلہ یہیں شہر کے کسی کالج میں کرواتے ہیں۔" وہ اپنی رو میں بولے جا رہی تھی۔

"اے بات سن عرشیہ!" ایک دم پھپھو کی سرگوشی سی سنائی دی۔

"جی؟" ان کے رازدارانہ انداز پر وہ حیران ہوئی۔

"تو اپنی بات پر قائم ہے؟"

"کون سی بات؟" دونوں ابرو ایک دم ایک دوسرے کی طرف تنگ ہوئے۔ دو ابروؤں کے درمیان بات کو ذہن کے گرفت نہ کرنے کی وجہ سے سلوٹیں تھیں مگر جیسے ہی یاد آیا تو ابرو ایک دم سیدھے ہوئے..... سلوٹیں دور ہوئیں۔ وہ چند لمحوں کے لیے کچھ کہہ نہ سکی۔

"قائم ہوں پھپھو.....!" جب بولی تو ٹھوس لہجہ ارادے کی پختگی بتاتا تھا۔

"اور اگر احتشام نہ مانا تو؟"

"تو انہیں ماننا پڑے گا پھپھو!" اس نے تیز لہجے میں کہا تھا۔

(ان شاء اللہ اختتامی حصہ اگلے ماہ)

Scanned with CamScanner

مکمل ناول

میرا بخت

digest novels lovers group ❤️❤️

محمد ساجد

نواں اور آخری حصہ

''صالحہ طاہر نے آپ کو فالو کیا ہے۔''

''صالحہ طاہر نے آپ کو پیغام بھیجا ہے۔''

''صالحہ طاہر نے آپ کی پوسٹ پر تبصرہ کیا ہے۔''

''صالحہ طاہر اور 825 دوسرے لوگوں نے آپ کی پوسٹ پر ردِعمل دیا ہے۔''

''صالحہ طاہر نے آپ کی فوٹو کو پسند کیا ہے۔''

''صالحہ طاہر نے آپ کی ویڈیو کو شیئر کیا ہے۔''

پچھلے کوئی دو ہفتوں سے وہ یہ نام متواتر فیس بک اور انسٹاگرام پر دیکھ رہی تھی۔ یہ کوئی کریزی ٹائپ فین تھی۔ اکثر ان باکس میں آ کر مختلف تراکیب بھی پوچھتی تھی۔ ''دودھ خراب ہو گیا ہے، اس کا کچھ بنالوں یا ضائع کر دوں؟'' ویسے ہی کئی اور ٹوٹکے وغیرہ۔ وہ کبھی جواب دے دیتی، کبھی مصروف ہوتی

Scanned with CamScanner

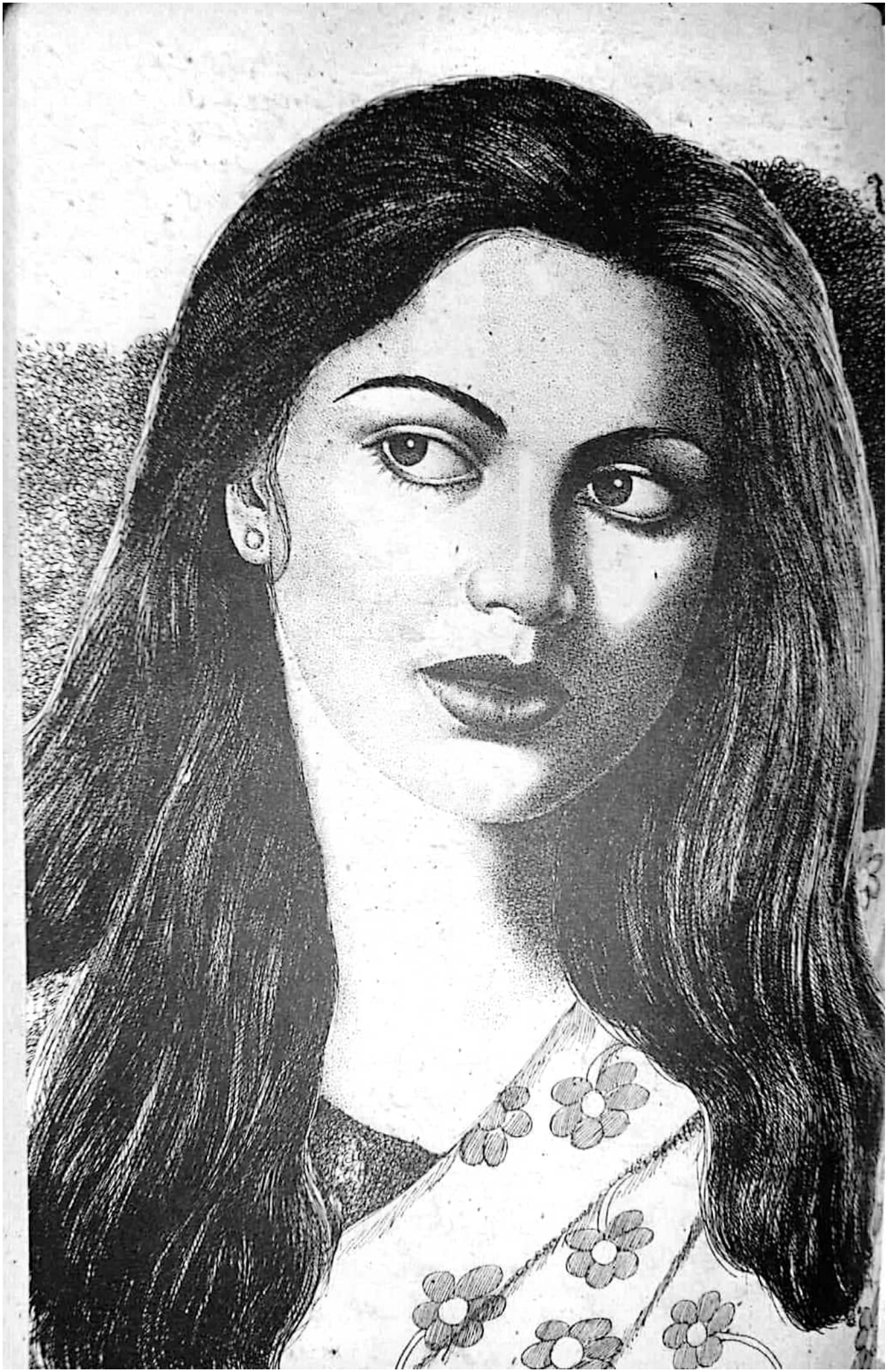

Scanned with CamScanner

تو نظر انداز بھی کر دیا کرتی تھی۔

اس کے ریویوز وہ اب باقاعدگی سے سوشل میڈیا ایپس پر پوسٹ کرنے لگی۔ اس نے ہفتے میں ایک ریویو تو ضرور لکھنا ہوتا تھا۔ وہ اس نام سے واقف ہوتی جا رہی تھی۔ کبھی کبھار تھوڑی بہت (مروت میں) بات چیت بھی ہو جاتی کہ وہ اسے اس قدر پسند کرتی تھی۔ یہ ایسی فین فالوئنگ تھی جس سے ادا عبدالمالک اکثر لطف اٹھایا کرتی تھی۔ نام صالحہ طاہر اب اس کے سوشل میڈیا کے حلقے میں بھی جانا پہچانا جانے لگا تھا اور ایک دن تو کسی دوسرے فالور نے اسے مینشن کر کے کہا۔ ''صالحہ! اس پر آپ نے ریویو نہیں لکھنا تھا کیا؟''

غرضیکہ صالحہ طاہر ایک معتبر نام بن کر اس کے ذہن میں ابھرا تھا۔

☆☆☆

''آپ ملنا کیوں چاہ رہے تھے؟''

''اور آپ نے ڈیزائن سلیکٹ کر کے بھیج دیا..... واللہ خاتون! کوئی تھپڑ مارنا تو آپ سے سیکھے۔'' اسے ہنسنا چاہیے تھا، وہ شرمندہ ہوئی۔

''کیا مجھ میں اور ڈیزائن میں آپ کو ذرا سا فرق بھی محسوس نہ ہوا؟''

وہ کرسی کھینچ کر بیٹھی تو وہ بھی اس کے مقابل بیٹھتے ہوئے بولا۔

''حسن پلیز..... آپ نے بھی تو دونوں میسجز اوپر تلے بھیجے تھے۔ میں نے بہرحال ان میں ربط ہی ڈھونڈنا تھا ناں!'' اور وہاں اوپن ائر ریسٹورنٹ کی فضا میں ایک پُرکشش مردانہ قہقہہ گونجا۔

''کافی؟''

''نہیں، چائے۔'' اور اس نے پاس کھڑے ویٹر کو آرڈر لکھوایا۔ آرڈر لکھوا کر اس کی طرف متوجہ ہوا تو جھکی پلکیں، شفاف چہرہ اور چہرے کے گرد گال کو چھوتا ہوا ہلکے زرد رنگ کا شیفون کا دوپٹا، ناک میں چمکتی لونگ اور سنجیدہ سے تاثرات..... یوں جیسے سنجیدگی کسی زود رنجی میں ڈھل رہی تھی یا زود رنجی، سنجیدگی میں بدل رہی تھی۔

میں پہلی بار کبھی منکشف نہیں ہوتی
مثالِ حرفِ مشدد ہوں پھر پڑھو مجھ کو

وہ شعر کہنا چاہتا تھا مگر خود کو روک لیا۔ اس کی مسلسل نظروں پر ادا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اس سے پہلے کہ اس اٹھے ہوئے سر کی نظر اس سے ملتی، حسن نے نگاہ بدل لی۔ ویٹر چائے رکھ رہا تھا۔

''امی آپ کے گھر آنا چاہ رہی ہیں۔'' اس کا چائے میں چینی مکس کرتا ہاتھ ایک دم رکا۔ اس نے چینی مکس کرنا چھوڑ کر ہاتھ گود میں رکھ لیا۔

''کیا ہوا؟''

''نہیں..... کچھ نہیں۔ آپ کہیے، میں سن رہی ہوں۔''

''جو بات میں کہنے جا رہا ہوں، وہ غور سے سنیے گا اور اسے میرے اور آپ کے درمیان رہنا ہے، کسی تیسرے کو بات کے بیچ میں نہیں آنا چاہیے۔''

''جی!''

اور پھر وہاں چائے پی گئی، بحث ہوئی، اختلاف ہوا، دلائل پیش ہوئے، انکار ہوا..... مگر وہ مان گئی۔

''میں کوئی مثالی شخص نہیں ہوں اور نہ ہی میں کوئی بہت اعلیٰ ظرف رکھتا ہوں۔ اگر رکھتا تو اسی دن آپ سے کہتا کہ مجھے آپ کے ماضی سے سروکار نہیں..... مگر نہیں کہہ سکا کیونکہ ہماری تربیت ہی ایسے ہوئی ہوتی ہے کہ جس عورت کو تمہاری شریکِ حیات بن کر آنا ہے، وہ تمہاری شریکِ حیات ہے مگر تم اس کی حیات کے مالک ہو..... اور مالک بنتے وقت ہم اس کا حال، ماضی اور مستقبل..... تینوں کے فیصلے اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ میں جھوٹ نہیں کہوں گا، مجھے شاک پہنچا تھا مگر میں نے اس تکلیف کے سچ پر اعتبار کیا جو آپ کی آنکھوں میں لفظ ''طلاق'' بولتے وقت اتری تھی۔ آپ نے گردن اٹھا کر، میری آنکھوں میں دیکھ کر، بنا جھجکے کہا تھا۔ کسی قصوروار کے پاس اتنا کانفیڈنس نہیں ہوتا..... آپ سے بس اتنی سی درخواست ہے کہ میرے یقین، میرے اعتبار کا مان رکھیے گا۔''

اور ادا نے اِک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں پھر آہستگی سے آنکھیں کھول کر اس نے حسن کو دیکھا۔

''اپنی امی کو بھیجنے سے پہلے ایک بار پھر سوچ لیجیے گا حسن..... کہ جو آپ کر رہے ہیں وہ ٹھیک ہے یا نہیں۔'' وہ اتنی سنجیدہ تھی کہ حسن کے شگفتہ تاثرات بھی سنجیدگی میں بدلے۔

Scanned with CamScanner

''میرا یقین رکھیے۔'' وہ پُریقین لہجے میں بولا۔

☆☆☆

''السلام علیکم!'' اس کے سلام کرنے پر سب نے ایک دم نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''ارے، ماشاء اللہ۔ تم تو اسکرین پر اتنی پیاری نہیں لگتی ہو جس قدر حقیقت میں ہو۔'' ذاکرہ خاتون بے اختیار بولتے ہوئے اٹھی تھیں۔

انہیں اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ خود آگے ہو کر اُن سے ملی۔ انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اسے پاس ہی بٹھالیا۔

''رقیہ! میری ساس نے جب میرا رشتہ میرے ماں، باپ سے مانگا تھا تو وجہ محض خاندانی نجابت تھی ورنہ میرے والد مالی حیثیت میں کسی بھی طرح سے میرے سسر کے برابر نہیں تھے۔ آج میں اس بچی کا..... (یہ کہہ کر انہوں نے ادا کو اپنے ساتھ لگایا) ہاتھ آپ سے مانگ رہی ہوں تو وجہ وہی خاندانی نجابت ہے۔ ہم ویسے اپنی برادری سے باہر رشتے طے کرتے ہیں۔''

ادا کا جھکا ہوا سر مزید جھکا۔ ان کے سوال پر عبدالمالک نے عبدالرزاق کی طرف دیکھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ اس اہم موقع پر وہ نہ ہوتے۔

''کوئی مرد آپ کے ساتھ ہوتا تو میں یقیناً یہ سوال ان سے ہی کرتا۔ آپ کو ہماری خاندانی نجابت و شرافت پر کلی طور پر اعتبار ہے؟ کسی قسم کا کوئی اعتراض یا بچی کے بارے میں.....؟''

''نہیں بھائی صاحب! یہ باتیں وہاں کی جاتی ہیں جہاں تعلق داری کا معاملہ نہ ہو۔ میں یوں ہی منہ اٹھا کر رشتہ مانگنے نہیں آئی۔ سب کچھ دیکھ بھال کر اور سوچ کر آئی ہوں۔''

''بسم اللہ کیجیے، اللہ پاک نیک نصیب کرے۔'' عبدالرزاق نے کہہ کر ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے۔ ان کی آواز بھرّائی تھی اور ادا..... اس کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ اس کے جسم کو ایک جھٹکا لگا۔ رقیہ نے اسے دونوں ہاتھ سختی سے ایک دوسرے میں پھنسائے، سر جھکائے بیٹھا دیکھا۔ وہ ہاتھوں کو اتنی سختی سے ایک دوسرے میں پھنسائے ہوئے تھی کہ knucles (انگلیوں کے گٹے) سفید پڑ رہے تھے۔

''تارا!''

''جی امی!''

''بہن کو لے جاؤ۔''

اور جب تارا نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ اتنا سرد تھا..... اتنا سرد کہ جیسے زندگی اپنی آخری رمق کے ساتھ اس کے وجود سے رخصت ہو چکی تھی۔

تم جس کو دستیاب ہو لازم ہے اس پہ کہ
ہر روز اپنے بخت کا صدقہ دیا کرے

☆☆☆

''آپ کا ملایا ہوا نمبر فی الحال بند ہے۔'' اور انہوں نے کوئی چھٹی بار اس کے فون سے آتی یہ آواز سنی۔

''کسے ملا رہے ہو؟''

''عرشیہ کو..... کل سے رابطہ نہیں ہو سکا میرا۔''

''تو اس میں اتنا سر کھپانے کی ضرورت کیا ہے؟ گھر چلے جاؤ، بیمار باپ ہے، کوئی مسئلہ نہ ہوا ہو۔'' عبدالرزاق کے لہجے میں ہلکی سی پریشانی کا عکس تھا۔

''ٹھیک ہے، میں چکر لگا کر آتا ہوں۔ کچھ منگوانا تو نہیں آپ کو؟'' کھڑے ہوتے ہوئے وہ والٹ، جینز کی بیک پاکٹ میں رکھتے ہوئے بولا۔

''نہیں، منگوانا تو نہیں مگر عرشیہ کو دعوت دے آنا۔ جمعہ کو ادا کی دعائے خیر ہے۔''

اس نے نظر اٹھا کر باپ کو دیکھا۔ وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے، سنہری نظر کا چشمہ لگائے، فون پر کچھ دیکھ رہے تھے۔ اُن کے چہرے پر ناراضی کا سا تاثر تھا اور وہ استہزائیہ ہنسی ہنس دیا۔

''آپ تو مجھے یوں اطلاع پہنچا رہے ہیں کہ جیسے کوئی انہونی ہو رہی ہے۔ اطلاعاً عرض ہے کہ میں یہ سننے کا عادی ہو چکا ہوں..... ادا کا نکاح ہے..... ادا نے بخت کے رشتے سے انکار کر دیا..... ادا نے بخت کے لیے اقرار کر دیا..... ادا نے پھر انکار کر دیا اور اب ادا کی منگنی ہو رہی ہے..... وغیرہ، وغیرہ۔ بہت اچھی بات ہے۔ ہو جانی چاہیے تھی، بس اب کے انتخاب میں کوئی غلطی نہ کی ہو اس نے۔''

اس دنیا میں، اس ایک عورت کے لیے جو کسی کے دل میں بستی ہو، اگر کوئی سرد و بے حس لہجہ رکھ سکتا تھا تو وہ بس ایک بخت عبدالرحمٰن ہی تھا۔

Scanned with CamScanner

''تم..... تم کس دل سے یہ بات کر رہے ہو؟ کیا اسی دل سے جس سے تم اسے پسند کرتے رہے ہو۔''
انہوں نے حیرانی سے اپنی عینک درست کرتے ہوئے اسے دیکھا، یوں جیسے چشمے کے نمبر میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہو..... مگر مسئلہ چشمے یا اس کے نمبر کا نہیں تھا، مسئلہ اس شخص کا اور اس کے دماغ کا تھا۔

''کبھی، کبھی دل اور زبان کے راستے میں ''دماغ'' اپنا پیر اڑانے آجاتا ہے بابا!'' وہ گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے بولا۔

''نہیں بخت عبدالرحمٰن! تمہارے دماغ اور زبان کے راستے میں کبھی، کبھی ''دل'' آجایا کرتا ہے اور تم اس سے بھی کان لپیٹ کر گزر جانے میں ماہر ہو۔'' اس نے ٹھٹک کر باپ کو دیکھا۔

''نبض شناس ہوتے جا رہے ہیں آپ۔'' وہ باہر کی طرف جاتے، جاتے مسکرا کر بولا۔

''اور تم کب دل شناس ہو گے؟'' وہ جو باہر کی طرف جا رہا تھا، وہیں رک گیا۔

''ان باتوں کا اب وقت رہا ہے نہ کوئی فائدہ۔ مجھ سے زیادہ تو آپ کو دل سنبھالنے کی ضرورت ہے۔'' بات ختم کر کے اس نے ایک بھرپور مسکراہٹ ان کی طرف اچھالی تھی۔

''ٹھیک کہتے ہو۔ میرا ہی دل سنبھلنے میں نہیں آرہا۔'' وہ جل کر بڑبڑائے تھے۔

☆☆☆

وہ جب واپس آیا تو چہرے سے ہی پریشانی ٹپک رہی تھی۔

''کیا بات ہے بخت؟''

''احتشام صاحب کے گھر کو تالا لگا ہوا ہے۔''

''کیا.....؟'' وہ اک دم بیٹھے سے کھڑے ہوئے۔

''ہمسایوں سے پوچھا؟''

''وہ کہتے ہیں کل سے نہیں ہیں گھر پر۔ کسی کو کچھ اور بتا کر بھی نہیں گئے۔''

''خیر ہو۔'' وہ یکلخت بے حد پریشان ہوئے۔

''کوئی اور آپ دونوں کا مشترکہ دوست ہے، جس سے کوئی معلومات مل سکیں؟''

''نہیں، ایسا تو کوئی نہیں..... کیا گھر پر کوئی بھی نہیں..... کوئی ملازم بھی نہیں؟''

''نہیں، کوئی بھی نہیں ہے۔''

''ہو سکتا ہے گاؤں چلے گئے ہوں۔''

''ایسا ہوتا تو عرشیہ تو مجھے بتا کر جاتی..... خیر، پھر بھی گاؤں کا کوئی اتا پتا.....؟''

''نام تو لیتا تھا..... مگر اب مجھے یاد نہیں آرہا۔''

اور بخت عبدالرحمٰن دونوں ہاتھ منہ پر پھیر کر، اک گہری سانس بھر کر صوفے پر بیٹھا۔ کچھ سوچ کر اس نے اپنا سیل فون نکالا اور عرشیہ کو میسج لکھنے لگا۔

اور اگلی صبح جب وہ اٹھا تو عرشیہ کا جواب آیا ہوا تھا۔

''سوری بخت! اچانک گاؤں آنا پڑا۔ یہاں سگنلز نہیں ہیں۔'' یہ دو جملے تھے اور بس..... کوئی تیسری دفعہ اس پیغام کو پڑھتے ہوئے بخت عبدالرحمٰن کے ماتھے پر پُرسوچ شکنیں ابھری تھیں۔

''آپ کو معلوم ہے کہ پیغامات بھی اپنے اندر وائبز رکھتے ہیں۔'' وہ لکھنے والے کے لہجے و انداز کو بیان کر رہے ہوتے ہیں اور بخت عبدالرحمٰن کو یہ لہجہ و انداز پسند نہیں آرہا تھا۔

☆☆☆

"due to engagement ceremony of Ada Abdul Malik K.W.A will not receive any order for the day of Friday, March 5, 2021."

K.W.A will resume all its activities from sat, 6th March 2021.

وہ جیسے ہی تمام سوشل اکاؤنٹس پر یہ اطلاع لگا کر ہٹی، ساتھ ہی صالحہ طاہر کا میسج آگیا۔

''بہت، بہت مبارک ہو ادا..... نئی زندگی کی طرف پہلا قدم اٹھانے پر میں آپ کے ساتھ ہوں۔'' اور اس نے بیزاری سے میسج دیکھ کر فون سائڈ پر رکھ دیا۔ بہت ہی کوئی فارغ لوگ موجود ہیں دنیا میں۔

اس کو نیک خواہشات پر مبنی پیغامات اور تبصرے موصول ہونا شروع ہو گئے تھے مگر وہ اس وقت خود سے

Scanned with CamScanner

اپنے کام سے اور کسی بھی تیسرے فرد سے بے حد بیزار ہو رہی تھی۔

شادی تو کرنی ہی تھی۔ نہ کرنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ بخت کے بعد یہ جو دوسرا شخص تھا، جس نے کسی کڑوے گھونٹ کی طرح اس کے ''ماضی'' کو حلق سے نیچے اتارا تھا اور کون تیسرا شخص ایسا زہر بھرا گھونٹ پینے پر رضامند ہوتا۔ اس سماج میں حسن جیسا شخص ملنا ہی غنیمت تھا کجا کہ ''اور'' کے انتظار میں وہ خود کے لیے، ماں، باپ کے لیے، تارا کے لیے ''مسائل'' کا انبار اکٹھا کر لیتی۔

اور بخت عبدالرحمٰن! ایسے کردار تو ڈھونڈنے پر بھی نہ ملیں اور پھر بھی کوئی ادا عبدالمالک اسے اپنے ہاتھوں سے گنوا دیتی ہے..... محض اس لیے کہ وہ ایسے کسی بھی کردار کے ساتھ ''مس فٹ'' تھی۔ ''تعلق'' لوگ معاشرتی ضرورت کے تحت دل کی خوشی کے ساتھ بناتے ہیں مگر یہاں محض معاشرتی ضرورت بچی تھی..... وہ بھی ''مجبوری.....'' اور یہ مجبوری کس قدر بھاری تھی، یہ کوئی ادا عبدالمالک سے پوچھتا۔ اتنی بھاری کہ سانس اس بوجھ تلے دبی جا رہی تھی اور پھر اس کے تو مسائل بھی ان گنت تھے۔ ''طلاق'' جیسے حادثے سے گزر کر ویسا ہی کوئی نیا تعلق بنانا..... خوف سے لڑنا کہ پھر ''ویسا'' ہی نہ ہو جائے..... بازو کی لرزش..... اس کا ذہن ''حسن'' کو حلق سے نیچے نہیں اتار پا رہا تھا اور ان تمام مسائل کے انبار پر آپ سب سے اوپر بخت عبدالرحمٰن کو رکھ دیں۔ وہ ادا عبدالمالک کے لیے سب سے بڑا مسئلہ بن کر سامنے آ رہا تھا اور یہ مسئلہ بھی پچھتاوے کے بھیس میں تھا۔

''کاش میں انکار نہ کرتی..... کاش میں بخت کو ویسا ہی سمجھتی رہتی، کولڈ بلڈڈ thick skinned..... یہ نیا تعارف میری جان لے کر ٹلے گا۔ میں نے کیسے خود کو اتنا انڈر اسٹیمیٹ کیا..... کیوں..... کیسے؟ عرشیہ میں کون سا.....''

''وہ طلاق یافتہ نہیں ہے۔'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور سوچتی، ٹھک سے ذہن نے اسے یاد کروایا تھا۔ اس کے کندھے بے اختیار ڈھلکے۔ بے بسی بھری اک آہ سرد جیسی سانس اس کے سینے سے خارج ہوئی۔ سر تھا کہ جیسے spinning پر ٹکا ہوا تھا۔ گردن کی رگیں تک کھنچی ہوئی تھیں۔ اسے ڈاکٹر کو دکھانا چاہیے۔ یہ مسئلہ حد سے نہیں بڑھنا چاہیے۔ اس نے ایک دم اپنی جگہ چھوڑی، الماری میں لٹکتی چادر اتاری، عجلت میں اوڑھی اور جیسے ہی مڑی۔

''یہ آپ کدھر جا رہی ہیں بجو؟'' آگے تارا کھڑی تھی۔ اس نے سنی ان سنی کرتے ہوئے چپل پہنی۔

''آپ کا باہر نکلنا بند ہے..... سن رہی ہیں ناں آپ؟''

''کیوں؟'' اس نے رکے بغیر پوچھا۔

''پرسوں نکاح ہے آپ کا۔'' اور وہ یکلخت رک گئی۔

''کیا بکواس کر رہی ہو؟'' پل کھا کر وہ پلٹی اور پلٹ کر بے حد برے انداز میں بولی تھی۔

''اس میں بکواس والی کیا بات ہے بجو؟'' اور اس نے تارا کی بات بھی مکمل ہونے نہ دی۔ ایک ہاتھ سے اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

''امی..... امی..... ام.....'' وہ شدت سے ماں کو پکارتے ہوئے کچن تک گئی اور جب رخ موڑ کر لاؤنج تک آئی تو پکار ہونٹوں پر ہی دم توڑ گئی۔ لاؤنج میں عبدالرزاق، عبدالمالک اور رقیہ بیٹھے ہوئے تھے اور تینوں قدرے حیران سے سر اٹھائے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس نے یک دم ہونٹ بھینچ کر نظر جھکائی اور پھر آہستگی سے رخ موڑا۔

''ادا.....!'' اس کے اٹھتے پیر اک دم رکے۔

''اِدھر آؤ۔'' وہ عبدالرزاق تھے۔ اس کے صوفے پر بیٹھنے تک وہ پلک جھپکائے بنا دیکھتے رہے۔ اس نے ایک ہاتھ سے کہنی سے ذرا اوپر بازو کو تھام رکھا تھا۔

''کیا بات ہے ادا..... کچھ کہنے آئی تھیں کیا؟'' اور اس نے گردن تک آتی تھرتھراہٹ کو ایک دم بازو جھٹک کر روکنا چاہا۔

''جی تایا ابو!''

''تو پھر کہے بغیر کیوں جا رہی تھیں؟'' اس نے ایک بار پھر بازو کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔

''نکاح کی تجویز کس نے دی ہے؟'' اپنے بڑوں کے سامنے انہی سے یہ پوچھنا آسان نہ تھا۔ اس نے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر گود میں رکھا۔

''تمہیں اعتراض ہے؟''

''جی!'' کہتے ہوئے اس کے ہونٹ پھڑک کر رہ گئے۔ وہ تھرتھراہٹ بائیں طرف سے بازو سے ہوتی گردن تک اور اب ہونٹ کو چھو رہی تھی۔

''اس میں حرج کیا ہے بیٹے؟'' عبدالمالک نے بے حد پیار سے پوچھا اور اس نے نظریں اٹھا کر باپ کو دیکھا۔ ان کی بات نے گھاؤ لگایا تھا اور کتنا گہرا لگایا تھا..... یہ اس کے تاثرات بتاتے تھے۔

اس کو یوں باپ کی طرف دیکھتے ہوئے عبدالرزاق نے ایک گہری سانس بھر کر صوفے سے لگی ٹیک چھوڑ دی۔

''میں تمہارے سارے تحفظات سے آگاہ ہوں اور انہیں سمجھتا بھی ہوں ادا! کوئی ''ولید'' کے دل میں نہیں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا ارادہ بھانپ جاتا۔ حسن کی ماں اور حسن دونوں کو ہی یہ رشتہ بنانا اور نبھانا ہے ورنہ وہ کیوں خود سے یہ سوال کرتے۔ یہاں خوف صرف ایک ہے کہ تمہارے ماضی کے حوالے سے کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو انہیں ''منگنی'' جیسا ناپائدار تعلق توڑنے میں معاون ثابت ہو۔ ہم ایک ''پائدار'' رشتہ جوڑنا چاہتے ہیں اور اس کو لٹکائیں گے بھی نہیں، جلد رخصتی کر دیں گے۔ آج کل رشتے ملنا ویسے ہی بڑا مشکل امر ہے اور ایسے میں اگر کوئی ''حادثہ'' لڑکی کے ساتھ جڑا ہو تو یہ امر ''ناممکن'' کے زمرے میں شمار ہونے لگتا ہے۔ سادہ سی بات ہے ادا..... میں، تمہارا باپ اور ماں، اس رشتے کو کھونا نہیں چاہتے۔ اب تم جیسا چاہو۔''

''اس حادثے کی ذمے دار میں تھی کیا؟'' وہ جب بولی تو آواز شدت کے مارے پھٹ سی گئی۔ گردن کی رگیں پھول گئیں۔ اس کا منہ سرخ ہوا۔

''نہیں۔'' انہوں نے دوبارہ ٹیک صوفے کی پشت سے لگائی۔

''ولید ہے..... مگر اسے کوئی فرق پڑا؟ وہ جیسا تمہیں دیکھنا چاہتا تھا، تم ویسا ہی ایکٹ کر رہی ہو۔''

''موو آن بیٹے..... موو آن..... نکل آؤ اس فیز سے اب..... زندگی بنانے کے لیے..... فیصلے لینے کے لیے رسک لینا پڑتا ہے..... آج یا کل یا پرسوں یہ رسک لینا ہی ہے تو ابھی کیوں نہیں..... کس بات کا انتظار ہے تمہیں؟'' اور وہاں سناٹا اپنی پوری شدت کے ساتھ پھیلا تھا۔ عبدالمالک سر جھکائے بیٹھے تھے۔ رقیہ منہ پر ہاتھ رکھے نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھیں اور عبدالرزاق..... وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ عین سامنے بیٹھی ادا کے چہرے پر نظریں گاڑے ہوئے تھے اور وہ..... اس نے اپنے سرد، بے جان ہوتے ہوئے ہاتھوں کو ذرا سا اور گود میں سمیٹ کر زور سے جکڑا تھا۔

''فیصلہ لینے کی قوت ہر ایک میں نہیں ہوتی اور پھر اس کے نتائج کو سہارنے کی طاقت تو کم لوگوں میں ہوتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں بندوق رکھنے کے لیے ہمیشہ دوسرے کا کندھا استعمال میں لایا جاتا ہے۔'' اس بھاری، افسردہ ماحول کی کیفیت کو ایک بار پھر عبدالرزاق نے توڑا تھا۔

وہ اٹھے، اس تک آئے، اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''ہم تمہیں پریشرائز نہیں کر رہے۔ سوچنا چاہتی ہو، وقت لینا چاہتی ہو، ضرور لو..... یہاں کوئی بھی تمہارے فیصلے کے خلاف نہیں جائے گا، نہ تمہیں مجبور کرے گا۔'' اس کے سر سے ہاتھ اٹھا کر وہ باہر کی طرف بڑھے۔

''فیصلے'' کے لیے بس اِک لمحہ چاہیے ہوتا ہے۔ ساری سوچ بچار، صحیح غلط کی پرکھ اسی ایک لمحے کے لیے کی جاتی ہے۔ آپ اس ''لمحے'' کو اپنی زندگی میں کتنی جلدی لے کر آتے ہیں یا کتنی دیر سے..... یہ آپ کی دماغی قوت طے کرتی ہے۔

عبدالرزاق کے قدم باہر کو بڑھ رہے تھے۔ ماں، باپ کی نظریں اِک آس لیے اس کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ تارا جو کسی وقت اس کے پیچھے آ رہی تھی، اب سیڑھیوں پر گرل کو تھامے، آنسو بھری آنکھوں سے کھڑی تھی۔ وقت کے پاؤں بہت بھاری ہو رہے تھے۔ اٹھ کر ہی نہیں دے رہے تھے۔ خاموشی میں گھڑی کی ٹک، ٹک کسی گھڑیال کے ٹن، ٹن سے مشابہ تھی۔

فیصلہ..... اپنی مرضی کا فیصلہ لینے کے لیے اور اس کے نتائج کو سہارنے کے لیے وہ سارے بوجھ اپنے کندھوں سے جھٹک دینے پڑتے ہیں جو زندگی رشتوں کے نام پر لادے جاتی ہے۔ وہ کھڑی ہوئی..... لڑکھڑا گئی۔ صوفے کی بیک کا سہارا لے کر خود کو گرنے سے بچایا..... سیدھی ہوئی، بازو کو جھٹکا دیا..... عبدالرزاق (تایا ابو) اب لاؤنج کا دروازہ کھول کر باہر نکل رہے تھے۔ اس کی کنپٹی سے پسینے کی ایک دھار بہتی ہوئی کان کی لو تک آئی اور ایک آواز.....

Scanned with CamScanner

''تایا ابو.....!''

☆☆☆

اس معاشرے نے بہت سی ایسی لڑکیوں کو جنم دیا ہے کہ جن کے بھاری دلوں کا بوجھ اگر کسی کے ہاتھوں پر ڈال دیا جائے تو وہ ہاتھوں سمیت زمیں بوس ہو جائے۔ وہ ''بوجھ'' سہارنا لڑکیوں کا ہی ہنر ہے اور اس ''ہنر'' میں انہیں طاق کر دیا جاتا ہے۔

شیشے کے بھاری دروازے کو قوت لگا کر دھکیلتے ہوئے وہ اندر داخل ہوئی تو اندر باہر کی نسبت خنکی تھی۔ یہ اوائل مارچ کے دن تھے۔ دن کی دھوپ تپش لیے ہوئی تھی۔ وہ ایک اسکن کلینک تھا۔ وہ یہاں اپنے نکاح کے لیے فیشل کروانے آئی تھی۔ اسے کوئی ایسا ٹریٹمنٹ نہیں لینا تھا جو کئی سیشنز پر مبنی ہوتا۔ اس کے پاس وقت نہیں تھا۔ غیر آرام دہ حالت میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے اردگرد نظر دوڑائی۔ سفید ماسک لگائے چہرے، مختلف ٹریٹمنٹس کے لیے آئی ادھیڑ عمر خواتین، بچیاں، نوجوان لڑکیاں..... اس کے حلق سے نیچے کچھ اترا۔ پہچان لیے جانے کے ڈر سے چہرہ synthetic ماسک کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ معلوم نہیں کیوں اس کا دل اندر ہی اندر گھٹ رہا تھا اور وہ اس کیفیت سے جان نہیں چھڑا پا رہی تھی۔

''آپ کیا کروانے آئی ہیں؟'' اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی نے اچانک پوچھا۔ چند لمحے لگے تھے اسے اس کی بات کو گرفت کرنے میں۔

''کوئی بھی ون سیشن ٹریٹمنٹ۔'' وہ لڑکی ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے، بڑے ریلیکس انداز میں صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

''آپ نے گوگل نہیں کیا..... انسٹا پر چیک نہیں کیے اسکن کا سمیٹک پروسیجرز؟'' اس کے سوال میں ذرا سی حیرت ابھری۔

''نہیں۔''

''کس لیے کروا رہی ہیں؟''

''نکاح ہے میرا۔'' اور اس لڑکی نے ایک دم ٹانگ سے ٹانگ ہٹا کر، حیرت کے انداز سے ٹیک چھوڑتے ہوئے اسے دیکھا۔

''اپنے نکاح کے لیے اتنی نان سیریس دلہن میں پہلی دفعہ دیکھ رہی ہوں۔''

''میری شادی چھ ماہ بعد ہے اور میں نے ابھی سے ٹریٹمنٹس لینے شروع کر دیے ہیں۔ ابھی اسکن پیل آف کے سیشنز چل رہے ہیں اور.....'' اور اذا عبدالمالک کے کانوں نے صرف ایک لفظ سنا ''شادی''۔

''ارینج میرج؟''

''ارینج ہی ہے مگر جب نکاح ہوا تو کیمسٹری ایسی میچ ہوئی کہ ''لو'' کہیں بہت پیچھے رہ گیا ہے۔'' وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''کیمسٹری.....؟ یہ بھی میچ ہونے کے لیے ذہن و دل کا راضی ہونا ضروری ہے۔ کسی دوسرے شخص کا نہ ہونا ضروری ہے۔'' ایک ایسی سانس آئی تھی کہ اسے لگا وہ یہ سانس لینے کے لیے مر جائے گی۔

☆☆☆

ایک جیولر کی دکان سے دوسری..... دوسری سے تیسری اور تیسری سے..... اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا وہ اب کے ''اس'' کے لیے کیا خریدے۔

کس دل سے اسے بریسلیٹ دیا تھا، یہ وہ ہی جانتا تھا اور اب وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ ''دل'' میں اتنی گنجائش نکال پائے گا بھی یا نہیں؟ اور پھر..... شاپ سے باہر نکل کر اس نے بابا کو کال ملائی۔

''کہو۔''

''نکاح پر گفٹ کرنے کے لیے کیا لینا ہے بابا؟''

عبدالرزاق نے کان سے ہٹا کر سیل فون کو گھورا۔ جیسے وہاں سے ''وہ'' نظر آ رہا تھا۔

''یہ شخص.....!''

''تمہاری دادی کا ایک سیٹ رکھا ہے۔ شازیہ کے حصے میں آیا تھا، وہ ہی دوں گا۔''

''ٹھیک ہے۔'' دو لفظ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ ایک گہری سانس بھر کر اس نے سن گلاسز آنکھوں پر لگائے۔

''اپنے جذبات سے جڑی کوئی بھی شے تم کسی ایسی عورت کی جھولی میں کیسے ڈال سکتے ہو جو کسی دوسرے مرد سے منسوب ہونے جا رہی ہو۔ بخت عبدالرحمٰن، ایک ہی غلطی بار، بار نہیں دُہراتے مسٹر بخت عبدالرحمٰن، ایسے کسی تحفے کی حقدار صرف عرشیہ ہے۔''

Scanned with CamScanner

ایک دم، بالکل اچانک اس کے اندر ایسا تپش بھرا ابال اٹھا کہ اس نے شرٹ کے اوپری بٹن کھول کر، کندھوں کے پاس سے دو چٹکیوں میں شرٹ کو پکڑ کر پیچھے کو کیا، آستین کے بٹنز کھول کر انہیں فولڈ کرتے ہوئے اوپر چڑھایا، گاڑی میں بیٹھتے ہوئے، گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے، اس کی اسٹیئرنگ پر گرفت غیر معمولی تھی۔ اس کے چہرے پر کسی چیز کو ضبط کرنے کی سختی تھی۔

☆☆☆

ڈل گولڈ کام والی آف وائٹ گھیر دار فراک کے ساتھ آرگینزا کا لیپا لیس لگا دوپٹا سر پر ٹکائے، وہ فراک کے کام کے ساتھ میچ کرتے بھاری روایتی جھمکے پہنے ہوئے تھی جن کے سہاروں کی لڑیاں مانگ نکال کر، لوز بندھے گھنگرالے بالوں پر نمایاں ہو رہی تھیں۔ ناک میں آج لونگ کے بجائے چھوٹی سی نتھنی تھی جس کی سنہری چین اس کے گال پر بے حد بھلی دکھ رہی تھی۔ دونوں کلائیوں میں سرخ گلابوں کے گجرے تھے۔ پوری لک میں وہ سرخ گجرے، سرخ مہندی سے رنگے ہاتھ اور ریڈ لپ اسٹک بہت نمایاں ہو رہے تھے۔ گھنگرالے بالوں کی لٹیں چہرے کے اطراف میں بکھری تھیں۔ حزن، ملال، لباس، زیور، خوب صورتی..... وہ مشرقی دکھ اور مشرقی حسن، دونوں میں یکتا نظر آ رہی تھی۔ وہ تیار ہو کر آ چکی تھی۔ اس کے پاس ہی بیڈ پر ایک سرخ آرگینزا کا دوپٹا اس طرح تہ لگا کر رکھا گیا تھا کہ سنہری حروف سے کاڑھے گئے الفاظ سب سے اوپری تہ پر نمایاں تھے۔

''حسن کی دلہن.....''

نظریں سیدھی سامنے رکھتے ہوئے اس نے ہاتھ بیڈ پر رکھا اور پھر اس کا ..... ہاتھ دھیرے سے حرکت کرتا ہوا وہاں تہ کیے ہوئے دوپٹے تک گیا اور اسے آہستگی سے اپنے سے دور کرتے ہوئے پشت کے پیچھے کر دیا۔

☆☆☆

یہ ایک گاؤں کا منظر تھا۔ مغرب کا سماں تھا، افق پر سورج پیلے سے دہکتے نارنجی گولے میں بدل چکا تھا۔ یوں جیسے کسی مہندی لگے ہاتھ کی سرخی چرا لایا ہو اور اب اس سرخی کو چھپا نہ پا رہا ہو۔

وہ سرخی افق کے کنارے پھیلتی چلی جا رہی تھی.....

ایک سیدھی لائن کی صورت اور پھر اس لائن سے عین اوپر دھوئیں کی طرح پھیلتے ہوئے یوں جیسے آسمان کی نیلاہٹ کو رنگ چڑھ گیا ہو۔

دونوں کہنیاں منڈیر پر ٹکائے وہ درختوں کے جھنڈ کے پار غروب آفتاب کا منظر دیکھ رہی تھی۔ پاس ہی منڈیر پر فون رکھا تھا۔ اس نے ایک نظر فون کو دیکھا..... ایک گہری سانس بھری..... فون اٹھایا..... بٹن دبا کر آن کیا..... ایک نمبر ملایا۔

☆☆☆

آف وائٹ شرٹ کے ساتھ سیاہ slim fit جینز جیکٹ پہنے، آئینے کے سامنے کھڑا... وہ بال بنا رہا تھا۔ ماتھے پر دو بل تھے۔ سیدھی طرف جمائے ہوئے گھنے بالوں میں سے چند چھوٹے باریک بال نکل کر ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے کندھے اچکا کر جیکٹ ٹھیک کی، ہاتھ بڑھا کر پرفیوم اٹھانا چاہا تو فون پر ہونے والی رنگ نے اسے متوجہ کیا تھا۔

فون اٹھا کر اسکرین دیکھی، بل اور گہرے ہوئے۔

''مل گئے تمہارے سگنلز!'' انداز میں شکوہ یا شکایت نہیں تھی..... اِک عجیب سی سرد مہری تھی۔

''ہاں، چھت پر آئی ہوں اسی لیے۔'' اس کا لہجہ ڈھیلا سا تھا۔

''انکل کیسے ہیں؟''

''اچھے ہیں۔''

''اچانک خیریت سے جانا ہوا؟''

''بس پھپھو کی ضد تھی..... گاؤں کی فضا..... صحت بخش ہوا وغیرہ، وغیرہ۔''

''واپسی کب ہے؟''

''نیکسٹ ویک اینڈ۔''

''ہوں!''

''مصروف ہو؟''

''ہاں، ایک ڈنر اٹینڈ کرنا ہے۔''

''کیسا ڈنر؟''

''ادا کے نکاح کا.....''

اور وہاں دور، دور تک خاموشی پھیل گئی۔ گوجر خان سے لے کر اسلام آباد میں بخت عبدالرحمن کے دل تک.....

Scanned with CamScanner

"اتنی خاموش کیوں ہوگئی ہو؟"

"تمہارا چانس مس کروادیا۔"

"شٹ اپ۔" وہ سرد، سلگتے سے لہجے میں بولا۔

"مشرقی مرد اور عورت دونوں کا ایک ہی مسئلہ ہے۔ اسے "حال" سے زیادہ "ماضی" میں دلچسپی اور "تو" دونوں ہی ہوتی ہیں۔ کوئی تعلق، دوستی، انیئر، محبت..... وہ ان سب کی بُو سونگھتا پھرتا یا پھرتی ہے اور حال میں کوئی سونے کا ہی بن کر کیوں نہ آجائے، وہ قبول نہیں..... مگر "ماضی" کی کوئی ذرا سی بات بھی آنکھ کا کنکر بن کر چبھتی رہتی ہے۔" وہ بولا۔

"عرشیہ احتشام الدین! اسے میری وارننگ سمجھنا..... آئندہ ایسی کوئی بات مت کرنا۔" سرد سلگتا لہجہ برقرار تھا۔

"ورنہ.....؟" اور اُدھر جیسے اثر ہی نہیں ہوا۔

"ورنہ یہ کہ عرشیہ احتشام الدین..... بخت عبدالرحمن اپنے چانسز لینا جانتا ہے..... اور تمہیں بھی معلوم ہونا چاہیے جو لوگ اپنے چانسز کو ڈیل کرنا نہیں جانتے، وہ ناکام لوگ ہوتے ہیں۔ بخت عبدالرحمن سے کوئی "چانس" مس کیسے ہوسکتا ہے، ماسوائے اس کے کہ وہ خود ایسا چاہے۔"

کال کاٹ کر فون دور پھینکتے ہوئے اس نے بے حد خراب موڈ کے ساتھ پرفیوم کی شیشی اٹھائی۔ اس کے jaw line کی سختی، مزاج کی برہمی کی علامت تھی۔ خراب موڈ مزید خراب ہوچکا تھا اور ابھی اسے تقریب سے پہلے کسی سے ملنا بھی تھا۔

نہیں..... وہ ڈوبتا سورج، وہ سرخی کسی کی مہندی لگی ہتھیلی سے نہیں چرایا تھا۔ وہ تو کسی کی آنکھ کی سرخی تھی۔ اندر کہیں گھاؤ بہت گہرا لگا تھا۔ اس نے آہستگی سے فون کان سے ہٹا کر منڈیر پر رکھ دیا۔

مگر یہ کہ اس نے یہ گھاؤ اپنے جسم پر خود ہی داغا تھا۔ وہ خود اس کا محرک تھی پھر بھی اس نے آنکھ کے آنسو کو آنکھ سے باہر نکلنے نہیں دیا تھا۔

☆☆☆

دفعتاً اس کے فون کی رنگ ہوئی۔ یہ جمعہ 5 مارچ کی صبح تھی۔

یہ ایک کھلتی ہوئی صبح کا منظر تھا۔ وہ سیاہ جینز کے اوپر لائٹ گرے سوئٹر پہنے ہوئے تھا۔ سوئٹر کے گریبان سے ڈارک گرے شرٹ کے کالرز نظر آرہے تھے۔ اوپر اوورکوٹ تھا جو اس کے آکسفورڈ شوز کو چھو رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں موجود پیپر بیگ میں شاید کوئی ڈرائے کیک کا ٹکڑا یا کوئی براؤنی تھی۔ ہر کوئی صبح کے معمول میں مصروف دکھائی دے رہا تھا۔ چلتے، چلتے وہ کافی کے کپ سے گھونٹ بھر رہا تھا۔ دور سے اسے دیکھیں تو وہ سرخ روش پر چلتا ہوا نظر آتا تھا کہ جس کے دونوں اطراف میں سبزے سے لدے ہوئے قطعے اور درخت تھے۔ ان کی سبزی کا رنگ کھلتا ہوا تھا۔ وہ کانوں میں ہینڈز فری لگائے کسی سے بات میں مصروف تھا۔

"نہیں..... ابھی نہیں....." اس نے فون کے دوسری طرف موجود شخص کو کسی کام سے منع کیا۔

"وقت میں تمہیں بتادوں گا۔" اس نے سپ بھرا۔

"ہاں ٹھیک ہے..... اوکے..... گڈ بائے۔"

جب اس نے فون بند کیا تو اس کے لب مسکراتے سے تھے۔

☆☆☆

ڈرائنگ روم کے منقش، بھاری اور اونچے دروازے کے دونوں پٹ پوری طرح سے وا تھے۔ ان کھلے ہوئے دروازوں سے اندر کا منظر صاف نظر آرہا تھا۔ کسی تقریب کی تیاری تھی۔ سامنے ہی ایک ٹوسیٹر صوفہ تھا جس کے دونوں اطراف میں CNC lamps رکھے ہوئے تھے (عرفِ عام میں یہ لیزر کٹنگ لیمپس کہلاتے ہیں)، کھڑکی کے آف وائٹ پردوں پر فیئری لائٹس سیدھی قطار کی صورت میں سجی ہوئی تھیں، درمیان میں شیشے کی میز سبز اور سفید ویڈنگ فلاورز سے سجی ہوئی تھی۔ میز کے اطراف میں صوفے مہمانوں کے حساب سے ایڈجسٹ کیے گئے تھے۔ ڈرائنگ کے دروازے کے اطراف میں الیکٹرو پلیٹڈ راٹ آئرن فریمز رکھے ہوئے تھے جن کی اوپری سطح سے لے نیچے تک سفید پھول، سبز پتیوں کے ساتھ سجے ہوئے تھے، گھر کی تمام بتیاں روشن تھیں۔ ائر فریشنر کی بھینی، بھینی خوشبو سارے گھر میں چکراتی پھر رہی تھی۔ تمام انتظامات مکمل تھے، اب صرف

Scanned with CamScanner

مہمانوں کا انتظار تھا اور اگر اس وقت حسن کے گھر میں دیکھا جائے تو تمام لوگ تیار ہو کر گاڑیوں میں بیٹھ رہے تھے۔ کوئی بہت بڑا فنکشن نہیں تھا۔ خاندان کے بزرگ تھے اور حسن کی فیملی کے چند لوگ۔ ذاکرہ مہمانوں کو گاڑیوں میں بٹھا رہی تھیں۔ حسن بھی پاس ہی موجود تھا۔ ایسے میں حفصہ تیز، تیز قدموں سے چلتی ہوئی باہر آئی۔

''امی!''

''ہو گئیں تیار..... چلو گاڑی میں بیٹھو۔'' ذاکرہ نے اس کی سنے بغیر کہا۔

''امی..... وہ.....''

''کیا امی وہ.....؟'' وہ جھنجلا کر پلٹیں۔

''کچھ دکھانا تھا۔'' اس نے فون دونوں ہاتھوں میں سختی سے پکڑا ہوا تھا۔

''کیا ہے؟'' وہ چڑ گئیں۔

''ویڈیو۔''

''کس کی؟''

''ادا آپی کی.....'' اور انہوں نے ایک دم رک کر اسے دیکھا۔ نظروں میں سخت فہمائش تھی۔

''بیوقوف..... گاڑی میں بیٹھو۔'' اسے بری طرح جھڑک کر وہ خود کسی مہمان خاتون کے ساتھ مصروف ہو گئی تھیں۔

☆☆☆

بخت سے رابطہ منقطع ہونے کے بعد وہ کتنی ہی دیر اسی منڈیر پر کہنیاں ٹکائے کھڑی رہی، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ شام کا پہلا تارہ افق کنارے چمکا تھا۔ اِک گہری سانس بھر کر اس نے کہنیاں منڈیر سے ہٹائیں، فون اٹھایا اور نیچے جانے لگی تو اِک دم ایک خیال سا گزرا کہ ادا کو مبارک باد ہی دے دے۔ اس نے ادا کا نمبر نکالا، ملایا اور جب کان سے لگایا تو..... ''آپ کا مطلوبہ نمبر فی الحال بند ہے'' کی ریکارڈنگ چل رہی تھی۔

''مصروف ہو گی۔'' یہ سوچتے ہوئے وہ سیڑھیاں نیچے اترنے لگی۔

☆☆☆

اب اگر ادا عبدالمالک کے کمرے میں جھانکیں تو بیڈ پر خالی وہ تہ کیا ہوا دوپٹا ہی نظر آ رہا تھا۔ اس پر لکھے گئے الفاظ ابھی تک جگمگا رہے تھے۔ ادا وہاں موجود نہیں تھی۔ وہ کمرے کی کھلی کھڑکی کے پٹ کے ساتھ پیر لٹکائے کھڑی تھی کہ جس کے عین باہر چنبیلی کی بیل سفید پھولوں سے لدی ہوئی تھی اور وہ اس وقت بیل سے گرا کوئی پھول ہی دیکھ رہی تھی۔

''بجو!'' اس نے چونکے بنا مڑ کر دیکھا۔

''اپنا فون دینا، تصویر.....'' تارا کلائی میں چوڑیاں چڑھاتے ہوئے عجلت میں کہتے ہوئے اس کی طرف آ رہی تھی کہ جملہ ادھورا رہ گیا۔ وہ ٹھہر گئی۔

''فون کی چارجنگ نہیں ہے۔'' اور تارا نے تو جیسے یہ سنا ہی نہ تھا۔

''اُف، کیا روپ چڑھا ہے بجو، اتنا روپ تو پہلی بار بھی.....'' اور کمرے کی فضا جیسے یکلخت کسی تیز زہریلی گیس سے بھر گئی تھی۔

ایک مرچ جیسی تیز لہر اس کی ناک کے نتھنوں سے ہوتی ہوئی سارے بدن میں پھیلی تھی اور اس نے رخ موڑ لیا۔ تارا نے ہونٹ ایک دم بھینچ لیے۔ وہ سوری کہنا چاہتی تھی مگر بعض باتوں کا کوئی مداوا نہیں ہوتا، وہ کمان سے نکلا وہ تیر ہوتی ہیں جو کسی کی جان لینے کے واسطے چھوڑا جاتا ہے۔

نیچے اچانک اِک شور سا اٹھا۔ وہی شور جو ایسے موقعوں پر مہمانوں کی آمد پر اٹھتا ہے۔

''اوہ.....!'' تارا جیسے کسی برے خواب سے چونکی اور نیچے کو بھاگی۔ وہ شور تارا عبدالمالک کی سماعتوں تک ہی نہیں گیا تھا۔ وہ شور ادا عبدالمالک کی سماعت میں بھی سیسہ بن کر پگھلا تھا۔ وہ بے اختیار ایک ہاتھ سینے پر اور دوسرا کھڑکی کی چوکھٹ پر رکھ کر آگے کو جھکی۔

میری دنیا میں مجھے تو آ کر دیکھے.....
خوف کا بوجھ الگ، درد کا بازار جدا
رسم و آداب جدا، عفتِ پندار جدا
ہر قدم پر ہے مرے سامنے دیوار جدا

☆☆☆

''کیا بچوں جیسی حرکتیں کر رہی ہو حفصہ، کیوں کھینچ لائی ہو مجھے؟'' وہ گھر سے لے کر ادا کے گھر آنے تک مسلسل اس کوشش میں تھی کہ ماں کو ادا کی وہ ویڈیو دکھا سکے۔ ہر چارہ ناکام ہوتا دیکھ کر سب کے سامنے ''امی، میری بات تو سنیں'' کہہ کر وہ ایک کونے میں گھسیٹ لائی تھی۔ ماں کے غصے کی رتی بھر پروا نہ کرتے ہوئے اس

Scanned with CamScanner

نے ان کا ہاتھ سختی سے پکڑے رکھا اور دوسرے ہاتھ سے فون پر وہ ویڈیو پلے کرتے ہوئے انہیں دکھائی تھی۔

☆☆☆

black hat ہیکرز ہائر کرنا کوئی مشکل کام ہرگز نہ تھا۔ ان کے ریٹس کام کے حساب سے طے ہوتے تھے۔ اسکول، کالج کے سسٹم میں بریک اِن کرنے کے لیے اسٹوڈنٹس تک ان کو ہائر کرتے تھے تاکہ وہ اچھے گریڈز لاسکیں۔ سوشل میڈیا اکاؤنٹس کو ہیک کرنے کا معاوضہ محض 200 سے 250 ڈالرز تک تھا (2021ء کے اعداد و شمار کے مطابق) اور پرسنل اٹیک مہنگی ترین ہیکنگ ہے اور defamation اس کا پہلا tool ہے۔ اوہائیو کے شہر کولمبس میں یہ قریب گیارہ بجے کا وقت تھا کہ جبھی گرے سوئٹر پہنے آدمی کے نمبر پر ایک پیغام موصول ہوا۔

"done" اور ادا کا فون بے جان سیاہ اسکرین کے ساتھ اس کے کمرے کی سائڈ ٹیبل پر دھرا ہوا تھا۔

☆☆☆

وہ پہلے عبدالرزاق کو ڈراپ کر کے اپنے کلائنٹ سے ملنے چلا گیا تھا۔ یہ ملاقات ڈیلے نہیں کی جاسکتی تھی اور ابھی جب وہ لاؤنج میں داخل ہوا تو اسے ایک ادھیڑ عمر خاتون اور ایک لڑکی لاؤنج کے ایک طرف کونے میں کھڑی نظر آئیں۔ وہ انہیں نظر انداز کر کے گزر جانا چاہتا تھا مگر کسی غیر معمولی بات کا ادراک بڑا زور آور تھا۔

''ایکسکیوزمی!'' اس نے ڈرائنگ روم کے دروازے پر ٹھہر کر انہیں پکارا۔

''اینی پرابلم؟'' حفصہ اور ذاکرہ خاتون نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر بے یقینی سے ایک دوسرے کو اور ان کی تیسری نظر دوبارہ فون تک گئی تھی۔

بخت عبدالرحمٰن کو کوئی احساس بے حد بری طرح سے چبھا تھا۔ کچھ ٹھیک نہیں تھا مگر کیا؟

اور یہ احساس نظر انداز کیے جانے کے قابل بھی نہ تھا۔ وہ بے اختیار ان کی طرف بڑھا۔

''کیا ہوا ہے آنٹی؟'' اس نے خود کو کہتے سنا۔

☆☆☆

اور ادا کے فون کی سیاہ اسکرین پر اک جامد خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ وہیں سائڈ ٹیبل پر دھرا ہوا تھا۔ وہ سیدھی ہوئی، ایک ہاتھ سے سینے کو مسلا، چند لمحے..... صرف چند لمحے..... اور اس کے بعد..... ''نہیں''..... اس نے منہ کھول کر بے حد تکلیف سے سانس لی۔ یہ ''فیصلے'' کی غلطی تھی، یہ اس کا بھاری بوجھ تھا جو سہا نہیں جا رہا تھا۔ ایسا وزن تھا جو اس کے کندھے سہار نہیں پا رہے تھے۔

یہ جو "intangibles" ہوتے ہیں، جسمانی وجود نہ رکھنے کے باوجود انسان کو جسمانی اور ذہنی، دونوں طرح کی شدید تکلیف سے دوچار کرتے ہیں، چاہے وہ ایک غلط فیصلہ ہو یا پھر کوئی جذبہ۔

''میں کیا کروں..... یا خدایا، میں کیا کروں؟'' بھاری لباس پہنے جب وہ دونوں ہاتھ مسلتے ہوئے اِدھر سے اُدھر چکراتی تھی تو اس پر کسی بے بس سی شہزادی کا گمان ہوتا تھا۔

''مجھے بات کرنی چاہیے..... ایک بار..... ایک بار..... اگر وہ ساتھ دے تو.....'' انتہائی اضطرار، ذہنی جنگ کا نتیجہ یہ رہا۔

اس نے بھاری فراک دونوں ہاتھوں میں لے کر اٹھایا، ذرا تیز قدموں سے دروازے تک آئی، پٹ وا کیے، باہر جھانکا۔ وہاں کوئی نظر نہیں آیا، آگے بڑھ کر سیڑھیوں سے جھانکنا چاہا تو.....

''آپ کو نکاح کی اتنی جلدی ہے کہ خود ہی نیچے جا رہی ہیں بجو!'' اپنے پیچھے آتی آواز پر وہ بری طرح سے چونک کر پلٹی۔ تارا کے پیچھے سعدیہ تھی۔ وہ پلاسٹک چیئرز اٹھائے ہوئے تھی۔ ادا نے ایک نظر سعدیہ کو دیکھا۔

''تم جاؤ۔'' اور جب سعدیہ سیڑھیوں سے نیچے اتر گئی تو اس نے تارا کا ہاتھ تھاما اور تھام کر اپنے کمرے میں لے آئی۔

''کیا ہوا؟'' تارا حیران تھی۔

''میری بات دھیان سے سنو اور بغیر کوئی سوال کیے یہ کام بھی کرو گی۔''

وہ دونوں آمنے سامنے کھڑی تھیں۔ تارا کے دونوں ہاتھ ادا کے ہاتھ میں تھے۔ تارا نہیں جانتی تھی کہ ستواں ناک میں پہنی نتھنی کے نیچے سرخ لب جب وہ ''بات'' کہیں گے تو عمل کتنا مشکل ہوگا۔

Scanned with CamScanner

سعدیہ کرسیاں لے کر جب نیچے اتری تو اس کی ایک سرسری سی نظر لاؤنج کے اس کونے کی طرف گئی جہاں بخت ہاتھ میں موبائل فون لیے کھڑا تھا، ساتھ میں ادا کی ساس اور نند تھیں۔ وہ کرسیاں لیے ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف بڑھ گئی اور اس کونے سے ذرا فاصلے پر جو وہ سیڑھیوں سے جب اوپر آتی تو دائیں طرف موجود کمرے میں وہ دو لڑکیاں کھڑی نظر آتی تھیں اور ان میں سے وہ لڑکی جو دلہن کے لباس میں ملبوس تھی، وہ دوسری سے کہہ رہی تھی۔

''جاؤ، بخت کو بلا کر لاؤ کیونکہ ضروری بات ہے۔''

☆☆☆

اور نیچے سیڑھیوں سے ذرا فاصلے پر کھڑے بخت کا چہرہ اتنا سفید تھا کہ دیکھ کر حیرانی ہوتی تھی۔ وہ اپنی زندگی میں دوسری دفعہ اپنے تاثرات کو پہنچنے والے شاک کے باعث ہینڈل نہیں کر پایا تھا۔

یہ پہلی دفعہ تب ہوا تھا جب اس کی ماں فوت ہوئی تھی اور اب..... اور اوپر اس کمرے میں تارا نے اپنے ہاتھ ادا کے ہاتھوں سے نکالے۔ وہ مڑی، بنا کوئی سوال کیے وہ اس کے کہے پر ''عمل'' کرنے جا رہی تھی۔ چہرے پر سنجیدگی تھی۔ وہ اپنے غرارے کو دونوں ہاتھوں سے ذرا اوپر اٹھائے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ سیڑھیوں کے درمیان میں پہنچ کر اس نے یونہی نظر اٹھائی تو اسے سامنے بخت کی پشت دکھائی دی۔

''بخت بھائی!'' اس نے وہیں سے پکارا۔ بخت نے مڑ کر اسے دیکھا، اس کے ساتھ ذاکرہ اور حفصہ نے بھی نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

''بجو بلا رہی ہیں۔'' بے اختیار کہہ تو دیا مگر نظر نے جب ساتھ کھڑے افراد کو گرفت کیا تو دل دھک سے رہ گیا۔ اسے دیکھتے ہوئے بخت کے کندھے بے اختیار ڈھلکے۔

''سکینہ بجو بلا رہی ہیں۔ ان کو کوئی کام ہے آپ سے۔'' تارا نے اس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے ''کور'' کرنے کی کوشش کی۔ ایسی کسی بجو کا دور، دور تک ان کے خاندان میں کوئی وجود نہ تھا۔ بخت نے آنکھیں بند کر کے اس ذرا سے ملنے والے ریلیف سے پُرسکون ہونا چاہا۔ ہاتھ میں فون ابھی تک موجود تھا۔ اس نے مڑ کر ذاکرہ خاتون سے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تو انہوں نے تیز نظروں سے اسے اور پھر تارا کو دیکھتے ہوئے فون اس کے ہاتھوں سے لیا۔ وہ وہیں کھڑے اس کے اگلے قدم کی منتظر تھیں۔ چند لمحے خالی، سُن دماغ کے ساتھ وہ وہیں کھڑا رہا پھر مڑ کر سیڑھیوں تک آیا جیسے کوئی چارہ نہ رہا ہو۔ تارا نے اسے اپنے پاس سے جب گزرتے دیکھا تو..... دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے، اس کے جبڑے بھنچے ہوئے تھے، ماتھے کے بل گہرے تھے۔ اس کے چہرے پر طیش کی واضح جھلک نمایاں تھی۔ وہ گردن جھکا کر تب تک اسے دیکھتی رہی جب تک وہ ادا کے کمرے تک نہیں چلا گیا تھا۔ اس کے اوپر جاتے ہی ذاکرہ بھی مڑ گئیں۔

نیچے ڈرائنگ روم میں..... ذاکرہ خاتون کسی مہمان خاتون سے باتوں میں مصروف رقیہ کے کان کے پاس جا کر جھکیں۔ انہوں نے آہستگی سے، شائستگی سے کچھ کہا۔ رقیہ نے بغیر کسی پریشانی کے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

''جی، ٹھیک.....!'' کہتے ہوئے انہوں نے مہمان خاتون سے معذرت کی اور ان کی بات سننے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

☆☆☆

دروازہ بھڑا ہوا تھا۔ اس نے رک کر بے اختیار ماتھے کو مسلا۔ وہ اس سے کیا کہے گا..... کیسے تسلی دے گا..... کس طرح سے یہ سب ہینڈل کرے گا..... اس ایک ''لمحے'' میں بخت عبدالرحمن اتنا لاچار نظر آیا کہ اتنا لاچار تو اسے پوری کہانی میں کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

کوئی سیڑھیوں سے اس وقت اوپر چڑھ کر آتا تو وہ اسے جیبوں میں ہاتھ ڈالے، ڈھلکے کندھوں کے ساتھ، دیوار سے سر ٹکائے نظر آتا۔ وہ بہت اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اس دروازے کے پار اس کی زندگی میں بخت عبدالرحمن کیا طوفان لانے والا تھا۔ اس نے دقت سے، قوت لگا کر ٹیک چھوڑی..... بھڑے ہوئے دروازے پر دستک دی۔

کسی کی ابھرنے والی چاپ میں تیزی تھی اور اسی تیزی میں ابھرتی پائل، چوڑی کی چھنک نے کسی کی جان لینا چاہی تھی۔ چاپ قریب ہوئی..... بخت عبدالرحمن کا سر جھکا..... اور پھر کسی نے عجلت بھرے انداز میں دونوں پٹ پکڑ کر ایک دم وا کر دیے۔

Scanned with CamScanner

''بخت......!'' پکار میں نمی گھلی ہوئی تھی۔ بخت کا دل جیسے نمک بن کر پگھلا، اس نے سر اٹھایا۔

''پلیز وہ......'' اور اس کے لب وہیں جامد ہو گئے۔ لب کیا، اس کا دل...... دل کی حرکت سے بدن میں دوڑتی زندگی...... زندگی جہاں رہتی تھی، وہ وجود...... وجود جہاں کھڑا تھا، وہ زمان و مکاں...... زمان و مکان میں گردش کرتی ہر شے...... اور ہر شے سے بڑی کائنات...... وہاں جیسے سب ٹھٹھر کر رک گیا تھا، ٹھہر گیا تھا۔ بخت عبدالرحمٰن نے ادا کا اپنی زندگی میں نہ ہونا سوچ رکھا تھا...... اس کا کسی اور سے منسوب ہونا سوچ رکھا تھا...... آج کے دن کی تیاری سے لے کر تقریب تک سوچ رکھا تھا مگر یہ نہیں سوچ رکھا تھا کہ وہ یوں ''سجے'' ہوئے روپ میں سامنے آئے گی تو کیا ہوگا......؟ ادا ''محبت'' تھی، حسن سے وہ بے نیاز تھا مگر حسن نے جیسے محبت کو الٹے ہاتھ کا تھپڑ مارا تھا۔ بے اختیار اس نے نظریں اچکائیں۔ اس کے حلق سے کچھ نیچے اترتا دکھائی دیا۔

''اندر آؤ...... مجھے بات کرنی ہے۔'' ادا نے راستہ دیتے ہوئے کہا اور دروازہ پورا کھول دیا۔

''یہ مناسب نہیں۔''

''بخت، پلیز! مجھے بات کرنی ہے۔'' اور وہ چیخ سی گئی۔ ایک گہری سانس بھر کر وہ اندر آیا۔ وہ اس کی حالت کا اندازہ کر سکتا تھا۔

''میں تم سے اگر ایک سوال کروں تو...... کچھ مانگوں تو......؟''

''کیسا سوال......؟''

''تمہارا ساتھ اور سہارا دونوں......'' اور بخت عبدالرحمٰن کے سر کو اتنی زور کا جھٹکا لگا کہ اس کی تکلیف ایک لہر کی طرح گردن میں منتقل ہوئی تھی۔ وہ نا سمجھ نہیں تھا...... وہ اس کی رگ، رگ سے واقف تھا۔

''تمہیں اندازہ ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟'' یہ طے ہو چکا تھا کہ آج کے دن کے لیے وہ خود پر ''کنٹرول'' نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس کا لہجہ بے حد خراب تھا۔

''کیا سوچ کر ایسا کہہ رہی ہو؟'' وہ ایک قدم آگے آیا۔

''سوچا ہوتا تو یوں نہ کہتی۔'' نمی کی تہہ لیے آنکھیں سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں۔ گردن تنی ہوئی تھی۔ اگر کوئی اس کھلے دروازے میں کھڑے ہو کر ادا کو دیکھتا تو بخت کے کندھے سے اوپر اسے ادا کسی ملکہ کی شان سے کھڑی نظر آتی...... کہ جس کے اٹھے سر اور بے خوف آنکھوں میں غم بھری کاٹ سی تھی جیسے ملکہ خنجر کا گھاؤ کھائے ہوئے تھی مگر پھر بھی بہتے لہو کے ساتھ تن کر کھڑی تھی۔

''میں committed ہوں ادا......!'' وہاں حیرت بھری بے یقینی تھی۔

''میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی بخت...... میں سروائیو ہی نہیں کر سکتی...... میں جانتی ہوں موقع غلط ہے مگر

دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں گھر بیٹھے حاصل کریں

جاسوسی، ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ

ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت

ایک سالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ

پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں کے لیے 2400 روپے

بیرون ممالک کے لیے زرِ سالانہ 25,000 روپے

بیرونِ ملک سے قارئین صرف ویسٹرن یونین یا منی گرام کے ذریعے رقم ارسال کریں

رابطہ

مرزا اثر عباس: 0334-5498977
0301-2454188

سرکولیشن مینیجر محمد شہزاد خان: 0333-2256789

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63-C فیز III ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ۔ کراچی

Scanned with CamScanner

یہ کہ میں نے خود کو خود ہی اس غلط موقع تک پہنچایا ہے..... میں پریشرائز ہوگئی تھی لیکن اب مجھ سے یہ نہیں ہو رہا۔ دماغ نے کہا ''حسن'' آخری آپشن ہے اور زندگی آپ کو بار، بار آپشنز نہیں دیتی، پر دل..... دل نہیں مان رہا بخت!''

اور ملکہ اپنے پورے قد سے بخت عبدالرحمٰن کے پیروں میں گری تھی۔

وہ چند لمحے عجب ملال بھرے دل کے ساتھ سامنے کھڑی عورت کو دیکھتا رہا۔

''یو نو واٹ ادا.....!'' وہ جب پاکٹس میں ہاتھ ڈال کر آگے آیا تو پھر سے اسی بخت عبدالرحمٰن کے بھیس میں تھا جسے آپ کولڈ اور thick skinned کے نام سے جانتے ہیں۔

''تم کہانی کو پھر اسی مقام پر لے آئی ہو..... وہاں .....'' اس نے جیب سے ہاتھ نکال کر ادا کے کندھے سے اوپر کھلی کھڑکی سے باہر نظر آتے لان کی طرف اشارہ کیا۔

''میں اور تم انہی کرسیوں پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔''

ادا نے مڑ کر پیچھے لان کی طرف دیکھا۔ وہ خود کو اور اسے وہاں بیٹھا دیکھ سکتی تھی۔

''میں تو وہ ہوں ادا عبدالمالک، جس نے کل بھی تمہیں محبت ہونے کے باوجود خود کو استعمال کرنے نہیں دیا تھا۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ بخت عبدالرحمٰن کو وقت نے ذرا سا بھی بدلا ہوگا؟''

''محبت!'' اس نے جیسے کچھ اور سنا ہی نہیں تھا۔

''محبت!'' وہ چہرہ موڑ نہیں سکی تھی۔

''ادا! میں اگر تمہارے لیے کسی سیف سائڈ پر رکھی ہوئی کوئی آپشن ہوں تو سن لو..... میں آج بھی ''محبت'' کے نام پر خود کو تمہارے ہاتھوں استعمال ہونے نہیں دے سکتا۔''

ادا نے آہستگی سے آنکھیں بند کیں۔ آنسو لکیر بناتے ہوئے گالوں پر پھسلتے گئے۔ وہ اس کی اجڑی، ریزہ، ریزہ ہوئی زندگی کو اپنے ہاتھوں سے سمیٹ سکتا تھا مگر اس پر اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔

''آہ، ادا عبدالمالک! تم نے کیا کھو دیا۔'' اس نے تھکے ہوئے انداز میں رخ موڑا۔

''ہاں، میں نے تمہیں استعمال کرنا چاہا تھا مگر اب ایسا نہیں ہے بخت! کوئی اپنا دل کھول کر کیسے دکھائے؟''

وہ اک لمحے کو مزید کمزور پڑی، اک لمحے کے لیے اس کا دل جکڑا گیا۔

''کوئی اپنا دل کھول کر کیسے دکھائے؟'' زیر لب جملہ دُہرا کر، سر جھٹک کر وہ اک زخمی مسکراہٹ سے مسکرایا۔

''ایسا ہے ادا، کہ آپ کے اظہار کی ٹائمنگ ذرا decisive ہو رہی ہے..... اور آپ نے دل کھولنے کی بات بھی کی تو کس کے سامنے..... ایک کمیڈ شخص کے سامنے.....''

کسی نے ملکہ کے سینے سے خنجر زور سے باہر کھینچا..... آہ، کہتے ہوئے کندھے بے اختیار آگے کو جھکے اور جب وہ سیدھی ہوئی تو.....

''تم زیادتی کر رہے ہو بخت!'' اس کی اونچی، پُرشدت آواز میں سات سمندروں کے پانی کا نمک تھا۔

''کیا چاہتی ہو..... کتنا اور آزمانا چاہتی ہو.....؟ چلو فرض کر لیتے ہیں، یہ جو ابھی سب ہوا..... اس کے بعد اگر میں وہاں جا کر بیٹھ جاتا ہوں کہ جہاں وہ..... تمہارا.....'' اور تمہارا کہتے ہوئے اس کے چہرے پر دنیا بھر کی بیزاری جھلکی۔

''وہ منگیتر بیٹھا ہے..... تو تب عرشیہ..... عرشیہ کا کیا؟ تم کیوں مجھے ولید عبدالرزاق بننے پر مجبور کر رہی ہو؟''

''منگنی اور طلاق میں فرق ہوتا ہے بخت!''

''کمٹمنٹ، کمٹمنٹ ہوتی ہے ادا! یہ کسی کے کہنے پر نہ کی جاتی ہے اور نہ کسی کے لیے توڑی جا سکتی ہے۔'' اس کا لہجہ سرد، سلگتا سا تھا۔

ادا عبدالمالک کا تعلق اس معاشرے سے تھا کہ جہاں ''اظہار'' کو اتنا فینٹیسائز کر دیا تھا کہ اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ کبھی محبت کے اظہار کا جواب محبت ہونے کے باوجود بھی محبت ہی نہیں ہوتا..... کوئی تیسرا جواب بھی ہوتا ہے..... اور وہ اتنے زور کا منہ پر کسی الٹے ہاتھ کے تھپڑ کی طرح پڑ سکتا ہے، وہ شاید یہ نہیں جانتی تھی۔

وہ تکلیف سے ان بے خبر آنکھوں میں دیکھ رہی تھی..... اور پلک کی جنبش دونوں کے لیے حرام تھی۔ دنیا جیسے ان چار آنکھوں میں سمٹ آئی تھی اور ان آنکھوں سے باہر حیات کی بقا خفا تھی۔

''کیوں آئے تھے میری زندگی میں..... کیوں؟''

Scanned with CamScanner

وہ غم بھرا طیش تھا۔

''وہ ہی رہتے ناں جو......'' بھاری نم آواز میں کہتے ہوئے اس نے بخت کے کندھے پر ہاتھ مارا۔ وہ ذرا سا لڑکھڑا کر پیچھے کو ہوا۔

''ہاں، وہ ہی رہتے ناں......جس سے تائی شازیہ نے متعارف کروایا تھا......وہ ہی رہتے...... جو ولید بتاتا تھا...... کیوں تم نے اپنا تعارف مجھ سے کروایا...... کیوں......؟'' اور وہ اس طرح دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے سر گرائے اس کا نوحۂ عقیدت سے سنتا رہا۔

بے دم ہو کر وہ foot board پر ہاتھ رکھ کر جھکی اور پھر نیچے ہو کر foot board سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

''مرد کو اللہ نے care taker (نگران) بنایا ہے، ان تمام عورتوں کے لیے جو اس کے گھر یا گھر سے باہر ہیں۔ تم ہو یا عرشیہ...... care taking کو اب میں دل کے ترازو پر تولتا؟'' چہرہ نیچے کیے وہ رنگ ننگر میں موجود چھلے کو گھماتے ہوئے کافی دیر بعد بول سکا تھا۔

وہ کیا کہہ رہا تھا، وہ کون سی گتھی سلجھا رہا تھا، اس سب سے بے نیاز ادا کا دل چاہا سامنے کھڑے اس برف سے بنے آدمی کے منہ پر اتنے زور کا تھپڑ لگائے کہ اسے احساس ہو جائے ایک عورت ''دل'' ہاتھوں میں لیے کھڑی تھی۔

''محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے بخت عبدالرحمٰن! کیا تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا؟''

اور اس کا حرکت کرتا ہاتھ یکلخت رکا۔ اس نے حیرت سے نظر اٹھا کر پاؤں کے ساتھ بیٹھی عورت کو دیکھا۔ آگے بڑھ کر وہ اس کے سامنے اکڑوں بیٹھا۔ اس نے سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

ادا ان نظروں کی کاٹ سہہ نہیں پائی۔

''ہے......!'' اس نے چٹکی بجا کر متوجہ کیا۔

''اِدھر......اِدھر دیکھو......'' ادا نے ہونٹ بھینچ کر نظر پھیر کر اسے نظر انداز کیا۔

''یہاں دیکھو ادا!'' وہ اتنے زور سے بولا کہ ادا نے بے ساختہ ڈر کر اسے دیکھا۔

''میری ماں decision maker تھی اور میں انہی ماں کا بیٹا ہوں۔ میں فیصلے لینا جانتا ہوں اور ان فیصلوں کی قیمت ادا کرنا بھی جانتا ہوں......محبت اور جنگ

حدیث مبارک

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''جو شخص کہے میں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمدؐ کے رسول ہونے پر راضی ہوں۔''

اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

(سنن ابی داؤد 1529)

مرسلہ: ثوبیہ راجپوت، سیالکوٹ

میں اگر سب جائز بھی ہے اور اگر یہ کہانی بھی ہے، حقیقت نہیں تو پھر میں کہانی کا وہ کردار ہی نہیں جو حالات ''محبت'' یا پھر محبت کے اظہار سے مار اور مات دونوں کھا جائے...... ورنہ کیا مشکل تھا، تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنا؟''

ادا نے تکلیف سے اسے دیکھا۔ وہ اب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا اور پھر ادا نے دو ہاتھ کے فاصلے پر بیٹھے اس شخص کے حلق سے نیچے کچھ اترتا دیکھا۔ ایک دم اس نے ہاتھ بڑھایا۔ وہ اِک دم پیچھے کو ہوئی...... بڑھتے ہوئے ہاتھ نے آہستگی سے اس کے کان کے جھمکے کو چھوا......اس نے رنج سے آنکھیں زور سے بند کیں۔ اِک گرم قطرہ پلک کی نوک تک آیا اور پھر گال سے نیچے گرتا چلا گیا۔ بخت نے عجب یاسیت سے اسے گرتا دیکھا۔

''تم نے مجھے دفن کرنے میں کبھی کوئی کسر نہیں چھوڑی، ادا!'' وہ مدھم، بمشکل سنے جانے والی سرگوشی تھی اور جب وہ سرگوشی سنی گئی تو اس کا دل دھک کر کے رہ گیا۔

کتنے بے بس سے لمحے تھے۔ کوئی یوں بھی اعتراف کرتا ہے بھلا؟ وہ یک ٹک اس کے چہرے کو دیکھتی تھی اور وہ سر گرائے، اکڑوں بیٹھا، دونوں ہاتھ گھٹنوں سے نیچے لٹکائے واقعی میں سب ''دفن'' کر کے بیٹھا تھا۔

اس کے چہرے پر ان دو نظروں کی تپش جیسے کوئی جہنم دہکا رہی تھی۔ اس نے دکھ سے سر کولٹی میں ہلایا اور پھر اسے دیکھے بنا اِک دم اٹھا۔

اس کے قدموں میں بیٹھی عورت نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا اور وہ اس کی پلکوں کے زہر میں بجھے تیروں سے واقف تھا۔ اس کی حرکت میں کوئی اضطراب تھا، وہ

تذبذب..... وہ اپنی ہر کہی بات اور ہر کیے جانے والے عمل میں definite تھا۔ ہاں۔ مگر وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ خود کو اتنی تکلیف سے تو بچا ہی سکتا تھا..... اور وہ پلٹ گیا..... اس کے پیر بنا کسی لرزش کے اٹھتے تھے..... اس کا سر سیدھا اٹھا ہوا تھا۔

وہ ہیڈ اسٹرانگ آدمی تھا، وہ decision maker تھا۔ وہ عورت اب بھی اپنی اٹھی ہوئی گردن کے ساتھ اس کی پشت کو تکتی تھی اور جیسے ہی اس نے دہلیز پار کی، اس کے دونوں ہاتھ اپنے پہلو میں جا گرے۔

چلو اِک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں
نہ میں تم سے کوئی امید رکھوں دل نوازی کی
نہ تم میری طرف دیکھو غلط انداز نظروں سے
نہ میرے دل کی دھڑکن لڑکھڑائے میری باتوں سے
نہ ظاہر ہو تمہاری کشمکش کا راز نظروں سے
تمہیں بھی کوئی الجھن روکتی ہے پیش قدمی سے
مجھے بھی لوگ کہتے ہیں یہ جلوے پرائے ہیں
میرے ہمراہ بھی رسوائیاں ہیں میرے ماضی کی
تمہارے ساتھ بھی گزری ہوئی راتوں کے سائے ہیں
چلو اِک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں

ہم اس دنیا میں سانس لے رہے ہیں کہ جہاں سب کچھ پہلے سے طے ہے۔ کس کو کس سے کب ملنا ہے اور کس کو کس سے کب بچھڑنا ہے، ہم محض اس پہلے سے طے شدہ منصوبے کو انجام تک پہنچانے کے لیے اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

☆☆☆

''میں سب کچھ دیکھ بھال کر اور سوچ کر آئی ہوں۔'' یہی کہا تھا ناں آپ نے جب میں نے آپ سے سوال کیا تھا۔ آپ ہم پر کچھ نہ بتانے کا الزام نہیں لگا سکتیں۔''

اور ذاکرہ خاتون لاجواب ہوئیں۔ انہوں نے چبھتی نظروں سے حسن کو دیکھا۔

''میں ان لوگوں کے سامنے اگر جواب نہیں دے پا رہی ہوں تو وجہ تم ہو..... یہ کیسی یقین دہانی تھی حسن، جو تم نے مجھے دلائی تھی.....؟ کیا تم اپنے خاندان کو یا مجھے نہیں جانتے تھے؟''

اور حسن نے ایک گہری سانس بھر کر انہیں دیکھا۔

''مجھے معلوم تھا امی..... ادا نے سب کچھ بتا دیا تھا..... ایک، ایک بات واضح کی تھی۔ میں نے ہی ادا سے کہا تھا کہ آپ کے سامنے تذکرہ نہ کیا جائے حالانکہ اس نے مجھے آخری بار بھی کہا تھا کہ ایک دفعہ سوچ لوں۔''

اور رقیہ جو فق چہرے اور سرد ہاتھوں کے ساتھ بیٹھی تھیں، ان کو ذرا سی سانس آئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ ذاکرہ نے ان کے کان میں 'ذرا بات سنیے گا' کہا تھا تو وہ کون سی قیامت کی کہانی سنانے جا رہی تھیں۔ انہوں نے امید کی ڈور ہاتھ سے پھسلنے نہیں دی اور امید کے ساتھ ذاکرہ کا چہرہ دیکھا۔

''مجھے اپنے بیٹے سے اکیلے میں بات کرنی ہے، پلیز!'' اور پلیز کہہ کر انہوں نے حاضرین کے چہرے دیکھے۔ انہیں اس کمرے سے باہر آنے میں وقت نہیں لگا تھا۔ ان میں سے ایک کی بھی ہمت نہیں تھی..... ذرا سی سکت بھی نہیں تھی کہ مہمانوں کا سامنا کرتے۔

سیڑھیوں سے اترتے بخت نے ان تین لوگوں کو کمرے سے باہر، لاؤنج میں بیٹھے دیکھا۔ تارا وہیں سیڑھیوں کی گرل سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اس نے ایک لمحے کو ٹھہر کر انہیں دیکھا اور اس سے پہلے کوئی اسے نوٹس کرتا، وہ وہاں سے باہر نکل گیا۔

تارا نے حیرت سے اسے یوں جاتے دیکھا پھر مڑ کر گردن اٹھا کر اوپر دیکھا۔ فضا میں کسی انہونی کے ہونے کی بُو پھیلی تھی۔ اس نے اپنا غرارہ دونوں ہاتھوں سے سنبھالا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ جب وہ کمرے کے کھلے دروازے پر پہنچی تو دلہن کے دونوں ہاتھ پہلو میں گرے ہوئے تھے، سر بیڈ کے فٹ بورڈ پر ٹکا ہوا تھا اور دور سے وہ..... وہ شہزادی دِکھتی تھی کہ جس کے بدن سے سوئیاں نکالی نہیں گئی تھیں۔

''بجو!'' وہ عجلت بھرے انداز میں اس کی طرف بڑھی۔

ادا نے دقت سے اپنا بھاری ہوتا سر فٹ بورڈ سے اٹھایا اور خاموشی سے اسے دیکھا۔

تارا گھٹنوں کے بل اس کے سامنے گری، چند لمحے بے بسی سے اسے دیکھتی رہی اور پھر ایک دم اسے اپنی طرف کھینچا۔ ادا کسی بے جان شے کی طرح اس کے گلے سے جا لگی۔ تارا اب ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

''کیوں رو رہی ہو؟'' اور اس سوال پر تارا نے اسے کندھوں سے پکڑ کر خود سے الگ کیا۔ اس کا رونا یکلخت تھما، اس نے حیرانی سے ادا کا چہرہ دیکھا۔

''آپ کو نہیں معلوم؟''

''کیا نہیں معلوم؟'' اس کی آواز بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک بار پھر اپنا سر فٹ بورڈ پر ٹکایا تھا۔ کندھے، سر کا بوجھل پن اور درد دونوں سہار نہیں پا رہے تھے۔

''بجو.....!'' تارا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ تارا کی نظریں اس کے ہاتھ پر تھیں۔

''آپ کے تمام سوشل میڈیا اکاؤنٹس ہیک ہو چکے ہیں۔''

ایک دم اس کے ہاتھ نے تارا کے ہاتھ کو جکڑا۔ وہ اسی ہاتھ کا سہارا لے کر اک جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔

''میرا فون۔'' اٹھ کر اس نے فون کی طرف جانا چاہا تو وہ ٹھہر سی گئی۔

اس کا فون موت کی سی جامد خاموشی کے ساتھ سائڈ ٹیبل پر دھرا تھا اور اس کمرے سے باہر، نیچے لاؤنج میں موجود عبدالرزاق کے فون پر ایک کال آئی۔

''حسن کی والدہ سے کہیے، میں جلد از جلد ہٹوانے کی کوشش کروں گا..... وہ زیادہ نہ پھیل سکے، میں پوری کوشش کروں گا۔''

☆☆☆

دھوپ کی تپش بڑھنے لگی تھی، دن لمبے ہونا شروع ہو چکے تھے، پیڑوں کی شاخیں ابھی تک ہرے پتوں اور پھولوں سے لدی ہوئی تھیں کیلینڈر نے انگڑائی لے کر نئے ماہ کا آغاز کیا تھا۔ احتشام الدین کے گھر کی فضا میں جیسے کوئی ناگواریت رچی ہوئی تھی۔ وہ اکھڑی، اکھڑی سی نظر آتی تھی۔ عرشیہ انہیں واک پر لے جانے کے لیے جب کمرے میں آئی تو وہ وہاں نہیں تھے۔ وہ تھک کر وہیں بیڈ پر بیٹھ گئی اور ابھی جب وہ ڈھلکے ہوئے کندھوں کے ساتھ بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی تو اس کے فون پر نیا پیغام موصول ہونے کی اطلاع آئی۔ پیغام پڑھ کر اس نے دو لفظ ٹائپ کیے۔ "ok" اور پھر فون جینز کی پاکٹ میں رکھتے ہوئے باہر آئی۔

اسے آج شام کے لیے خصوصی تیاری کرنی تھی۔ وہ ایک خاص ملاقات تھی۔

☆☆☆

''میں انتظار کر رہا ہوں۔''

''کس بات کا؟''

''تمہاری بلی کا۔''

''میری کون سی بلی ہے؟''

''وہ ہی جسے تم نے تھیلے سے باہر نکالنا ہے۔''

اور وہ اک لمحے کے لیے سُن ہوئی اور دوسرے ہی لمحے وہ دل کھول کر ہنسی تھی۔

''تم.....'' اور اس نے سر جھکا کر جھٹکا۔ یوں جیسے کچھ کہہ نہ پائی ہو اور پھر خاموشی سے سامنے پڑے ہلوریں گلاس کے کنارے پر انگلی پھیرنے لگی اور وہ..... اس کی خاموشی کو بھی خاموشی سے دیکھتا تھا۔

''سمجھدار لوگوں کو بات سمجھانا مشکل نہیں ہوتا۔'' گلا کھنکھار کر، سیدھے ہوتے ہوئے اس نے سامنے بیٹھے شخص کی آنکھوں میں دیکھا۔ یہ کیسی تمہید تھی۔

''سن رہا ہوں۔'' وہ پوری طرح متوجہ تھا۔

''ابو.....!''

''اگر تو تمہیں وہ ہی روایتی بات کرنی ہے کہ ابو بیمار ہیں، میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتی..... وغیرہ، وغیرہ تو جان لو عرشیہ! ہر چیز، ہر مسئلے کا حل ہوتا ہے۔ ہر مشکل بیچ کی جا سکتی ہے۔'' اس نے ترنت بات کاٹی تھی۔

عرشیہ نے ٹھہر کر اسے دیکھا۔

اس کی کہی گئی بات کا ثبوت فوراً ہی پیش ہوا تھا۔ اُف یہ سمجھدار لوگ..... انہیں بات گھما پھرا کر کسی کینڈی کی طرح نہیں دی جا سکتی۔

''تم صحیح کہہ رہے ہو..... ایسا ہی ہے۔'' اس نے ایک دم اپنے سارے ہتھیار پہلے ہی جملے میں پھینک دیے۔

''تو پھر؟'' اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

''پھر یہ کہ بخت عبدالرحمٰن ''حل'' پر اتفاق بھی ضروری ہے۔ ایک بیچ پر آنا بھی ضروری ہے۔ ایک ''حل'' وہ جو آپ نے نکالا، ایک ''حل'' یہ ہے کہ کون کس کے ''حل'' کو کتنا جانتا ہے..... اس سے کتنا اتفاق کرتا ہے۔''

''اوہ..... تو بخت عبدالرحمٰن کو کارنر بھی کیا جا سکتا تھا۔'' وہ محظوظ ہوا۔

''چلو، اپنے، اپنے پتے پھینکتے ہیں، جنہیں ہم نے ''حل'' کا نام دے رکھا ہے۔'' کرسی سے ٹیک لگائے وہ

Scanned with CamScanner

ہاتھ بڑھا کر میز پر پڑے چمچ کو دو انگلیوں میں گھما رہا تھا۔
''میرے گھر میں مستقل ایک مرد کی ضرورت ہے۔''
''مشکل کیا ہے۔ شادی کے بعد انکل کو ساتھ لے آئیں گے۔''
''تم شادی کے بعد میرے گھر شفٹ ہو جانا..... اور عبدالرزاق انکل کو بھی ساتھ لے آنا..... کیا مشکل ہے۔''
''بابا..... کبھی بھی نہیں.....'' اور بخت کی انگلیوں میں حرکت کرتا ہوا چمچ اِک دم ساکت ہوا۔ غیر آرام دہ ہو کر اس نے ٹیک چھوڑی۔ کسی کی سچویشن میں فٹ ہوئے بغیر آپ اسے نہیں سمجھ سکتے، اسے اچھی طرح اندازہ ہوا تھا۔
''میں اپنے باپ کی اکلوتی اولاد ہوں۔ میرے علاوہ انہیں سنبھالنے والا کوئی نہیں اور میں کوئی ایسا فیصلہ نہیں کرنا چاہتی بخت، جو میرے باپ کی زندگی کو..... زندگی سے ایک misery کی طرف دھکیل دے۔''
کوئی سوچ سکتا تھا کہ بخت کے پاس کبھی کسی مسئلے کا ''حل'' نہیں بھی ہو سکتا۔ کبھی وہ سب ''سنبھال'' بھی نہیں پائے گا۔
''میں انتظار کر سکتا ہوں عرشیہ، ہو سکتا ہے وقت کوئی آسان حل لے آئے۔ میں تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں۔''
''کتنا؟''
''جتنا ہو سکا۔'' وہ اس کے چہرے کو دیکھتی رہی اور پھر گردن جھکائی۔
''مجھے بچے نہیں چاہیے بخت!'' اس کے پیروں سے لے کر سر تک سُن کر دینے والی سرد لہر اٹھی۔ وہ سامنے بیٹھی عورت سے نظر ہٹا نہیں سکا تھا۔
''کب تک.....؟''
''جب تک میرا باپ زندہ ہے۔'' اور اس شخص کے ہاتھ سے سب پھسلنے لگا تھا۔ وہاں موجود خاموشی کی چبھن بہت شدید تھی۔
سب جیسے آگ پر رکھی شے کی طرح پگھل رہا تھا۔ عرشیہ کے دل سے لے کر اس رشتے تک..... سب۔
''کیا ہم دوست رہ سکتے ہیں؟'' کافی دیر بعد جب وہ بولی تو آواز بھاری تھی۔ بخت کے چہرے پر اِک رنج بھری مسکراہٹ ابھری۔
''ہم جس رشتے میں ہوتے ہیں عرشیہ..... ہم بھی اسی کو نبھا سکتے ہیں۔ کسی نئے رشتے کو بنانے کے لیے اتنا ہی وقت درکار ہوتا ہے جتنا پھر اسے اجنبی بن کر شناسا ہونے میں لگتا ہے۔''
عرشیہ نے اِک گہری سانس بھری۔ بخت عبدالرحمٰن کے ہاں یا تو چیزیں ہوتی ہیں یا پھر نہیں ہوتیں۔ بات مکمل ہوتے ہی اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔
''تمہیں چھوڑ دوں؟'' عرشیہ نے گردن ذرا سی ترچھی کر کے سامنے کھڑے جواب کے منتظر شخص کو دیکھا۔
''ہاں۔'' وہ مسکرائی اور اس زخمی مسکراہٹ کی تہ میں جیسے کوئی شرارت سی بھی تھی اور وہ مطلب سمجھ کر سر جھٹک کر ہنس دیا۔ وہ کرسی دھکیل کر کھڑی ہوئی۔ وہ ساتھ، ساتھ چلتے ہوئے باہر آئے تھے۔
گاڑی سُبک رفتاری سے پیلی روشنی میں نہائی سڑک پر چل رہی تھی۔ ایسے میں صرف گاڑی کے چلنے کی آواز اور وقتاً فوقتاً گیئر بدلنے کی آواز تھی جو سنائی دے رہی تھی۔ گاڑی میں نیم ملگجا سا اندھیرا تھا۔ وہ جب کسی اسٹریٹ لائٹ کے پاس سے گزرتی تو روشنی ان دو افراد کو ذرا سی دیر کے لیے واضح کرتی اور پھر سے وہ اندھیرے میں ڈوب جاتے۔ اسی ڈوبنے ابھرنے کے عمل میں گھر آ گیا تھا۔
اور پھر وہ کتنی ہی دیر یوں ہی بیٹھی رہی۔
''چلتی ہوں۔'' وہ اپنی آواز کو بھرّانے سے روک نہیں پائی۔ اس نے اپنی طرف کا دروازہ کھولا، بخت بھی گاڑی سے اترا..... الوداع کہنے کے بھی کوئی آداب ہوتے ہیں۔
''عرشیہ.....!'' اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ گھوم کر اس کے سامنے آیا۔
''کبھی میری ضرورت پڑے تو جھجکنا مت۔'' اور اس نے فقط سر ہلایا۔ حلق کو کچھ کاٹ رہا تھا۔
''میں نے فیصلہ کرنے میں بہت دیر کر دی، اتنی کہ ادا کا.....'' اور ہونٹ بھینچ کر چپ ہوئی۔
''کیا ضروری ہے کہ ہمارے درمیان آخری بات یہ ہی ہو؟'' اس نے نرم لہجے میں ٹوکا۔ اچھے بچوں کی طرح گردن ہلائی۔
''اس کا فون نکاح والے دن سے مسلسل بند جا رہا ہے۔ وہ ٹھیک تو ہے؟''

Scanned with CamScanner

اور بخت کے سر کو ایک جھٹکا لگا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی۔

''تو کیا ادا کا فون نکاح والے دن سے ہی..... اوہ میرے خدا.....!''

''تم نے نکاح والے دن اسے کال کی تھی؟'' یہ سوال پوچھتے ہوئے اس کا دل ڈوبا۔

''ہاں۔''

اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی اتری۔

''کس وقت؟'' لہجہ زخمی سا تھا۔

''اس دن، تم سے بات کرنے کے فوراً بعد۔''

لفظ عرشیہ کے منہ سے آزاد ہوئے اور کسی پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اس پر انڈیل دیے گئے۔

یک دم اس کی رنگت فق ہوئی، کندھے ڈھلک گئے۔

تو وہ بے خبر تھی۔

تو وہ بے خبر تھی۔

''وہ نہیں جانتی تھی.....'' تو ملکہ کے سینے میں خنجر اس نے ہی گھونپا تھا۔

اس دن وہ اس ''ویڈیو'' کے بارے میں لاعلم تھی اور تارا نے جب اسے پکارا تھا، وہ اپنا غرارہ دونوں ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے تھی..... فون تارا کے پاس بھی نہیں تھا۔

''اوہ..... اوہ میرے خدا!'' وہ برف سے بنا آدمی پگھلنے لگا۔ وہاں آمنے سامنے دو وجود کھڑے تھے اور ان کے سروں کے اوپر رات بیتتی تھی..... وہ رات جہاں سے بہہ کر آتی تھی، اس آسمان پر تارے چمکتے تھے اور پھر ان چمکتے تاروں نے، اس بیتی رات نے دیکھا کہ اس کے سامنے کھڑی لڑکی اسے وہیں پر کھڑا چھوڑ کر مڑ گئی تھی اور وہ وہاں اکیلا کھڑا رہ گیا..... اور وہ اتنا ہی اکیلا تھا کہ جتنا دنیا پر اترنے والا پہلا انسان تھا۔

ہم اس دنیا میں سانس لے رہے ہیں کہ جہاں سب کچھ پہلے سے طے ہے۔ کس کو، کس سے، کب ملنا ہے اور کس کو، کس سے کب بچھڑنا ہے۔ ہم محض پہلے سے طے شدہ منصوبے کو انجام تک پہنچانے کے لیے اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

☆☆☆

وہ رات بڑی بھاری تھی۔

میرا بخت

ساری رات وہ ڈرائنگ روم کے صوفے پر گھٹنے موڑ کر پیٹ سے لگائے، صوفے پر سکڑی سمٹی بیٹھی، کھڑکی سے باہر نیم روشن دان میں کسی کو ڈھونڈتی رہی۔

''جنہیں ہم اپنے ہاتھوں سے کھو دیں..... وہ بھی بھلا ایسے ملتے ہیں کیا؟'' فجر کی پھیلنے والی سپیدی بھی اس رات کے بوجھل پن کو دور نہ کر پائی۔

''جب فیصلہ لینا اتنا ہی مشکل تھا تو یہ فیصلہ کیا ہی کیوں؟''

''فیصلے آسان بھی ہوتے ہیں کیا ابو؟''

اور احتشام صاحب ایک نظر اس پر ڈال کر نماز پڑھنے چلے گئے۔ انسانی نفسیات بڑی عجیب ہے۔ بڑھاپا کمزور کر دینے والا ہے، بیماری تمام تر ذہنی و جسمانی قوتوں کو کھا جاتی ہے۔ احتشام صاحب کی مزاحمت میں بھی پسپائی تھی۔

''مجھے کون سنبھالے گا؟'' یہ خوف تمام تر چیزوں پر بھاری رہا۔

☆☆☆

6 ماہ بعد

اس کے کمرے کے باہر بالکنی میں لپٹی چنبیلی کی بیل ایک بار سارے پھول گرا چکی تھی۔ اپنے بستر پر لیٹی وہ اتنی خاموش نظروں سے اس بیل کو تکتی تھی کہ اگر اسے دیکھو تو یوں لگے جیسے ان نگاہوں سے زندگی کب کی رخصت لے چکی..... مگر نہیں..... وہ ابھی اتنی بے جان نہیں ہوئی تھی۔

ایسا اس کے پیروں کو بستر سے اتر کر زمین پر ٹکاتے ہوئے دیکھ کر لگتا تھا۔ اس کمرے کے ایک کونے میں ایک میز رکھی ہوئی تھی جس پر اس کا کچھ سامان پڑا ہوا تھا۔ وہ پیر اس میز کی طرف بڑھتے تھے پھر ایک زرد چہرے نے سیاہ پڑتے ہونٹوں کے ساتھ وی لائٹنگ کٹ پر سے ڈھول کو پھونک مار کر اڑا دیا۔ کمزور پڑتی گرفت کے ساتھ اس نے کٹ کو سیٹ کیا اور اس کے ہاتھ جب اس کٹ کو سیٹ کرتے تھے تو ہاتھوں کی پشت پر ابھری ہوئی نیلی رگوں پر جا بجا نشان تھے، ایسے جیسے کوئی زیر علاج رہا ہو۔ اس کا فون چھ ماہ بعد آن ہوا تھا اور جیسے ہی اس نے فون اٹھایا..... اس کی آنکھوں کے آگے روشنی کا جھماکا ہوا۔

5 مارچ بروز جمعہ

''میرا فون.....؟'' اٹھ کر اس نے فون کی طرف

Scanned with CamScanner

جانا چاہا تو وہ ٹھہر سی گئی۔ اس کا فون موت کی سی جامد خاموشی کے ساتھ سائڈ ٹیبل پر دھرا تھا..... اور دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے اٹھی، کمرے کے کونے میں رکھی میز پر پڑے لیپ ٹاپ کو آن کیا۔

اس کا دل جیسے جسم کی اِک اِک رگ میں دھڑک رہا تھا۔ تیزی سے tab کھول کر ایک کے بعد ایک اس نے یوٹیوب، fb اور انسٹا گرام کھولے اور آگے ایک ویڈیو موجود تھی۔ کرسر (cursor) پلے کے بٹن پر آ کر رکا اور جیسے ہی اس نے tap کرنا چاہا.....

''بجو!'' تارا نے اِک دم پیچھے سے اس کا بازو پکڑا تھا۔ ادا نے مڑ کر دیکھا۔

''مت دیکھیں.....!'' تارا کی آواز خالی برتن میں پھینکے گئے سکوں کی طرح گونجی۔ وہ چندھیا دینے والی روشنی یکلخت ہٹی تو وہ 6 ماہ بعد اسی میز کے سامنے کھڑی تھی۔ میز کے کونے پر ہاتھ رکھ کر اس نے آنکھیں زور سے بند کیں۔ یوں جیسے ان لمحات کو ذہن کے اس خانے میں دفن کر دینا چاہتی ہو کہ جہاں سے وہ یوں ابھر کر سامنے نہ آ سکیں اور جب وہ فون کِٹ پر سیٹ کر رہی تھی تو اس کے ہاتھوں میں لرزش سی تھی اور یہ لرزش آپ ہر اس مریض کے ہاتھوں میں دیکھ سکتے ہیں جو کسی شدید نفسیاتی بیماری کے زیرِ علاج رہا ہو۔

کرسی کے ہتھوں کا سہارا لے کر وہ بمشکل بیٹھی۔ انگلی بڑھا کر کیمرا آن کرنے کے لیے اس نے کیمرے کے Icon کو ٹچ کیا تو یہ انگلی کا ٹچ اسے اس کرسی سے اٹھا کر پھر سے چھ ماہ پیچھے لے گیا۔ تارا سے بازو اِک جھٹکے سے چھڑوا کر اس کی انگلی نے پلے کے بٹن کو ٹچ کیا اور.....

''یہ عورت جسے آپ ادا عبدالمالک کے نام سے جانتے ہیں اور جو K.W.A نامی چینل چلاتی ہے، یہ بازاری عورت پہلے میری بیوی تھی۔''

اسکرین پر اس کا اور ولید کا نکاح نامہ شو ہو رہا تھا۔

''میری بیوی ہوتے ہوئے عین نکاح والے دن اس کی حرکتیں دیکھیے ذرا.....'' اب اس کی اور بخت کی وہ ہی ولید کے نکاح اور عرشیہ کی منگنی والی تصاویر تھیں اور اس کے بعد جو زبان استعمال کی گئی تھی، اس میں سب سے مہذب لفظ ''داشتہ'' کا تھا۔

''بجو.....!'' تارا نے روتے ہوئے آگے بڑھ کر ویڈیو بند کرنی چاہی مگر اس نے بازو آگے کر کے اسے روک دیا۔

ایک ٹچ کی آواز آئی اور اس کے فون کی روشن اسکرین اِک دم بجھ گئی۔ اسکرین ٹائم ختم ہوا تھا۔ وہ چونک کر چھ ماہ پہلے والے ماضی قریب سے زمانۂ حال میں واپس آئی۔ ایک سانس بھر کر اس نے فون کو دوبارہ آن کیا۔

آسمان کے ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک..... اتنی ہمت چاہیے تھی دوبارہ سے اس کیمرے کے سامنے بیٹھنے کے لیے..... لوگوں کا سامنا کرنے کے لیے۔

اس نے گلا کھنکھارا..... اور جب کیمرے پر اس کی شکل واضح ہوئی تو وہ اس ادا عبدالمالک سے بہت مختلف تھی جسے ویو درز نے دلیم پکاتے ہوئے، پانی بچاتے ہوئے، شلجم پکاتے ہوئے اور ماش کی دال دھوتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ گالوں کی ابھری ہوئی ہڈیوں والا ایک سفید چہرہ تھا۔ وہ نظریں اٹھا کر کیمرے میں نہیں دیکھ سکی۔ اس کا وقار، اس کی اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کی جدوجہد..... سب اس سے ایک ویڈیو نے چھین لیا تھا۔ کسی ایک ایسی ویڈیو کے لیے تمام عمر کسی لڑکی کو ہر وقت سر پر دوپٹا لے کر لوگوں کو بتانا پڑتا ہے کہ وہ داشتہ نہیں ہے..... بازاری نہیں ہے۔

ادا عبدالمالک کو بخت عبدالرحمٰن کے ساتھ اسکینڈلائز کر دیا گیا تھا۔

☆☆☆

اس نے نظریں اٹھا کر کیمرے کو دیکھا۔ اس کے ہونٹ کپکپائے۔

''نہیں ادا.....'' اور اس کا جسم بے اختیار ڈھیلا پڑا۔ اس نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر ان پر سر ٹکایا اور آنکھوں کے سامنے اپنا بڑھا ہوا بازو آیا۔ وہ تارا کو ویڈیو بند کرنے سے روک رہی تھی۔ وہ ویڈیو دیکھتے ہوئے اس کے بازو میں لرزش اترنا شروع ہو چکی تھی اور جیسے ہی وہ ویڈیو مکمل ہوئی، لرزش اس کے دائیں گال سے لے کر ہونٹ کے کنارے تک پہنچ چکی تھی۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے نوٹیفکیشنز کھولے۔ وہاں بے شمار نوٹیفکیشنز تھے۔

Scanned with CamScanner

مگر اس کی نظر ایک اطلاع پر ٹھہر سی گئی..... وہ ہوتی ہے ناں گٹ فیلنگ، بس وہ ہی کام کر رہی تھی۔ کوئی بڑا انا گوار سا احساس تھا جو اس نام کو دیکھ کر ابھرا تھا۔ اس نے.... بے ساختہ صالحہ طاہر کے بھیجے گئے پیغام کو کھولا اور آگے ولید کی Gify تھی جس میں جب وہ چار انگلیاں ہونٹوں سے لگا کر ہٹاتا تو ایک سرخ دل اڑتا ہوا دیکھنے والے کو اپنی طرف آتا دکھائی دیتا۔ لرزش اب گردن سے ہوتی ہوئی پوری دائیں جانب پھیل رہی تھی۔

''بجو؟'' تارا نے پریشانی نما حیرت سے اسے کندھوں سے تھاما..... اور اس کے جسم نے ایک جھٹکا کھایا۔

''بجو.....!'' یہ آواز چیخ جیسی تھی۔

اس کے جسم کو دوسرا جھٹکا لگا۔ دوسری فلک شگاف چیخ بلند ہوئی..... تارا اسے سنبھالنے کی کوشش میں اسے اپنے ساتھ لیے ہوئے گھٹنوں کے بل زمین پر گری..... اس کا پورا وجود جھٹکے کھا رہا تھا۔

''جب آپ کا دماغ کسی شدید جذباتی دھچکے کو سہہ نہیں پاتا تو نتیجہ fits عام زبان میں دماغی دورے.....''

اس کا زمین پر گرا وجود جھٹکے کھا رہا تھا اور آگے کا منظر کسی فلم کے سلوموشن سین جیسا تھا۔

تارا بھاگ کر سیڑھیوں کی طرف گئی۔ گرل کے اوپر جھک کر آواز دی (اور اس کے بس ہونٹ ملتے دکھائی دیتے تھے، آواز نہیں آتی تھی)۔ اس کی گردن کی پھولی رگوں سے لگتا تھا کہ اس نے زور سے کسی کو پکارا ہے۔

اور ادا نے، میز سے سر اٹھایا، چند لمحے کیمرے کو دیکھتی رہی..... ویڈیو شروع کی..... اب وہ کرسی سے اٹھی اور کیمرے کے اوپر سرخ جلتے بجھتے نقطے کے ساتھ ٹائم ایک، ایک سیکنڈ بڑھتا جا رہا تھا۔ جب وہ مڑی تو اس کے ہاتھ میں قرآن پاک تھا..... وہ کرسی پر آ کر بیٹھی، قرآن پاک کھولا۔

چھ ماہ پہلے کا منظر

تارا بھاگ کر ادا کے پاس واپس آئی۔ وہ بنا آواز اسے پکارتے ہوئے اس کی ہتھیلیاں مسل رہی تھی..... اس کے منہ کو تھپتھپا رہی تھی۔ اتنے میں سیڑھیوں پر تین لوگ تیزی سے چڑھتے ہوئے دکھائی دیے تھے۔

وہاں عجیب سا اک شور سا مچ گیا۔ مہمان خواتین میں سے ایک، ایک کر کے سب اوپر جمع ہونے لگیں..... حسن نے آگے بڑھ کر جب اوپر جانا چاہا تو ذاکرہ خاتون نے یک دم بازو سے تھام کر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔

چند لمحوں بعد ایمبولینس کے سائرن کی آواز سنائی دی۔

☆☆☆

ادا نے قرآن پاک کھولا..... ورق پلٹے۔

''اور وہ لوگ جو تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں پر پھر نہ لائیں چار گواہ تو کوڑے مارو ان کو، اسی کوڑے اور نہ تم قبول کرو ان کے لیے گواہی کو کبھی اور یہ ہی وہ لوگ ہیں، وہ جو فاسق ہیں۔'' سورۂ نور، آیت نمبر 4۔

اس نے بھیگی پلکوں، گال پر ایک کے بعد ایک گرتے آنسوؤں کے ساتھ آیت پڑھی..... قرآن پاک بند کیا..... اور سیدھا کیمرے میں دیکھا۔

''مجھے اپنی پاک دامنی ثابت نہیں کرنی۔ جس نے مجھ پر تہمت لگائی ہے..... اسے الزام ثابت کرنا ہے۔ ولید عبدالرزاق، چار گواہ لاؤ اور اگر تم نہ لا سکے تو وقت تمہیں اسی کوڑوں جیسی مار مارے..... اور اللہ کے ہاں تمہاری گواہی نامقبول ہو.....''

اور اس نے ہاتھ بڑھا کر کیمرا بند کر دیا۔ چند لمحے وہ قرآن پاک کو ہاتھوں میں لیے بیٹھی رہی اور پھر آنکھیں موند کر اس نے سر کرسی کی پشت سے ٹکایا تھا۔

☆☆☆

چھ ماہ پہلے کا منظر

جمعہ، 5 مارچ۔ رات گیارہ بجے

یہ ایک اسپتال کا کمرا ہے۔ پورا کمرا روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ براق سفید بستر پر آف وہائٹ کا مدار لباس میں اِک وجود پڑا دکھائی دیتا ہے۔ ابھی تک وہ لباس بدلا نہیں گیا تھا۔ ہونٹ بھی ابھی تک سرخی سے رنگے ہوئے تھے، گجروں کے پھولوں کی پتیاں ٹوٹ کر بستر پر گری ہوئی تھیں۔ ایسے میں گجرے کا دھاگا خالی، خالی سا نظر آتا تھا چند بنا پتوں کے خالی ڈنٹھل لٹکے نظر آتے ہیں۔ مہندی لگے سرخ ہاتھوں کی پشت پر سوئی بھی ہوئی تھی اور اس کی مسکارا لگی پلکیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں۔ اس کے سینے کا اتار چڑھاؤ، سانس آنے جانے کا پتا دیتا تھا۔ عبدالرزاق نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر بخت کا نمبر نکالا۔

Scanned with CamScanner

"نہیں، اسے یہ اطلاع دینا ضروری نہیں ہے..... اس ویڈیو کو کنٹرول کرنا ضروری ہے۔"

اور انہوں نے فون بند کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا۔

ایک جنگ وہ تھی جو اسپتال کے بستر پر لڑی جا رہی تھی اور ایک جنگ وہ تھی جو بخت عبدالرحمٰن اس رات لڑ رہا تھا اور وہ دونوں ہی جنگیں جیتنی لازمی تھیں۔

ہم اس دنیا میں سانس لے رہے ہیں کہ جہاں سب کچھ پہلے سے طے ہے۔ کس کو، کس سے، کب ملنا ہے اور کس کو، کس سے، کب بچھڑنا ہے۔ ہم محض پہلے سے طے شدہ منصوبے کو انجام تک پہنچانے کے لیے اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

☆☆☆

اگلے 36 گھنٹوں میں انسٹاگرام ریکور ہوا تھا اور اگلے 48 گھنٹوں میں fb اور یوٹیوب چینل ریکور کیے گئے تھے مگر عزت پر جو ڈینٹ پڑنا تھا، پڑ گیا اور اس کے چھ ماہ بعد تک وہ اکاؤنٹس خاموش رہے۔ ولید جو چاہتا تھا، وہ ہو گیا تھا۔ اب اس کی جوتی کو بھی پروا نہیں تھی، کوئی ادا عبدالمالک جیے یا مرے۔

وہ یوں زندگی گزارتا تھا کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں..... اس نے کچھ کیا ہی نہیں..... ایک وائٹ کالر جاب کے ساتھ بیوی اور بچے کے ساتھ اک پُرسکون زندگی.....

زندگی بڑی تلخ اور بے رحم ہے۔ زندگی کے ہاتھوں ایک تھپڑ کھا کر آپ دوسرا گال اسے پیش نہیں کر سکتے۔ آپ کو لڑنا پڑتا ہے۔ آگے بڑھ کر زندگی کے حملہ کرتے ہوئے ہاتھوں کو کلائیوں سے پکڑ کر روکنا پڑتا ہے، انہیں جھٹکنا پڑتا ہے۔

سات ماہ بعد

وہ اپنے کمرے سے نیچے آئی۔ اس کی رنگت بحال ہو رہی تھی، چہرے کی سپیڈی میں جیسے زندگی گھلنے لگی تھی۔ اس نے ایک نظر اپنے زیرِ تعمیر کچن کو دیکھا۔

"تارا!" اس نے آواز دی اور جب تارا سامنے آئی تو بولی۔

"حسن کو فون ملاؤ اور کہو ہم نے آپ کی کمپنی کو پورا کچن تعمیر کرنے کے لیے رقم ادا کی تھی۔ ہمیں اپنا کام ایک ہفتے کے اندر، اندر مکمل چاہیے۔" حسن احمد کے ماتھے پر اس آواز کو سن کر پسینہ آیا۔ وہ اُدھڑے ہوئے زخموں والی ناگن تھی۔ سب سے بڑا فیکٹر جو آپ کو پشت پر گھونپے گئے خنجر کے ساتھ اٹھ کھڑے ہونے کی قوت دیتا ہے..... وہ انتقام ہی ہے۔

آٹھواں ماہ

موبائل فون دونوں ہاتھوں میں تھامے، وہ سارا، سارا دن آرڈرز کا انتظار کرتی تھی۔ وہ اب ویڈیوز نہیں بناتی تھی۔ وہ بس flyers چلاتی تھی..... مینیو کے، ڈسکاؤنٹ آفرز کے اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کے..... کسی نے اپنے موبائل پر وہ آفرز دیکھیں۔ دفتر میں بیٹھے ہوئے اس نے اپنے ایک ورکر کا نمبر ملایا۔

"K.W.A سے ایک آرڈر بک کراؤ اپنے نام سے۔" فون پر رنگ ہوئی..... اس نے چونک کر فون کو دیکھا..... ایک لمحے کے لیے وہ ساکت ہوئی اور دوسرے ہی لمحے اس نے عجلت بھرے انداز میں فون اٹھایا۔

"السلام علیکم!" اور سلام کے جواب کے بعد آگے سے جو کہا گیا، اس نے آٹھ ماہ بعد کسی کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیری تھی مگر یہ ایک ایسی مسکراہٹ تھی جس کے کھلنے پر آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرتے تھے۔

نواں ماہ

اُدھر کوئی اپنے آفس میں بیٹھا، دو انگلیاں ہونٹوں پر رکھے اس کے انسٹاگرام پر اپ لوڈ ہوئی اس reel کو دیکھ رہا تھا۔ اسے تنہا کیسے چھوڑا جا سکتا تھا..... وہ بھلا یہ کیسے کر سکتا تھا..... ہاں بس۔ وہ "محبت" کے ہاتھوں اندھا نہیں بن سکتا تھا..... manipulate نہیں کیا جا سکتا تھا۔

دسواں ماہ

رات کے 2 بج رہے تھے۔ ادا عبدالمالک مختلف سوشل ایپس پر کسی کا اکاؤنٹ کھوج رہی تھی اور پھر اسے مل گئی..... ایک مکمل ہیپی فیملی کی تصویر..... ولید، آگستا اور ان کا بیٹا..... اس نے تصویر زوم کی، اس چہرے کو دیکھا اور اس کا ٹارگٹ ایک دم "ولید" سے "آگستا" پر منتقل ہوا اور عین اسی وقت ایک گھر میں وہ وقت ایک بار پھر مصیبت بن کر آیا تھا۔ دو نسوانی ہاتھ..... ایک مرد کو جھنجوڑ کر اٹھاتے تھے۔

Scanned with CamScanner

''عماد.....! عماد اٹھیں، ابو کو اٹیک ہوا ہے۔'' اور وہاں آدھی رات کو ایک افراتفری سی پھیل گئی۔

اور اس کے بعد وقت کی گردش کیلینڈر کے پنّوں کو ایک کے بعد ایک کر کے اٹھاتی گئی اور جب وہ گردش تھمی تو وہ جنوری 2023ء کا سماں تھا۔

☆☆☆

''کدھر چلے گئے تھے آپ؟ چھٹی والے دن بھی.....'' رقیہ نے عبدالمالک سے پوچھا۔ وہ سب ویسے تو نارمل ہو چکے تھے مگر اندر جیسے کچھ بجھ چکا تھا۔

''ارے عبدالرزاق بھائی کی طرف گیا تھا..... کوئی حال نہیں ان کے گھر کا..... اور خود ان کا بھی۔''

''کیوں، کیا ہوا؟''

''تبریز اپنی ماں کے پاس گاؤں گیا ہوا ہے..... بخت کا ایک پیر گھر اور ایک آفس میں ہوتا ہے..... شوگر ان کی ہائی جا رہی ہے..... بی پی بھی اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے اور کھانے پینے کا نظام اسی کے سہارے چل رہا ہے۔'' گو کہ عبدالمالک کی آواز نیچی تھی..... گو کہ انہوں نے اپنی طرف سے سرگوشی کی تھی مگر اس کے کان تو بخت کے نام پر ہی سرخ ہو چکے تھے (غصے سے) وہ کچن میں تھی۔ کل اسے ایک آرڈر ملا تھا، پرہیزی کھانا تھا اور ایڈریس تایا کے گھر سے کوئی ایک دو گلی چھوڑ کر تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ شخص پھر سے ایسی کوئی حرکت کر سکتا تھا۔

''اُف..... ہمت تو دیکھو اس کی..... جرأت ملاحظہ کرو ذرا..... ایڈیٹ..... غریب ہی سمجھ لیتا ہے ہر بار۔''

وہ چائے دینے آئی تھی۔

''ادا.....!''

''جی ابو!''

''تارا سے کہو تیار ہو جائے۔ میں اسے تایا کے گھر چھوڑ آتا ہوں۔ حالت بہت خراب ہو رہی ہے گھر کی۔''

''تارا نے کیا تیر مار لینا ہے ابو! وہ خراب کو مزید خراب کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرے گی۔ میں چلتی ہوں۔'' وہ خود جانے کو تیار تھی۔

ان دونوں نے خاموش نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور خاموش ہی رہے۔ اب بھی اگر وہ instinctive طرزِ عمل رکھتی تو وہ پھر ایسا شخص ہوتی جس نے وقت سے کچھ نہیں سیکھا تھا۔ اس نے تو اتنا کچھ سیکھ لیا تھا کہ بہت کچھ سکھانے کی پوزیشن میں تھی۔

☆☆☆

''السلام علیکم تایا ابو!'' اور اس آواز پر جب سر اٹھا کر انہوں نے دیکھا تو سلام کا جواب منہ میں ہی ٹھٹھر گیا۔ بوڑھی آنکھیں آنسوؤں کو روک نہ سکتی تھیں..... ہاں..... وہ چھپا سکتی تھیں اور انہیں چھپانے کے لیے وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے۔

''وعلیکم السلام..... میرا بچہ آیا ہے۔'' اور اس نے آگے بڑھ کر ان کے آگے سر جھکایا مگر کن انکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ایک سانس سکون بھر کر اندر اتری تھی۔ وہ گھر پر نہیں تھا۔ اس کا سامنا آسان نہیں تھا۔ یہ سامنا بڑے آرام سے اسے ایک غیر آرام دہ حالت میں لے جا سکتا تھا۔

''کیسی طبیعت ہے اب..... کھانا کب کھایا تھا؟'' وہ ان کا گلوکومیٹر اٹھاتے ہوئے بولی۔

''ایک، ڈیڑھ گھنٹا ہوا ہے۔''

''اچھا..... اتنی دیر میں کچن دیکھ لیتی ہوں۔'' وہ چادر اتار کر تہ کرتے ہوئے بولی۔ اب عبدالرزاق صاحب کو کیا معلوم کہ بخت صاحب ان کے لیے پرہیزی کھانا کدھر سے منگواتے رہے ہیں۔ وہ تو یہ ہی سمجھے کہ خود بنا رہا ہے..... اور جب وہ کچن میں آئی..... ڈسٹ بن K.W.A کے لوگو والے ڈسپوزیبل فوڈ کنٹینرز سے بھرا ہوا تھا۔ اس کا خون کھول کر رہ گیا۔ اس شخص کے لیے ایک تھپڑ تو جائز ہے۔

کچن کی حالت اتنی ابتر نہیں تھی جتنی کہ پہلے کبھی ہوا کرتی تھی مگر یہ کہ ایک ''عورت'' اور ''مرد'' کے کام کرنے میں جو فرق ہوتا ہے، وہ فرق نظر آ رہا تھا۔ تایا ابو کے لیے سوپ بنانا چاہا تو دیکھا چکن نہیں تھی۔ ''آدھے گھنٹے میں کچن جتنا سمیٹ سکی، سمیٹوں گی پھر تایا ابو کا شوگر لیول چیک کروں گی۔ اس کے بعد جو، جو اشیا ختم ہیں، وہ لاؤں گی..... او کے.....'' لائحہ عمل تیار تھا اور جب اس نے تایا ابو کو بتایا تو۔

''اکیلی کیسے جاؤ گی؟ بخت کو آ لینے دو۔'' (اب غریب تایا کو کیا معلوم کہ بخت اور اس کے درمیان کیا

Scanned with CamScanner

ہو چکا)۔

''بچی نہیں رہی اب میں تایا ابو! خود جا سکتی ہوں۔'' وہ کہہ کر رکی نہیں اور جب وہ گروسری کے تھیلے اٹھائے کچن کی طرف اپنے دھیان میں جا رہی تھی..... تو وہ کچن میں سے سر جھکائے چائے کا کپ ہاتھ میں لیے نکل رہا تھا۔ اس نے گرم، گرم چائے کا گھونٹ بھر کر سر اٹھایا۔

ادا نے ایک کندھے پر سے پھسلتی چادر کو قابو کرتے ہوئے دوسری طرف جھک کر شاپنگ بیگز کو سیدھا کر کے جب توازن بحال کیا تو..... گرم چائے نے اس کا منہ جلایا..... وہ گھونٹ اندر نہیں اتار سکا..... اور ادا کے ہاتھ سے سارے شاپنگ بیگز جیسے پھسل کر زمین پر جا گرے تھے۔

''اُف.....'' ہونٹوں کے درمیان وہ لفظ ادا ہوا۔ اس نے زور سے آنکھیں بند کیں۔

''تم نے تو اسے تھپڑ مارنا تھا ادا..... یہ کیا، کیا؟''

ہم جب کسی صورتِ حال سے فرار چاہتے ہیں تو خود کو اِدھر اُدھر مصروف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ادا نے یہ کام شاپنگ بیگز کو زمین پر بیٹھ کر اٹھاتے ہوئے کیا۔

نہ جانے کیوں بخت کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ اس نے کپ مڑ کر کچن کے شیلف پر رکھا اور اب وہ اکڑوں اس کے سامنے بیٹھا..... ادا کا منہ سرخ ہوا۔

''بدتمیز، بدتہذیب انسان کیسے بے شرم دیدوں سے دیکھ رہا ہے جیسے اس نے تو کچھ کیا ہی نہیں۔'' اگر ادا کا چہرہ کوئی فزیکل شے ہوتا تو آپ اس سے دھواں نکلتا ضرور دیکھ سکتے تھے۔ مگر بچ..... آپ نہیں دیکھ سکتے۔ یہ تو بس بخت عبدالرحمٰن ہی دیکھ سکتا ہے..... حد تو یہ تھی کہ وہ چیزیں اٹھانے میں اس کی مدد بھی نہیں کر رہا تھا اور اس کا یہ دیکھنا اب ادا کو embarrass کر رہا تھا مگر یاد رکھیے embarrass ہونے کی بھی ایک عمر ہوتی ہے..... اس نے ایک دم سب کچھ وہیں پھینکا اور چہرہ اٹھا کر کاٹ کر رکھ دینے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"will you marry me?"

اور اب اگر آپ بخت کی پشت سے، اس کے کندھے کے اوپر سے ادا کو دیکھیں تو اس کی نظروں کی کاٹ ایک ایسی حیرانی میں بدل چکی ہے کہ اگر اس حیرانی کو دنیا پر الٹ دیا جاتا تو اس کی شدت دنیا کے تمام لوگوں کو حیرانی سے دوچار کر دیتی۔ وہ پیروں کے بل بیٹھے ہوئے چیزیں اٹھا رہی تھی..... مزید کوئی بوجھ سہہ نہیں پائی۔ وہ وہیں زمین پر ڈھے سی گئی۔

☆☆☆

ایک عجیب سا اسٹریس تھا جو اس پر حاوی ہو رہا تھا اور یہ اسٹریس اسے مجبور کرتا تھا کہ وہ پھیپھڑوں کی پوری قوت لگا کر، کھینچ کر سانس لے۔ اس کے ہاتھوں میں لرزش سی اترنے لگی۔ کانپتے ہاتھوں سے اس نے سائڈ ٹیبل کی دراز کھولی..... دوا کی شیشی نکالی۔

''بخت آیا ہے..... تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔'' اور دوا کی شیشی اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر گری اور گر کر لڑھکتے ہوئے دروازے میں کھڑی رقیہ کے پیروں میں جا ٹھہری۔ رقیہ نے جھک کر شیشی اٹھائی اور اس تک آئیں۔

''کیوں اتنی پریشان ہو؟'' اس نے ایک نظر اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر دوا لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

''کیوں آیا ہے ملنے؟'' مڑ کر دوا کو منہ میں رکھتے ہوئے اس نے پانی کے گھونٹ سے اندر اتارا۔ اس کی آواز بے تاثر تھی۔

''کرنی ہوگی شادی کے متعلق کوئی بات..... کہہ رہا ہے کہ تمہیں ساتھ لے کر جانا ہے۔'' رقیہ سنجیدہ تھیں مگر چہرے پر محسوس کرنے والی طمانیت تھی۔ ادا کے ہونٹ بھنچے۔

''اسے کہیں جو بات کرنی ہے یہاں.....'' اس نے ٹھہر کر اپنے کمرے کو دیکھا۔

''یہاں آ کر کرے۔'' اور پھر جواب دیا۔

''کہہ رہا ہے تو.....''

''امی پلیز.....!'' اس نے سرد لہجے میں ان کی بات کاٹی۔

جب رقیہ نے آ کر یہ بات بخت کو بتائی تو بے ساختہ ایک گہری سانس بھر کر اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

ایک بلاوا پہلے بھی آیا تھا..... ایک بات پہلے بھی اسی کمرے میں ہو چکی تھی..... وہ کسے اذیت دینا چاہتی تھی؟

اس نے سامنے میز پر رکھے چند پیپرز اٹھائے اور اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ بیڈ پر بیٹھی سیدھا دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ چپکے ہوئے گال کافی حد تک بھر چکے تھے، دونوں

Scanned with CamScanner

ہاتھ گود میں رکھے تھے اور اگر ان ہاتھوں کی پشت کو دیکھو تو نشان مٹے، مٹے سے نظر آتے تھے۔ اس کے کان دو پیروں کو میڑھیاں چڑھتے سن سکتے تھے۔ وہ ابھرتی چاپ نزدیک سے نزدیک ہو رہی تھی اور پھر اس نے خود کو ذرا سا پیچھے رکھ کر کھلے دروازے پر دستک دی۔

''تہذیب کے مظاہرے تو دیکھو ذرا اور اس جیسا بدتہذیب، بدتمیز اور کوئی ہوگا کیا؟'' جان جل کر رہ گئی تھی۔ بے ساختہ اس نے بیڈ کے فٹ بورڈ کی طرف تکلیف سے دیکھا۔ اسی دوران دروازے پر پھر دستک ہوئی۔

''کھلے ہوئے کواڑوں پر کون دستک دیتا ہے؟'' اس کی آواز ابھری۔

''بخت عبدالرحمٰن.....!'' جواب فوراً آیا اور اس کے ساتھ ہی ادا نے اسے اندر آتا دیکھا۔

ناگواری سے اس نے منہ پھیرا اور وہ اس ناگواری کے اظہار پر مسکرا دیا۔ واللہ، اس کی یہ ہی مسکراہٹ جان جلا دیتی تھی..... آگ سی لگتی تھی کہیں۔

وہ اب کونے والی میز کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ رہا تھا۔ وہ دونوں پھر سے آمنے سامنے تھے اور.....

فلیش بیک

وہ دونوں آمنے سامنے، آلتی پالتی مارے زمین پر بیٹھے تھے۔ اس کے سامنے بیٹھی عورت کی آنکھ میں شدید حیرانی تھی۔ ویسی ہی حیرانی جیسی وہ جملہ پڑھنے والی آنکھ میں اتری ہے۔

''تم رحم سے عاری انسان ہیں..... میں.....''

''اس بات پر تمہارا منہ توڑنا بنتا ہے مگر مجھے اپنے ہاتھوں پر حیرت ہے۔''

''غصہ کس بات کا ہے.....؟''

''یا خدا!'' بے اختیار اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''میں نے تو اس دن جیسے فارسی بولی تھی ناں؟'' ٹھنڈا لہجہ سخت تپش دیتا تھا۔

''اس دن کی بات مت کرو۔''

''کیوں نہ کروں؟ یہ ہمیشہ پہلی بات ہوگی۔''

''موقع غلط تھا..... ٹائمنگ غلط تھی۔''

''گھاؤ'' جیسے پھر سے لگا۔ وہ اِک دم خاموش ہوئی۔

''تم نے مجھے کیا سمجھا تھا بخت عبدالرحمٰن..... ایک برے کردار کی عورت؟ تمہیں لگتا ہے کہ جس مرد کے ساتھ کوئی عورت scandalize کی گئی ہو، وہ عورت اسی مرد کو.....'' آنسوؤں نے حلق کو کاٹا تو وہ بات مکمل نہ کر سکی۔

''مجھے لگا میں خود پر جبر کر سکتی ہوں۔ پریشر ٹین موقع پر یوں پھٹے گا، مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا۔ کبھی، کبھی آپ خود کو خود ہی حیران کر دیتے ہیں..... نہیں؟''

''میں نے دل کھولا تھا..... تمہیں آپشن نہیں سمجھا تھا۔ تب اس کمرے سے باہر کیا قیامت تھی، میں نہیں جانتی تھی۔''

''تمہاری بے خبری میرے علم میں تھی۔'' اور ادا نے حیرت سے بھری نظر اٹھائی۔

''اور تم نے پھر بھی.....؟'' آخر یہ شخص ایک ہی دفعہ مار کیوں نہیں دیتا۔ وہ زچ ہوئی۔ ادا معصوم کو کیا معلوم کہ وہ ''شخص'' ایک دفعہ پھر حقائق کو manipulate کر رہا تھا۔

''یہ نکاح نامے کے کاغذات ہیں۔''

اور اس کا یہ جملہ ایک جھٹکے سے ادا کو ماضی سے حال میں کھینچ لایا۔ حقیقت میں اس کا دماغ بھک سے اڑا۔ وہ کیا کہہ رہا تھا۔

''دماغ ٹھکانے پر ہے..... کہہ کیا رہے ہو تم؟''

''کورٹ میرج کا تو کم از کم نہیں کہہ رہا۔'' وہ معصوم نظر آیا۔

''تو پھر یہ کیوں لائے ہو؟'' اس نے گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھا۔

''میں نے کہا تھا باہر چلتے ہیں۔'' اس نے کندھے اچکائے۔

''اُف! کیا وہ یہ منٹ، منٹ میں یوں ہی اس کی جان جلایا کرے گا۔'' وہ اسے دیکھتی رہی۔

''اوکے..... فائن۔ یہ نظروں سے بھسم کرنا بند کرو۔ میں ایک سنجیدہ بات کرنے آیا ہوں۔''

''جی فرمائیے.....!'' اور بخت نے ڈی کوڈ کیا، دوسرے لفظوں میں ''جی بکواس کیجیے۔''

''میں ان تمام شقوں کو تمہارے ساتھ ڈسکس کرنے آیا ہوں جس پر ''کراس'' لگا کر ''نکاح'' کو سائن تک محدود کر دیا جاتا ہے۔ یہ میرے اور تمہارے درمیان طے ہونے کی باتیں ہیں، کسی تیسرے کے درمیان نہیں۔

Scanned with CamScanner

زندگی ساتھ گزارنے کا معاہدہ میرے اور تمہارے درمیان ہے، کسی اور کے نہیں۔ ایک عام سے ڈاکیومنٹ کو بھی بغیر پڑھے سائن نہیں کیا جاتا..... یہ تو پھر زندگی کا سب سے اہم ترین معاہدہ ہے..... دو لوگ اس کو کمپرومائز کیسے کر سکتے ہیں۔" وہ سر جھکائے کاغذات کو کھول کر اسے پکڑا رہا تھا اور وہ منہ اٹھائے، تن سی ہو کر اسے تکتی تھی۔

"کیا تم نے بخت عبدالرحمٰن جیسا شخص کہیں دیکھا.....؟ اگر دیکھا تو مجھے ضرور بتانا۔ میں دیکھوں تو سہی کہ اس جیسا دوسرا کون ہے....." وہ ہاتھ بڑھا کر کاغذات لے نہیں سکی۔ بخت نے نظر اٹھائی..... ادا نے نظر گرائی..... اس نے کاغذات پکڑے تھے۔ ایک کاپی بخت کے ہاتھ میں تھی۔

"حق مہر؟"

"جتنا تم آسانی سے دے سکو۔"

"دو لاکھ؟"

"پانچ نہیں دے سکتے؟"

اور اس نے رک کر سوچا۔

"کچھ مؤجل اور کچھ غیر مؤجل ہوگا۔"

"مؤجل کتنا؟"

"آدھا۔"

"ٹھیک ہے۔" بخت نے کاغذات پر کچھ مارک کیا۔

"کوئی خاص شرط؟"

"ہاں.....!"

"کیا.....؟"

"نان ونفقہ.....!"

"یہ کچھ دستاویز ہیں مہر، نان ونفقہ کے بارے میں۔ دیکھ لینا۔"

اس نے ایک گیلی سانس اندر اتار کر وہ دستاویز پڑھی۔

"میں تمہیں طلاق کا حق دے رہا ہوں۔" کرسی کا رخ ادا کی طرف تھا اور اب اس نے مڑ کر، ذرا سا جھک کر میز پر رکھے کاغذات پر کچھ لکھا۔

اور وہ اس کے کمرے سے جانے کی منتظر تھی۔ وہ دل کھول کر رونا چاہتی تھی۔ بے اختیار اس نے بیڈ کے فٹ بورڈ کو دیکھا۔ کچھ سوئیاں جہاں گاڑی جاتی ہیں، وہ عین اسی مقام پر جسم سے نکال بھی لی جاتی ہیں۔ اس نے نمی حلق سے نیچے اتاری۔

"کوئی شخص "common interest" کے لیے ایسے حق تفویض نہیں کرتا ادا۔" اس نے گیلی آنکھوں کے ساتھ اس کی پشت کو دیکھا۔

اب آپ سوچ ہوں گے کہ یہ "common interest" کی کیا بات تھی جو ادا کرتی تھی تو.....

للیش بیک

وہ دونوں ابھی تک آلتی پالتی مارے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"اس وقت میں اور کیا کر سکتا تھا۔ ذرا سی عقل رکھنے والا آدمی یہی کرتا۔"

اور بخت عبدالرحمٰن کے ترحلق سے کچھ نیچے اترا۔ وہ اس کی شکل دیکھتی رہ گئی۔

"بڑا کمٹمنٹ، کمٹمنٹ کا راگ الاپ رہے تھے۔ جوتی کی نوک پر رکھ کر اڑا گئی وہ تمہاری کمٹمنٹ۔" آہا..... کوئی تو بات تھی جس پر بخت عبدالرحمٰن کو پنچ مارا جا سکتا تھا (غصہ پھر سے بل کھا کر آیا) اور بخت نے یوں اسے دیکھا کہ جیسے وہ اس کی یہ بچوں جیسی خوشی غارت کرنے والا تھا۔

"یہ اس کا "فیصلہ" تھا اور میں نے اس کا احترام کیا۔ اس نے کمٹمنٹ کوئی اور کمٹمنٹ بنانے کے لیے نہیں توڑی..... یہ اس کی مجبوری تھی..... میں نے اسے "مجبور" نہیں کیا..... جیسے میں نے تمہیں کبھی نہیں کیا۔"

ان دونوں نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا۔

اس نے تھک کر ساتھ پڑے شاپنگ بیگز سمیٹے۔

بخت نے اس کے ہاتھوں کو دیکھا اور پھر چہرے کو..... وہ وہاں سے اٹھنے کی تیاری میں تھی۔

"میں نے کوئی سوال کیا ہے؟"

"تم سے شادی..... شادی نہیں..... ملزم سے مجرم تک کا سفر ہوگا۔"

"شادی عموماً دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک ارینج دوسری لو۔" ادا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی اور وہ اسے شادی کی اقسام پڑھا رہا تھا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایک تیسری قسم بھی ہوتی ہے؟"

Scanned with CamScanner

''کون سی.....؟'' وہ بے اختیار بولی۔

"common interest"

''اور وہ کامن انٹرسٹ۔محبت.....؟ ہے ناں؟''

''نہیں.....!'' اور ادا چونکی۔اس کے کندھے ایک دم سیدھے ہوئے۔

''ولید.....!'' بخت کے منہ سے نام نکلا اور کہیں پر ایک برف کا تودہ ایک دھماکے سے گرا اور ہر طرف یخ ٹھنڈی، سفید راکھ پھیلتی چلی گئی۔

☆☆☆

وہ تایا کا گھر تھا۔وہ یہاں آنے جانے کی عادی تھی مگر آج جیسے وجود میں جان کھنچی ہوئی تھی۔ وہ ساتھ کھڑے شخص کے ساتھ چل نہیں پا رہی تھی۔ یہ اتنا عجیب تھا کہ اسے قبول کرنے کے بعد بھی قبول نہیں ہو رہا تھا۔وہ سخت بے آرام تھی۔اعصاب شدید تناؤ میں تھے.....اور یہ صرف اسی کے ساتھ نہیں تھا، ساتھ موجود شخص بھی آرام میں نہیں تھا۔ یہ ایسی کوئی ''انہونی'' تھی جس کا ''نہ ہونا'' دونوں نے ہی سوچ رکھا تھا۔

تایا ابو نے ان دونوں کو داخلی دروازے پر روکے رکھا تھا۔ وہ ڈریس پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے، سر جھکائے، جوتے سے زمین پر نہ جانے کیا کھرچ رہا تھا اور ادا.....اس سے ذرا فاصلے پر یوں کھڑی تھی کہ ہلاؤ تو گر جائے.....شیفون کا اسکن کلر کا سادہ سوٹ تھا جس پر سرخ زرتار دوپٹا رقیہ کا تھا۔میک اپ کے نام پر تارا نے لپ tint ہونٹوں اور گالوں پر لگا دیا اور بس۔

''سوری بیٹا! یہاں تمہارے استقبال کو کوئی موجود نہیں ہے۔'' تایا ابو ان دونوں کے سر پر سے کچھ پیسے وارتے ہوئے بولے۔

''میرا اپنا گھر ہے تایا ابو!'' وہ ایک دم آگے بڑھی۔وہ انہیں یوں گلٹ میں نہیں دیکھ سکی۔

''جیتی رہو۔'' تایا ابو نے اس کا ماتھا چوما اور پھر اس کے کندھے پر بازو پھیلا کر اسے ساتھ لیتے ہوئے آگے بڑھے۔

''بخت..... بخت کون تھا.....؟'' اس نے سر اٹھا کر ان دونوں کو جاتے دیکھا۔

''یہ دونوں اب میرے ساتھ یہ ہی کیا کریں

ایک یادگار شام

زندگی اللہ رب العزت کا دیا گیا حسین تحفہ ہے۔زندگی کا ہر لمحہ، ہر پل خوب صورت ہے مگر کچھ پل، کچھ لمحے، کوئی دن، کوئی شام یادگار بن جاتی ہے اور ہم ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ ایسی ہی ماضی کی ایک یادگار شام میں آپ سب کے ساتھ شیئر کرنا چاہوں گی.....میں فرسٹ ائیر میں تھی جب فیملی کے ساتھ ہم کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر خوب صورت مقامات، تفریح کی غرض سے گئے تھے۔ اسی تفریحی دورے میں کوئٹہ پریس کلب میں میرے ساتھ بحیثیت شاعرہ ایک شام کا اہتمام عبیدہ سید نے کیا جو اپنے گھر میں دیے گئے عشائیے میں میری اردو اور انگریزی نظمیں سن چکی تھیں۔ اس شام وہاں ٹی وی، ریڈیو، علم و ادب اور شاعری سے تعلق رکھنے والی بڑی، بڑی شخصیات نے میری شاعری سنی اور اسے سراہا۔ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔ اگلے دن کوئٹہ کے تمام اخبارات نے اس شام کی کوریج مع تصاویر شائع کی۔ تیسری جماعت سے بچوں کے رسائل جیسے نونہال میں میری شاعری، کہانیاں اور مضامین شائع ہوتے تھے پھر وقت کے ساتھ، ساتھ پاکستان، بھارت، امریکا اور برطانیہ کے اخبارات اور رسائل میں میری شاعری، افسانے اور آرٹیکلز شائع ہوتے تھے۔مگر اس یادگار شام نے میرے ذہن و دل کو نہ صرف خوشی اور ایکسائٹمنٹ دی تھی بلکہ میں نے خود کو بحیثیت شاعرہ ذہنی طور پر مان لیا کہ جب اتنی بڑی، بڑی شخصیات سراہیں تو شاعری میں کچھ تو ہوگا.....آپ کا کیا خیال ہے بہنو.....!

میرا بھی دل چاہا کہ اپنے ماضی کی ایک یادگار آپ سب کے ساتھ شیئر کروں.....

تحریر: زینیا حسن، کراچی

Scanned with CamScanner

گے۔" وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے، سر اٹھائے انہیں جاتا دیکھ رہا تھا۔

"خود کو اسپیشل کیوں سمجھ رہے ہو بخت! یہ تمہارا نہیں، ان دونوں کا اسپیشل دن ہے۔" ایک گہری سانس بھر کر اس نے ڈنر جیکٹ اتاری، اتار کر بازو پر رکھی اور ناک کی سیدھ میں وہ کچن کی طرف نکل گیا۔ اس نے ان "دو" لوگوں پر نظر بھی نہیں ڈالی۔ "نہیں تو نہ سہی..... ہونہہ....." اور وہ کہہ رہی تھی۔

"آپ آرام کریں تایا ابو، تھک گئے ہوں گے..... مجھے بھلا یہاں کیا پریشانی ہوگی۔" اور تایا ابو اس کے سر پر پیار کرتے ہوئے دعائیں دیتے ہوئے اٹھ گئے۔

وہ چند لمحے سر جھکائے حنا مہندی کے ہاتھوں کو مسلتی رہی پھر چور نظر سے اُدھر راہداری میں دیکھا۔ "پتا نہیں کیا کر رہا ہے کچن میں....." وہ اٹھی، قدم بڑھائے..... پھر رک گئی۔

اسے بھلا کیسے معلوم نہ ہوگا کہ بخت کا کمرا کون سا تھا..... پر وہ چوکھٹ پار کرنے کے لیے بہت ساری ہمت چاہیے تھی..... اتنی کہ جتنی کسی کو آسمان تک کی پرواز کے لیے چاہیے۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک گہری سانس بھر کر اس نے اعصاب کو ریلیکس کرنا چاہا اور پھر قدم بڑھائے۔

"کیا تم نے کبھی وہ دلہن دیکھی جو پہلی رات کو خود اپنی خواب گاہ کے بند کواڑ دونوں ہاتھوں سے دھکیل کر کھولتی ہے..... نہیں؟"

سلو موشن میں اس نے دونوں کواڑوں کو دھکیلا۔ دونوں دروازے کھل کر دیوار کے ساتھ ایک آواز سے لگے..... ایک لمبی سانس لے کر، سر ذرا سا جھکائے، لباس کو دونوں ہاتھوں میں ہلکا سا اٹھائے پاؤں اندر رکھا۔ وہاں false ceiling میں موجود روپ لائٹ (rope light) کی مدھم وارم روشنی بکھری ہوئی تھی۔ وہاں کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔ انٹیریئر سے لے کر دیواروں کے روغن تک..... کچھ بھی نہیں..... مگر اس کی اپنی حیثیت بدلی تھی کہ جس حیثیت سے وہ وہاں کھڑی تھی۔ اس نے پورے کمرے پر ایک نگاہ ڈالی اور اس نگاہ کو وہاں پھول کیا، پھولوں کی ایک پتی بھی نہیں ملی..... خون میں دھیما، دھیما سا کچھ ابلنے لگا۔

"ایسا بھدا ویلکم.....! تم اور کس شے کی توقع کر سکتی ہو اس سڑے ہوئے انسان سے....." ایک گہری سانس بھر کر اس نے کندھوں پر لیا زرتار دوپٹا اتار کر سائڈ پر رکھا، سر پر لیا شیفون کا دوپٹا اتار کر گلے میں ڈالا اور آگے بڑھ کر کھڑکی کھولی۔ یہ 5 مارچ 2022 تھا۔ زندگی کو اسی مقام پر پیر جما کر دکھاؤ کہ جہاں اس نے تمہیں پنچ مار کر گرایا تھا۔

مارچ کی خوشگوار ہوا ئل کھا کر کمرے میں داخل ہوئی۔

"زندگی میں خوش آمدید!" ایک چائے کا بھرا مگ اس کی طرف بڑھا۔ ادا نے بے اختیار اسے دیکھا۔

اس نے "میری زندگی" نہیں کہا تھا۔

"اگر کسی کو بھوک لگی ہو تو.....؟" مگ پکڑتے ہوئے وہ بولی۔

بخت گھونٹ لیتے، لیتے رک گیا۔ ذرا حیرانی سے اسے دیکھا اور پھر دل کھول کر ہنسا۔ اسے یوں ہنستا دیکھ کر دل کی ایک بیٹ مس ہوئی تھی۔ رخ موڑ کر زیرِ لب مسکراتے ہوئے اس نے چائے کا گھونٹ بھرا۔

"سوری! مجھے پوچھنا چاہیے تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔"

"کچھ لا دوں؟"

"رہنے دو۔ فریج میں K.W.A کا ہی کچھ پڑا سڑ رہا ہوگا۔" اس نے ناک چڑھائی۔ وہ گردن پیچھے گرا کر پھر سے ہنسا۔

اب وہ باہر کی جانب دیکھ کر خاموشی سے چائے پیتی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" بخت نے ذرا سی گردن بڑھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"سوچ رہی ہوں، اگر تمہیں یہ ہی کرنا تھا تو کہانی اتنی پھیلی کیوں؟" وہ بولی۔

"میں نے ولید سے انتقام لینا چاہا تو تم نے مجھے کسی اور کام پر لگا دیا اور اب کیا ہم ایک common interest کے ساتھ اسی مقام پر نہیں کھڑے؟"

"تب انتقام کے لیے تم مجھے ڈگڈگی پر ناچنے والا بندر بنانا چاہتی تھیں..... سوری..... میں اپنی زندگی کے ساتھ یہ نہیں کر سکتا تھا۔"

"تم "محبت" سے مجھے سمجھا سکتے تھے۔"

"اس وقت تم "محبت" کے علاوہ ہر دوسری بات

Scanned with CamScanner

سمجھتیں مگر محبت نہیں..... ویسے پیار سے سمجھا بھی دیتا تو تمہارا خود پر، مرد ذات پر اعتبار کہاں سے لاتا؟'' وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی۔

''کبھی بتایا کیوں نہیں؟ ایک دفعہ کہہ کر تو دیکھتے۔''

اس نے خالی مگ بخت کی طرف بڑھایا۔ بخت نے دونوں مگ سائڈ ٹیبل پر رکھے۔

''تمہارے لیے وہ وقت بڑا نازک تھا۔ تم اپنی آزاد رائے کبھی نہ دیتیں۔ ''احسان'' اتارنے کے لیے تم ''ہاں'' تو کہہ دیتیں مگر تم وہ توقعات نبھا نہیں سکتی تھیں جو ''محبت'' کے اظہار کے جواب میں وابستہ ہو جایا کرتی ہیں۔''

''تم تھوڑا انتظار کر لیتے..... مجھے موقع تو دیتے۔''

''میں نے دیے تھے مواقع..... تم نے ضائع کیے۔''

اور اس نے حیرت سے سامنے دیوار سے کندھا ٹکائے، دونوں ہاتھ سینے پر باندھے، پیروں کا کراس بنائے کھڑے شخص کو دیکھا۔

''مجھے یوں مت دیکھو۔ تمہاری لاعلمی بتا رہی ہے کہ تم نے میرے جملوں کو کبھی نوٹس ہی نہیں کیا کیونکہ تمہارا دل تب مائل ہی نہیں تھا۔ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ کبھی بخت کی زندگی میں آ کر دیکھنا تو سہی..... کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ مجھے ایک عام آدمی سمجھنا تو سہی..... کیا نہیں کہا تھا its the time Ada.....''

اور وقت کے پرندے نے وہ سارے بریڈ کرمبز اٹھا لیے تھے جو بخت نے اس کے لیے چھوڑے تھے۔ وہ دیکھ ہی نہیں سکی تھی۔

''میں نے کبھی خود کو تمہارے قابل سمجھا ہی نہیں تھا۔''

''اب کیسے سمجھ لیا؟'' لہجے میں چھپی شرارت سے وہ محظوظ ہوئی۔ اس نے مسکرا کر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

"common interest" اور پھر کندھے اچکا کر بڑی بے نیازی سے بولی اور وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''اس ایک اظہار کے لیے تمہیں قیامت تک کا انتظار نہ کروایا بخت تو پھر میں ادا نہیں۔''

کھڑکی سے باہر بیتتی رات کو دیکھتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر بڑی ہی دل جلانے والی مسکراہٹ تھی۔

☆☆☆

ولید کے پیروں تلے سے اگر زمین نکل جاتی تو تب بھی وہ کبھی اتنا شاکڈ نہ ہوتا جتنا ابھی..... آگسٹا کے انسٹا پر وہ ویڈیو اپ لوڈ دیکھ کر ہوا تھا۔

وہ ویڈیو اس کے باپ کے گھر کی تھی۔

''یہ..... یہ آگسٹا کے پاس کیسے.....؟'' اس کے ہاتھوں سے جیسے جان نکلی۔

''یقیناً کوئی اس سے رابطے میں ہے مگر کون..... کیا ادا.....؟ کیا اس کا باپ یا پھر بخت.....؟''

یہ جاننے کے لیے اسے آگسٹا کا فون دیکھنا پڑتا اور آگسٹا..... وہ ایک حاکمیت پسند شکی مزاج عورت تھی۔ وہ تو اپنا فون واش روم میں بھی استعمال کرتی تھی۔ اس کا ایک رنگ آ رہا تھا، ایک جا رہا تھا۔

''کیا وہ اس کا اکاؤنٹ بھی ہیک کروا لے؟''

''نہیں..... وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ آگسٹا تھی..... ادا نہیں..... پھر.....؟'' پھر یہ کہ ولید کو یہ اسی سے اگلوانا تھا۔ اس نے فوراً ایک کمنٹ ٹائپ کیا۔

''یہ تو ایسا لگ رہا ہے جیسے پاکستان کا کوئی گھر ہے۔'' آگسٹا اس وقت جاب پر تھی..... وہ بھی یونیورسٹی میں تھا اور بے بی ڈے کیئر میں۔ اسے کچھ منٹوں بعد جواب آیا۔

"Yes"..... اور اس جواب کو دیکھ کر ولید عبدالرزاق کتنی ہی دیر سُن کھڑا رہا۔

☆☆☆

رات کے کھانے کے دوران اس نے گلا کھنکھار کر آگسٹا کو دیکھا۔

''وہ ویڈیو تمہیں کہاں سے ملی؟''

''کون سی؟'' اس نے بیٹے کو کھلاتے، کھلاتے رک کر ولید کو دیکھا۔

''وہ ہی پاکستان کے کسی گھر کی۔''

''اچھا وہ..... ایک fb فرینڈ نے بھیجی تھی، کہہ رہی تھی کہ اس کا لان بہت خوب صورت ہے۔ میں نے کہا دکھاؤ تو جب اس نے دکھایا تو مجھے بہت پسند آیا، اسی لیے انسٹا پر لگا دی۔''

''کہہ رہی تھی.....'' تو وہ ادا تھی..... ولید نے ڈی کوڈ کیا۔

''فرینڈ کا نام کیا ہے؟'' اس نے ذرا سنبھل کر

Scanned with CamScanner

پوچھا۔ آگستا کو بھڑکنے کے لیے کسی وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

"لیجا طہیر (صالحہ طاہر)۔"

اور ولید عبدالرزاق اگلا نوالہ کیا..... سانس بھی نہیں لے سکا۔

☆☆☆

اس نے پاکستان رابطہ کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ وہاں رابطے کے تمام ذرائع منقطع ہو چکے ہیں۔ سب نے نمبر بدل لیے تھے یا اسے بلاک کر رکھا تھا۔ حتیٰ کہ عبدالرزاق نے بھی..... ادا کو اپروچ کرنا چاہا تو تمام سوشل میڈیا اکاؤنٹس کی پرائیویسی سخت ہو چکی تھی اور ایسے میں جب آگستا نے ایک دن اس سے کہا۔

"میں پاکستان جانا چاہتی ہوں..... تمہارا ملک دیکھنا چاہتی ہوں، تمہارے گھر والوں سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"وہاں میں بھی پھر نہیں گیا تو تم نے جا کر کیا کرنا ہے؟" اس نے مذاق میں اڑانا چاہا۔ وہ چند لمحے اس کی شکل دیکھتی رہی اور پھر.....

"مجھے میری کمپنی بھیج رہی ہے۔" اس کا انداز دوٹوک تھا۔

"کمپنی کیوں بھیج رہی ہے؟"

"ظاہر ہے، پراجیکٹ کے سلسلے میں..... اور تم کیوں اتنے irritate ہو رہے ہو؟ جائداد میں سے حصہ ہی مانگا تھا ناں اپنے باپ سے..... حق تھا تمہارا..... کسی کا قتل تھوڑی ہی کیا تھا جو تم پاکستان کا نام سن کر یوں ردعمل دکھا رہے ہو۔" وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں یوں دیکھ رہی تھی کہ اگر وہ پلک کی جنبش بھی کرتا تو اس سے چھپی نہ رہتی۔

"تم جانتی ہو ان لوگوں نے میری ماں کے ساتھ کیا، کیا تھا۔ میں ان کی شکلیں بھی نہیں دیکھنا چاہتا اور تم..... تم وہاں جانے کے plans ترتیب دے رہی ہو۔"

"تمہیں کون دعوت دے رہا ہے۔ میں اور سموئیل (دونوں کا بیٹا) جائیں گے۔" مڑ کر صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھتے ہوئے اس نے ہاتھ کے اشارے سے ولید کی بات کو ہوا میں اڑایا۔

اور ولید منہ کھول کر اسے دیکھتا رہا اور اس نے انسٹا پر وہی ویڈیو لگا کر کیپشن دے دیا "new destination"

ایک جھٹکا تو آگستا نے دیا تھا..... دوسرا جھٹکا اس کال نے دیا جو ٹھیک ایک دن بعد اس کے نمبر پر آئی تھی۔ پاکستان کا نمبر دیکھ کر وہ ویسے ہی چوکنا ہو گیا تھا۔

"ہیلو!"

"بابا چاہتے ہیں کہ تم ان سے ملنے آؤ۔" ایک لمحہ لگا تھا اسے اس فلیٹ آواز کو پہچاننے میں۔

"کیوں؟"

"وہ بیمار ہیں۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے بخت عبدالرحمٰن، تمہاری اس طرح کی کالز سے میں تمہارے داؤ میں آ جاؤں گا..... جو کچھ میں نے کیا ہے، اس کے بعد یہاں آج باپ کے مرنے کی اطلاع بھی آتی تو مجھے اطمینان رہتا کہ تم ہو ناں..... ان کے پیارے بیٹے..... میت کو کندھا دینے کے لیے....." اس لہجے نے بخت کے خون میں زہر اتارا۔

"اتنے بدعمل کرو ولید عبدالرزاق، جتنے تم سہار سکو..... تم اگر ہم سے بے خبر نہیں تو یاد رکھو ہم بھی تمہارے بارے میں اتنی ہی خبر رکھتے ہیں۔ تمہاری بیوی کو تمہارے کرتوت بتانے میں مجھے دیر نہیں لگے گی، آفٹر آل پاکستان تو وہ آ ہی رہی ہے....."

ولید کتنی ہی دیر اسی طرح جامد کھڑا رہا۔

"آگستا.....!" وہ کھول کر رہ گیا۔ اس نے فوراً آگستا کا اکاؤنٹ دیکھا۔

"یہ عورت مرنے سے پہلے بھی انسٹا پر اپنی وفات کی پوسٹ لگا کر مرے گی۔"

اسے بس اب یہ چننا تھا کہ کون سی کھائی میں گرنا زیادہ مناسب تھا.....

☆☆☆

اس نے پاکستان آ کر بھی گھر جانے جیسی حماقت نہیں کی تھی مگر یہ آگستا..... اسے لیجا طہیر (صالحہ طاہر) سے ملنا تھا۔ صالحہ نے اسے اپنے گھر ٹھہرنے کی پیشکش کی تھی۔

"آگستا، یہ تھرڈ ورلڈ ہے۔ یہاں کے لوگوں کو تم نہیں جانتیں..... یہ ایک فون کے لیے بندہ مار دیتے ہیں۔ تم تو پھر امریکن نیشنل ہو۔ تم کیسے ٹرسٹ کر سکتی ہو۔"

"وہ ایسی نہیں ہے۔ اس نے تو مجھے اپنا id نمبر تک بھیجا ہوا ہے کہ جہاں سے مرضی ویری فائی کروالوں.....

Scanned with CamScanner

شی از ویری نائس!"

اور اب وہ کیا کرے..... اکیلے اسے بھیجنے کا رسک تو کبھی بھی نہ لیتا۔ آگسٹا کے لیے وہ صالحہ بھی اور اس کے لیے وہ ادا عبدالمالک..... وہ سب مل کر اسے کارنر کر رہے تھے مگر وہ کرنا کیا چاہتے تھے؟ یہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ آگسٹا کو بتانا ہوتا تو وہ بتا چکے ہوتے..... تو پھر.....؟ اس کے پاس اب فیس سیونگ کا ایک ہی راستہ تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ عین وقت پر آگسٹا کے سامنے یہ بھانڈا پھوٹے کہ ادا تو اس کی کزن تھی۔

"سنو، دکھاؤ تو سہی، کہاں کا ایڈریس ہے؟" اس نے فون آگسٹا کے ہاتھ سے لیا..... لوکیشن دیکھی اور.....

"اوہ! یہ تو میرے بابا کا گھر ہے۔" حیران تو وہ واقعی ہوا تھا۔ ادا نے بابا کے گھر کا پتا دیا تھا کیوں؟ آخر وہ کیا کرنا چاہتی تھی؟ آگسٹا کے چہرے پر یہ سن کر عجیب سے مسکراہٹ ابھری۔

☆☆☆

فون ہاتھ میں پکڑے وہ لمحہ بہ لمحہ گوگل میپ سے اسے اپنے قریب آتا دیکھ رہی تھی اور.....

"hi Augusta! you finally made it"

اس نے بے تکلفی سے آگسٹا کے گال سے گال ملائے۔

وہ اس شخص کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اسے یوں دو پیروں پر اپنے سامنے سلامت کھڑا دیکھنا بھی عذاب کی اک قسم تھی اور ولید کو وہ.... بے تکلفی بری طرح سے کھلی۔

"وہ یہاں کیا کر رہی تھی.....؟" یہ سوالیہ نشان کسی بھوت کی طرح اس کے سامنے ناچ رہا تھا۔

"how are you Liha?"

آگسٹا نے دونوں ہاتھ اس کے بازوؤں پر رکھے ہوئے تھے۔

"pretty fine..."

وہ مسکرائی تو یوں لگا تھا کہ جیسے کسی پھول پر بہار اتری تھی۔

اس کا حسن جیسے تیر بن کر ولید کے دل میں پیوست ہوا اور اس کے دل میں عجیب آگ سلگی..... "بے غیرت عورت..... ذرا سا بھی فرق نہیں پڑا اسے۔"

"hi baby...." وہ اب جھک کر پرام میں موجود بچے کے گال کو چھو کر بولی۔ وہ چاہ کر بھی اس بچے کو ولید سے الگ کر نہیں پائی۔

وہ ولید کی نظریں اپنے چہرے پر محسوس کر سکتی تھی۔ اس نے سیدھا ہو کر عین اس کی نظروں میں دیکھا اور وہ نظریں کہتی تھیں۔

"ولید عبدالرزاق! تمہارا قتل اگر ناحق بھی ہے تو میں وہ کروں گی....." اور ولید..... اس نے اتنے تنفر سے نظر پھیری کہ اس تنفر کو اگر شہد میں ملا دیں تو وہ زہر بن جائے۔

ان دونوں نے ہی اپنے تاثرات ایک دوسرے سے نہیں چھپائے تھے۔ دونوں طرف سے ہی اعلانِ جنگ ہوا تھا اور دونوں ہی بے حد چوکنا تھے کہ پہلا وار کس طرف سے ہوگا..... گھر کا ماحول عجب تناؤ لیے ہوئے تھا اور اسی تناؤ بھرے ماحول میں تبریز نے کھانا سرو کیا۔ وہاں کھانے کی میز پر فضا میں کوئی hemotoxin پھیلا ہوا تھا۔

ادا اور آگسٹا ساتھ، ساتھ بیٹھی تھیں۔ عبدالرزاق ایک گھٹنے پر بچے کو بٹھائے ہوئے تھے۔ اور ان کی کرسی کے ساتھ..... آگسٹا کے مخالف سمت میں ولید بیٹھا ہوا تھا۔

"مجھے معلوم تھا کہ آپ کی بیماری سوائے ڈھونگ کے اور کچھ بھی نہیں۔"

اور فضا کا سارا hemotoxin ولید کی زبان میں آ گیا تھا۔ لہجہ دھیما تھا۔ وہ خاموش رہے۔ وہ سموئیل کے ساتھ مصروف تھے۔

"یہ جسے آپ اتنا چوم چاٹ رہے ہیں، یہ میری ہی اولاد ہے۔" انہوں نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ معصوم ہے..... میں اسے بددعا نہیں دے سکتا۔ اگر دے سکتا ہوتا تو تم دیکھتے ولید.....! اپنے جیسی اولاد کو سہنا کیسا عذاب ہے۔"

"اوہ! تو پھر میں بھی آپ جیسا ہوا۔" وہ خباثت سے مسکرایا۔ عبدالرزاق نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"نہیں..... ہر بچہ باپ جیسا نہیں ہوتا..... ان کی ایک ماں بھی ہوتی ہے۔" وہ سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بول رہے تھے اور اس بات پر اس کے چہرے کی

Scanned with CamScanner

خجالت اِک دم اڑی..... اس کا چہرہ سرخ ہوا۔

''میری ماں کو کچھ مت کہیں۔'' وہ نیچے لہجے میں غرایا۔

''میں نے تو کچھ نہیں کہا..... یہ گالی تم نے خود اسے دی ہے۔''

''آپ.....!''

''کوئی مسئلہ ہے تایا ابو.....؟'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا یا کرتا ادا فوراً بولی۔ اس نے ایک دم رک کر بے ساختہ مڑ کر دیکھا۔ وہ عبدالرزاق صاحب کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟'' اب کے اس نے سارے لحاظ اتار پھینکے۔ اس کی آواز اونچی تھی۔

''بیوی ہے میری.....!'' وہ تنک لہجہ کسی اور جانب سے بلند ہوا تھا۔

ولید نے بے اختیار اس کی جانب دیکھا۔ ایک آواز کے ساتھ کرسی گھسیٹ کر وہ اس پر بیٹھا اور پھر اِک سردی مسکراہٹ سے اس دیکھا۔

''اپنی پرابلم.....؟'' وہ پوچھ رہا تھا اور ولید..... اس نے ایک نظر سے اسے دیکھا اور پھر ادا کو..... ناممکن..... ادا کے چہرے پر کچھ اکساتے سے تاثرات تھے جیسے وہ آگ لگانا چاہتی ہو اور وہ لگی بھی۔

''تم ابھی تک اتنے ہی بیچارے ہو بخت عبدالرحمٰن کہ بیوی کے طور پر بھی تمہیں میری ہی استعمال شدہ شے ملی؟''

کہنیاں میز کی سطح پر ٹکا کر اس نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے میں پھنسا کر ولید کو دیکھا۔

وہ بڑے آرام دہ انداز میں کرسی پر بیٹھا، کانٹے کو دو انگلیوں میں گھماتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ بخت ذرا سا آگے کو جھکا۔

''غلط ولید عبدالرزاق..... صریحاً غلط..... وہ تم تھے جسے وہ سب چاہیے ہوتا تھا جو میری ''ملک'' میں تھا یا ہو سکتا تھا اور بخت عبدالرحمٰن اپنی ''ملک'' واپس لینا جانتا ہے۔ چاہے وہ بابا ہوں یا ادا.....''

ولید کے ہاتھوں میں گھومتا کانٹا ایک دم رکا۔ اس ٹھنڈی مسکراہٹ نے کہیں پر آگ لگائی تھی۔ اس نے یکلخت کانٹا بخت کے منہ پر پھینکا۔ وہ سیکنڈ کا ہزارواں حصہ تھا جس میں بخت ایک دم پیچھے کو ہوا۔

''بخت..... ولید.....!'' وہاں دو آوازیں ایک ساتھ ابھریں۔

''تم ٹھیک ہو.....؟'' اور آپ جانتے ہیں یہ کون کہہ رہا تھا۔

''تمہارا دماغ خراب ہے کیا؟'' یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ کس نے کہا۔

"they are mocking my deceased mother...."

وہ انگریزی میں نہ جانے آگسٹا کو کیا، کیا کہہ رہا تھا اور وہاں موجود دو نفوس بڑے سکون سے اسے یوں بھڑکتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

بخت ٹانگ پر ٹانگ رکھے۔ ادا بخت کے کندھے پر ہاتھ رکھے..... رہ گئے..... عبدالرزاق..... تو انہوں نے تکلیف سے اسے دیکھا تھا۔

اور زندگی دور کھڑی اپنے دانت تیز کر رہی تھی۔

☆☆☆

اس وقت ایک بڑے سے گھر کی انیکسی کی بند کھڑکی کے شیشے سے سفید روشنی نظر آ رہی تھی۔ اس سفید روشنی میں دو سیاہ سائے حرکت کرتے نظر آتے تھے اور ان کے ہاتھوں کی حرکت بتلاتی تھی کہ وہ بحث میں الجھے ہوئے ہیں۔

''تم کیوں یہاں سے جانا چاہتے ہو..... وہ تمہاری ماں کو mock کر رہے ہیں اور مقابلہ کرنے کے بجائے تم بھاگ رہے ہو۔'' باہر سے دیکھو تو نسوانی سیاہ سائے نے مردانہ سائے کے کندھے پر ہاتھ مارا اور مردانہ سایہ ٹھہر سا گیا۔

''تم ٹھیک کہتی ہو.....!'' وہ بولا۔

اسی گھر کے لاؤنج میں گھر کے تینوں افراد بیٹھے تھے۔

''تم دونوں نے اسے اکسا کر اچھا نہیں کیا۔ وہ زخمی شیر بن چکا ہے۔'' عبدالرزاق برہم تھے۔

''آپ پریشان نہ ہوں..... کچھ نہیں کر سکتا وہ۔''

''کیسے نہیں کر سکتا..... اس سے کچھ بعید نہیں۔''

''جگہ، جگہ خفیہ کیمرے نصب ہیں..... اتنی پریشانی والی بات نہیں ہے تایا ابو!''

''کیمرا صرف کسی بھی نقصان کو capture

Scanned with CamScanner

کرسکتا ہے، روک نہیں سکتا۔'' اس پر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ دونوں خاموش تھے۔

''بابا! میں جانتا ہوں وہ آپ کا بیٹا ہے..... آپ کو تکلیف ہوئی ہے..... پر اس تکلیف کا بھی حساب لگا لیجیے گا جو اس کی حرکتوں سے مجھے اور ادا کو پہنچی ہے۔''

وہ ایک دم خاموش ہوگئے۔ وہ ان کی اولاد تھا۔ یہ سچ تھا..... انہیں تکلیف ہوئی تھی..... یہ سچ تھا اور بخت بھی ان کا بیٹا تھا..... یہ بھی سچ تھا۔ ایک ''ماں'' سے زیادہ اولاد کو کوئی نہیں چاہ سکتا، باپ بھی نہیں۔ وہ ہی ''ماں'' جب اپنا بچہ کسی بے اولاد عزیز کو دے دیتی ہے تو اسے پالنے کے عمل سے نکل جاتی ہے..... اور جب وہ اس عمل سے نکلتی ہے تو اس بچے کے لیے اس ''محبت'' سے بھی نکل جاتی ہے جو ''محبت'' اسے پالنے والے بچے سے ہوتی ہے۔ کسی کو دیا گیا بچہ ''اولاد'' ہوتا ہے اور جن کو پالا ہوتا ہے، وہ بیٹا یا بیٹی۔

اور اب عبدالرزاق کے لیے یہ ہی فرق ''ولید'' اور ''بخت'' میں تھا۔

''تم نے سوچا بھی کیسے کہ میں اسے فوقیت دوں گا؟'' وہ بخت سے بول رہے تھے۔

☆☆☆

انیکسی کی کھڑکی سے اس نے آگستا اور ادا کو ایک ساتھ لان میں ٹہلتے دیکھا۔

''تم کسی اور سے شادی کرلیتیں تو میں تمہیں معاف کردیتا..... مگر تم نے میرے مقابلے پر بخت کو کھڑا کیا، اب دیکھنا ذرا، کیسے تمہارے بخت میں سیاہ کرتا ہوں۔'' اور اگر اسی کھڑکی سے ولید کی نظروں کے ساتھ، ساتھ نیچے لان میں جھانکو تو ادا آگستا سے کہہ رہی تھی۔

''آپ نے مجھ پر اعتبار کیا ہے، ہمارا ساتھ دیا..... ایک عورت کی تکلیف کو سمجھا۔ میں اس کے لیے بے حد ممنون ہوں۔''

''وہ اتنا ظالم اور سفاک ہوگا..... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ میرا، تمہارا اور تمہارے ہسبینڈ کا مجرم ہے..... میں نے یہ سب اپنے لیے کیا ہے لیجا۔''

آگستا کو ادا پاکستان آنے سے پہلے ہی نکاح نامہ..... وہ ویڈیو اور اپنے سوشل اکاؤنٹس ٹیگ ہونے کے ثبوت بھیج چکی تھی۔ اس نے آگستا سے تعاون کی درخواست کی تھی۔

☆☆☆

وہ ایک ماہ کے لیے پاکستان میں تھے۔ شروع میں تو وہ انیکسی تک محدود رہتا تھا مگر اب اس نے گھر میں آنا شروع کردیا تھا۔ اس نے پینترا بدلا تھا۔ آپ سوچ بھی کیسے سکتے ہیں اس نے ''معافی'' مانگنے کا عظیم کام کیا ہوگا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس گھر میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جو اس کی ''معافی'' کا اعتبار کرتا۔ وہ سموئیل کو لے کر آتا تھا مگر یہاں ایک مصیبت آڑے آگئی تھی اور مصیبت کا نام ''آگستا'' کے علاوہ اور کیا ہوسکتا تھا۔ اس کے ادا کے ساتھ پروگرام طے ہوتے۔ کبھی ہائیکنگ، ہوٹنگ اور اسی طرح کے دوسرے پروگرامز..... اور اگر کبھی موقع مل ہی جاتا تو آگستا اس کے پیچھے ہی آتی تھی..... لیکن پھر وہ ''غلطی'' ہو ہی گئی جو اسے ''موقع'' فراہم کرتی۔ تبریز قریب سے ہی سبزی لینے گیا تھا..... بخت آفس میں تھا..... عبدالرزاق بیل کی آواز پر اٹھ کر باہر دیکھنے گئے تو باہر ہی نکل گئے اور انیکسی کی کھڑکی سے چپٹے ولید نے ان دونوں تبریز اور عبدالرزاق کو جاتے دیکھا..... اور پھر مڑ کر واش روم کے دروازے کو..... آگستا ابھی، ابھی ہاتھ لینے گئی تھی..... اور سموئیل..... اس نے سموئیل کو پرام میں بٹھایا، اس کا بیلٹ باندھا، منہ میں چوسنی دی۔ سامنے LED آن کی اور یہ سب کرنے میں اس نے ایک منٹ بھی نہیں لگایا۔

کچن میں کام کرتی ادا نے داخلی دروازہ بند ہونے کی آواز سنی تو ہاتھ اک لمحے کے لیے کانپا۔ ان کے گھر کا داخلی دروازہ رات گئے تک کھلا رہتا تھا۔ بند کون کرسکتا تھا..... وہ جان گئی تھی۔ داخلی دروازے سے لے کر کچن تک کل ملا کر 20 قدم تھے اور یہ بیس قدم طے کرنے میں اسے کتنا وقت لگا..... اس نے سرعت سے اپنا فون اٹھایا اور ایک پیغام لکھ کر بھیجا SOS (یہ انٹرنیشنل میسج ہے جس کا مطلب ہوتا ہے save our soul)..... اس کا دوسرا قدم..... وہ چولہے پر رکھی ہانڈی کے پاس ہوئی۔ اس کو پشت سے دیکھو تو وہ یوں نظر آتی تھی جیسے وہ کھانا پکانے میں شدید مصروف ہو۔

Scanned with CamScanner

''سوچ رہا تھا کہ کب موقع ملے گا اپنی سابقہ بیوی سے بات کرنے کا۔'' ادا نے اپنے پیچھے یہ آواز سنی۔

''موقع تو مجھے بھی چاہیے تھا۔'' وہ پلٹی مگر ہاتھ موڑ کر شیلف پر رکھے ہوئے تھے۔

اس کی آنکھوں میں شیطانیت کے ساتھ خمار بھی اترا۔

''ہا..... ہا..... ہا..... صحیح کہتے ہیں عورت پہلی محبت کو نہیں بھولتی۔''

''ٹھیک کہہ رہے ہو پر یہ کہ ''محبت'' ہو بھی تو.....!'' ادا کے چہرے پر تمسخر ابھرا۔ ولید کی مسکراہٹ سمٹی۔ وہ اس سے خوفزدہ نظر نہیں آتی تھی۔

''تم جانتی ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کر سکتا ہوں؟'' وہ آگے بڑھا۔

''اور تم جان سکتے ہو کیا کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والی ہوں؟''

اور ولید نے ٹھہر کر اُن آگ اگلتی نگاہوں کو دیکھا۔

''چلو، میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم کیا کرنے والی ہو۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے ایک کف کا بٹن کھولا۔ وہ سانس روک کر اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ رہی تھی۔

''اکثر لوگ اپنے دشمنوں سے کہتے ہیں کہ میں تمہارے چہرے کو تھوکنے کے قابل بھی نہیں سمجھتا.....!'' اس کی نظریں ولید کے ہاتھوں پر تھیں۔ وہ دوسرے کف کا بٹن کھول رہا تھا۔

''لوگ غلط کہتے ہیں.....!'' وہ اب اس سے دو قدم کے فاصلے پر تھا۔

''تھوک دینا چاہیے..... اندر کا زہر نکل جاتا ہے..... دل کو سکون مل جاتا ہے۔'' اور اب وہ نظر اٹھا کر سامنے کھڑے شخص کو تکتی تھی۔

''تو تھوک کیوں نہیں رہیں۔'' اس کے ہاتھ کف کھولنے کے بعد اب اپنے گریبان پر تھے۔

''تمہاری غلاظت کی انتہا کے انتظار میں ہوں۔''

''اوہ..... تم نے کچھ زیادہ ہی سوچ لیا جانِ من! میں کوئی بیوقوف ہوں جو خود کو ریپ جیسے کسی جرم میں پھنساؤں گا۔ میں تو بس چند قابلِ اعتراض تصاویر لینے آیا تھا تاکہ تم.....'' اور اس نے ایک دم آگے بڑھ کر ادا کو گردن سے دبوچا۔ ''آئندہ مجھے بلیک میل نہ کر سکو۔'' وہ غرایا۔

اور ادا نے باوجود تکلیف کے، ایک دم اس کے منہ پر تھوک دیا۔

''تم.....!'' اس نے گردن سے اسے دبوچے ہوئے ہی پیچھے کو جھٹکا دیا۔ ادا کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے شیلف پر جمے ہوئے تھے..... پیچھے چولہا تھا اور انہی جمے ہوئے ہاتھوں کے نیچے چھری کا دستہ تھا جسے وہ مکمل گرفت میں نہیں لے پا رہی تھی۔ اسی اثنا میں باہر سے دروازہ دھڑ دھڑایا گیا۔ ولید بری طرح چونک کر مڑا اور ادا نے ایک دم ہاتھ کے نیچے موجود چھری کو گرفت میں لیا اور اس کے کندھے میں پوری قوت سے گھسا دی۔ وہ کراہ کر پیچھے کو ہوا۔ وہ بھاگ کر اس کے پہلو سے نکل کر دروازے کی سمت دوڑی۔ اس نے فون میں ایک واٹس ایپ براڈ کاسٹ لسٹ تیار کی تھی جس میں تبریز، عبدالرزاق، بخت اور آگستا کا نمبر تھا۔ وہ میسج ایک ساتھ چار لوگوں کو موصول ہوا تھا۔

عبدالرزاق جو کسی راہ گیر کو گھر کا پتا پوچھنے پر صحیح گھر کی نشاندہی کرنے باہر نکلے تھے اور تھوڑا آگے بڑھے ہی تھے کہ ان کے موبائل پر میسج بیپ ہوئی، موبائل ان کے ہاتھ میں ہی تھا۔ یہ پیغام دیکھنے پر وہ گھر کو دوڑے۔

تبریز دکاندار کو پیسے پکڑا رہا تھا۔ اس کے موبائل پر اسی وقت پیغام موصول ہوا۔ ایک ہاتھ سے سبزی کا تھیلا پکڑتے ہوئے، دوسرے ہاتھ سے اس نے فون کھولا اور سبزی کا تھیلا اس کے ہاتھ سے نیچے جا گرا۔ وہ وہیں سے واپس گھر کو بھاگا۔

آگستا، سموئیل کے مسلسل رونے پر باہر آئی تو بجلی بند ہونے کی وجہ سے LED آف ہو چکی تھی اور سموئیل کے پاس رونے کے علاوہ اور کوئی آپشن نہ تھا کہ وہ کمرے میں اکیلا تھا۔ اسی لمحے جب اس نے سموئیل کو اٹھایا تو اس کے نمبر پر بھی ایک پیغام آیا۔ وہ سموئیل کو لیے فون کی طرف بڑھی۔

اور بخت..... وہ اِک لمحے کے لیے سُن ہوا اور پھر اس نے دوسرا کام پولیس کو کال کرنے کا کیا۔ (وہ ایک مشہور ٹریول ایجنسی کا مالک تھا۔ اس کی پی آر ہر قسم کے لوگوں سے تھی۔) باوجود اس کے وہ جانتا تھا کہ وہ خود سب ہینڈل کر لے گی اور وہ پیغام بھی سب کو موصول ہو چکا ہوگا، اس کے باوجود دل جیسے مٹھی میں جکڑا ہوا تھا۔ یہ کسی ایسے ہی پیش آنے والی صورتِ حال کا لائحہ عمل تھا۔

Scanned with CamScanner

تیز، تیز قدموں کے ساتھ، عجلت بھرے انداز میں وہ گاڑی تک آیا تھا اور جب ادا نے بھاگ کر دروازہ کھولا تو ولید اس سے چند قدم پیچھے تھا۔ دروازے پر وہ تینوں تھے۔

آگسٹا، عبدالرزاق اور تبریز.....

ولید ایک ہاتھ شانے سے ڈھل، ڈھل بہتے خون پر رکھے ادا کو روکنا چاہتا تھا مگر ان سب کو دروازے پر دیکھ کر اس کی رنگت فق ہوئی۔ ادا روتی ہوئی عبدالرزاق کے کندھے سے لگی..... تبریز بھاگ کر آگے بڑھا اور اس نے اپنی پوری قوت سے مکا اس کے منہ پر دے مارا تھا..... وہ عین عبدالرزاق کی آنکھوں کے سامنے زمین پر کراہ کر گرا۔

اور اس سب سے پرے..... کچن کا کیمرا اور اس راہداری کا کیمرا سب ریکارڈ کر چکا تھا۔

آنکھیں بند ہونے سے پہلے اس نے آگسٹا کو آگے بڑھتے دیکھا اور پھر..... آگسٹا نے زور سے اس کے پیٹ میں لات ماری تھی۔ وہ آنکھیں کھلی نہیں رکھ سکا تھا۔

☆☆☆

اور اس وقت دو آنکھیں پلکیں جھپک، جھپک کر منظر کو گرفت کرنے کی کوشش میں ہیں۔ ان دو آنکھوں کے سامنے کبھی چھت کی سفیدی ابھرتی ہے اور کبھی اندھیرا چھا جاتا ہے..... اور پھر وہ پوری طرح سے کھل گئیں۔ اس طرح کھلنے پر بھی سمجھ نہ آیا کہ وہ کہاں ہے..... آنکھیں اب چھت کی سفیدی کو گرفت کیے ہوئے تھیں۔ اس نے گردن موڑی تو ہاتھ پر لگی بینڈ تیج نظر آئی۔ نظر بینڈ تیج سے اوپر اٹھتے، اٹھتے کلائی پر جا پڑی اور جب کلائی پر پڑی تو.....

اس نے بے اختیار کلائی اپنی طرف اٹھائی۔ کلائی میں موجود کڑا ایک چین سے بندھا ہوا تھا۔ کڑا اور چین ایک حد تک کھینچی جا سکتی تھی۔ اس نے کلائی کھینچی تو کڑے سے بڑی چین کی جھنکار فضا میں گونجی۔ اس نے بے یقینی سے اس چین کو بیڈ کے کراؤن سے لاک ہوا دیکھا..... اس نے پھر ہاتھ کھینچا..... جھنکار پھر بلند ہوئی۔

"نہیں....." اس نے اور زور سے کھینچا..... جھنکار اتنی ہی شدت سے بلند ہوئی اور اب آپ یہ جھنکار بنا کسی وقفے کے سن سکتے ہیں..... وہ پاگلوں کی طرح ہاتھ کھینچ رہا تھا اور کہہ رہا تھا..... "کھولو مجھے..... مجھے کھولو....."

☆☆☆

"میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے حد سے باہر جا کر ہمارا ساتھ دیا۔" وہ آگسٹا کو ائرپورٹ چھوڑنے آیا تھا۔

"اس میں میری اپنی غرض تھی..... اس نے سوچ بھی کیسے لیا کہ وہ "آگسٹا" کو دھوکے میں رکھ سکتا ہے..... اس نے مجھ سے جھوٹ بولا..... اپنا نکاح چھپایا..... اور پھر.....!" اس نے بے ساختہ جھرجھری لی۔

"کوشش کرنا یہیں جیل میں سڑتا رہے۔"

"میری پوری کوشش ہے..... اور آپ وہ ویڈیو، اکاؤنٹس ہیک کرنے کے ثبوت اور CCTV فوٹیجز اس کی پولیس تک ضرور پہنچا دیجیے گا۔"

"بے فکر رہو۔ اسے زندگی نے بہت بری طرح کاٹا ہے۔ وہ لمبے عرصے تک ٹھیک نہیں ہو سکے گا۔"

وہ دونوں اب ساتھ، ساتھ چل رہے تھے۔ آگسٹا نے سموئیل کو اٹھایا ہوا تھا اور بخت اس کا سامان گھسیٹ رہا تھا۔

"آپ نے اس سے پراپرٹی کے کاغذات تو اپنے نام کروا لیے تھے ناں؟"

"ہاں.....!" وہ رک کر مسکرائی اور بخت عبدالرحمٰن کی آخری پریشانی بھی دور ہوئی۔ ولید عبدالرزاق کے پاس اب اگر کچھ بچا تھا تو وہ ایک "زندگی" تھی کہ جس کے ختم ہونے کی وہ خود سے دعا مانگے گا۔

"Good bye Augusta!"

"Good bye Bakht!"

اور وہ وہاں کھڑا آگسٹا کو تب تک تکتا رہا جب تک وہ ہاتھ ہلا کر ڈیپارچر لاؤنج کی طرف بڑھ نہیں گئی۔

☆☆☆

"ولید عبدالرزاق کی ملاقات ہے۔" ایک کرخت، بے رحم آواز گونجی۔

اور اگر ولید عبدالرزاق کو دیکھو تو وہ آہنی سلاخوں کے سامنے والے فرش پر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔

"اوئے اٹھ، ملاقات ہے تیری۔" اور وہ جیسے چونک کر ہوش میں آیا۔

"آگسٹا..... آگسٹا ہوگی۔" وہ تیزی سے بڑھ کر آہنی سلاخوں تک آیا اور انہیں پکڑ کر دروازے کی سمت دیکھنے لگا اور اس دروازے سے جو چہرہ نمودار ہوا تھا اسے

Scanned with CamScanner

دیکھ کر اس کے کندھے میں ایک شدید ٹیس اٹھی تھی۔ چاکلیٹی رنگ کا لباس پہنے..... لباس کا ہم رنگ شیفون کا سادہ دوپٹا سر پر ٹکائے..... کندھوں پر شال لیے وہ اٹھی ہوئی گردن کے ساتھ ان آہنی سلاخوں تک آئی تھی، اسے سر سے لے کر پیر تک دیکھا..... اور.....

"چچ.....!" اس کی آنکھوں میں دیکھ کر اس نے gesture دیا۔

"مجھے یہاں سے ایک دفعہ باہر نکلنے دو، دیکھو ذرا پھر کیا حال کرتا ہوں تمہارے ساتھ۔"

"یہاں سے نکلو گے تو ناں.....!"

"میں امریکن ایشینیلٹی ہولڈر ہوں۔"

"تمہیں ایسی کوئی diplomatic immunity حاصل نہیں۔" اس نے ہاتھ کی چار انگلیاں اپنی طرف موڑ کر اپنے ناخنوں کو دیکھا پھر.....

"وہ diplomats کو حاصل ہوتی ہے۔ ہمارا ہوم ورک مکمل تھا۔" وہ اب ہاتھ کو پھیلا کر اپنی آنکھوں کے سامنے کیے نیل پینٹ چیک کر رہی تھی۔ اس نے رخ موڑ کر، مسکرا کر ولید کو دیکھا۔

وہ بے یقینی سے پیچھے ہٹا۔

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔" اور اس نے فیڈ اپ ہو کر ایک گہری سانس بھری۔

"بتاؤ تو سہی، کیسا محسوس کر رہے ہو اب؟" اس کے لہجے میں اشتیاق امڈ کر آیا اور ولید اس چہرے سے نظر ہٹا نہ سکا۔

"غصہ آ رہا ہے ناں..... بے بسی محسوس ہو رہی ہے ناں..... خود کو ختم کر لینے کو دل کرتا ہے ناں..... اوہ..... ابھی تو تم نے لوگوں کی باتیں نہیں سنیں..... ولید عبدالرزاق، آنکھ کے بدلے آنکھ..... ناک کے بدلے ناک..... ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور "عزت" کے بدلے عزت..... تم نے اداعبدالمالک کو حشرات الارض سمجھا تھا کیا؟" جیل کی سلاخوں کو دونوں ہاتھوں سے تھامے وہ زخم کھائی ہوئی ناگن تھی۔

"تم.....!" وہ تیزی سے آگے آیا اور ادا نے اتنی ہی تیزی سے ہاتھ بڑھا کر اس کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ فزکس نے اپنا کام کیا اور اس کا چہرہ شدت سے ان بارز سے ٹکرایا۔ بارز جھنجنا اٹھیں وہ منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر پیچھے کو دہرا ہوا۔

"یہ مجھے ہاتھ لگانے کے لیے تھا۔" وہ پھنکاری اور پھر ایک دم اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار ابھرے اور اسی گھبراہٹ سے وہ پکاری۔

"تھانیدار صاحب..... تھانیدار صاحب.....!" وہ عجلت بھرے قدموں کے ساتھ مڑی۔

"قیدی نے خود کو زخمی کر لیا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ خود کو مارنا چاہتا ہے۔"

دو تین آدمی اندر کی طرف بھاگے۔

"وہ خود کو مار رہا ہے....." اور اس خود ساختہ پریشانی کے تاثرات ایک دم غائب ہوئے۔ وہاں اب اس چہرے پر ایک سفاک مسکراہٹ ابھری اور اس نے کندھے اچکا کر اپنی شال کو برابر کیا..... سر پر دوپٹا ٹھیک کیا اور اگر پشت سے اسے دیکھیں تو وہ اس لمحے، خاموش راہداری میں چلتی تھی اور اس لمبی راہداری میں اس کے جوتوں کی چاپ تک بھی نہیں سنائی دیتی تھی۔ وہ یہاں آئی ہی نہیں تھی۔

☆☆☆

اس نے گاڑی اندر لا کر پارک کی، گاڑی سے نکلی، اندر کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ جانتی تھی کہ اس وقت وہ گھر آ چکا ہوگا..... اس کے لبوں پر بڑی دل آویز مسکراہٹ ابھری تھی۔

"فلیش بیک ولید"

اس کے لبوں سے نام آزاد ہوا..... کہیں پر ایک برف کا تودہ دھماکے سے گرا اور ہر طرف یخ ٹھنڈی راکھ پھیلتی گئی۔

وہ اٹھتے، اٹھتے ساکت ہو گئی۔

☆☆☆

"میں نے ہمیشہ اس شخص کو بہت space دی..... نظر انداز کیا..... میں بابا کے سامنے تمہارا نام لینا چاہتا تھا مگر اس نے پہلے کہہ دیا..... میں چاہتا تو اپنی خواہش کا اظہار کر کے اس کے لیے مسائل کھڑے کر سکتا تھا..... مگر میں ہٹ گیا..... تمہارے لیے..... تمہارا جھکاؤ ولید کی طرف تھا۔"

"تم کب سے.....!" اور اس نے اپنے کھلے منہ پر ہاتھ رکھا۔

"وہ بریسلیٹ میں نے اسی لیے لیا تھا۔" اس کی نظریں ادا کے خالی بازو پر تھیں۔ وہ عجیب کیفیت سے اسے تکتی رہی۔

Scanned with CamScanner

"اس شخص نے میری زندگی کی دو عزیز ترین عورتوں کو زک پہنچائی ہے..... میری ماں اور تم!" اس نے نظر اٹھائی۔ ادا کی آنکھ سے ایک قطرہ بنا گال کو چھوئے اس کے ہاتھ پر گرا۔

"عزت مرد کی بھی ہوتی ہے ادا..... ساکھ مرد کی بھی متاثر ہوتی ہے۔ میرے نام کو بھی زک پہنچی ہے۔ تہمت مرد پر بھی اتنی ہی لگتی ہے..... گندا وہ بھی ہوتا ہے۔ اس ویڈیو کو سوشل میڈیا سے ہٹواتے وقت میں نے یہ طے کیا تھا کہ اب کی بار اس روئے زمین پر اس کے لیے کوئی space ہوگی نہ ٹھکانا۔"

اس کی آنکھوں سے ایک کے بعد ایک قطرہ گر رہا تھا۔

"میرا اور تمہارا سچ..... صرف میں اور تم جانتے ہیں، کوئی تیسرا نہیں..... کوئی تیسرا شخص اسے برداشت کرے گا..... جانے گا نہیں..... کیوں نہ ہم ایک ایسا فیصلہ کریں جو ہمیں، ہمارے خاندان کو مزید کسی نقصان سے بچا سکتا ہو۔"

"لوگ جینے نہیں دیں گے بخت!" وہ بھاری نم آواز میں بولی۔

"لوگ بھول جاتے ہیں ادا..... اور تم کیا سمجھتی ہو کہ لوگ قرآن سے خوف کھاتے ہیں..... ڈر جاتے ہیں..... وہ اس کی آیتوں سے خوف کھاتے یا ڈرتے تو تہمت لگانے سے پہلے چار گواہ تیار رکھتے..... اس لیے ادا لوگ بھول جاتے ہیں کسی مشہور شخصیت کا کسی ملازم بچے پر تشدد ہو یا پھر کسی نے اپنی گرل فرینڈ یا بیوی کا قتل کیا ہو..... لوگ سب بھول جاتے ہیں..... یہ مجھے اور تمہیں بھی بھول جائیں گے لیکن ہم دونوں ہی نہیں بھول پائیں گے..... ہرگز بھی نہیں..... تکلیف کا اپنا ایک دماغ ہوتا ہے اور اس کا دماغ آپ کو اسے بھولنے نہیں دیتا۔ یہ تکلیف پھر جیسے جینز کی میموری میں چلی جاتی ہے۔"

اور اس نے بخت عبدالرحمٰن کو زندگی میں اتنا غمزدہ کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔

"تم اکیلی خود کا دفاع کر سکتی ہو نہ مقابلہ..... تمہیں سہارا چاہیے..... لیکن پھر بھی میری زندگی میں آؤ یا نہ آؤ..... میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔ ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں کہ امریکا جا کر اس کا گریبان پکڑ سکیں اور اس کا گریبان پکڑنے کے لیے مجھے سو سال کا انتظار کرنا پڑے، میں کروں گا۔ میں بس یہ چاہتا ہوں کہ جب میرا انتظار ختم ہو تو اس لمحے کو انجوائے کرنے کے لیے تم میرے ساتھ کھڑی ہو۔"

اور وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

محبت ہو کر بھی "محبت" وہ وجہ نہیں تھی جس کی بنا پر وہ ایک ہوتے..... یہ ان دونوں کا "سچ" تھا۔

"بات کرنے کے لیے تم دونوں کو پورے گھر میں یہ ہی جگہ ملی تھی؟" عبدالرزاق بڑی حیرت سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھتے تھے۔ ان دونوں نے بری طرح چونک کر انہیں دیکھا اور پھر ادا بھاری زکام زدہ آواز میں، گیلی آنکھوں کے ساتھ بے اختیار ہنسی۔

☆☆☆

یہ ایک اسپیشل بچے کی کہانی تھی۔ فزیکلی اسپیشل نہیں..... جس دن پیدا ہوا، باپ مر گیا..... ماں نے شادی شدہ جیٹھ سے نکاح کر لیا۔ اس کے تعلیمی فارمز پر سرپرست کا خانہ فل ہوتا رہا..... سوتیلی ماں نے اس کا بچپن چھین لینا چاہا تو شکی ماں نے خود سے دور کر دیا۔ باپ، باپ نہیں، تایا تھا..... پھر ماں بھی نہ رہی اور اس نے اپنے ہی گھر میں وہ رات ایسے گزاری جیسے وہ گھر نہیں، کسی سڑک پر تھا۔ زندگی نے اسے ہر مقام پر ناک آؤٹ کرنا چاہا تھا مگر یہ اس کی ماں تھی جس کی decision making نے اسے "بخت عبدالرحمٰن" بنایا۔ وہ جب مری تو بخت عبدالرحمٰن کے پاس باپ اور پیسہ دونوں تھا۔ وہ یتیم ہو کر بھی یتیم نہ تھا۔ پاکستان کے اکثر گھروں میں 30، 30 سال کے مرد نہیں "بچے" پائے جاتے ہیں۔ ان کی مائیں انہیں کبھی "مرد" بننے ہی نہیں دیتیں۔ decision making سکھاتی ہی نہیں۔ نتیجتاً وہ تیس سال کا بچہ، بیوی اور ماں کے درمیان فٹ بال بن کر بچوں کا باپ بننے سے بھی جاتا ہے اور اگر آپ بخت کو دیکھیں تو اس نے میٹرک کے بعد اپنی پہلی کمائی کر لی تھی۔ جس عمر میں بچے تعلیم مکمل کرتے ہیں، وہ 30 فیصد شیئر ہولڈر تھا۔ انگریز ایسے ہی نہیں اٹھارہ سال کے بچے کو گھر سے باہر نکالتا..... وہ اسے ذمے داری کو own کرنا سکھاتا ہے..... وہ اسے "مرد"

Scanned with CamScanner

بنا سکھاتا ہے۔ ایسا مرد جو اپنے فیصلے لینا جانتا ہے..... اور وہ ان کی قیمت چکانا بھی جانتا ہے۔ اگر آپ عورتوں کا تحفظ چاہتے ہیں تو مرد کی تربیت کریں..... اور دوسری طرف ولید کی ماں، جس نے اپنی ذات کو "سیکورز" کرنے کے لیے بیٹے میں اتنا زہر بھرا کہ وہ انسان، باپ اور بھائی جیسے رشتے کو کبھی انجوائے ہی نہیں کر پایا۔ اس نے ہمیشہ ماں (شازیہ) کی آنکھ سے ان دونوں کو دیکھا۔

ایک عورت کا ایک فیصلہ مرد کو بخت عبدالرحمٰن بھی بنا سکتا ہے اور ولید بھی..... فیصلہ آپ کا ہے..... اور اس کہانی میں سب کردار اپنے، اپنے لیے گئے فیصلوں کی قیمت چکاتے نظر آئیں گے۔

شازیہ سے ہڈی (بخت کی ماں) تک....
ہڈی سے عبدالرزاق تک....
عبدالرزاق سے ولید تک.....
اور ولید سے بخت عبدالرحمٰن.....
بخت عبدالرحمٰن سے عرشیہ تک.....
عرشیہ سے ادا عبدالمالک تک.....
سب اپنے، اپنے..... کیے گئے فیصلوں کی قیمت چکاتے نظر آئیں گے..... مگر اپنے فیصلوں کو own کرتے بس دو لوگ دکھائی دیں گے..... بخت اور عرشیہ۔

اور عرشیہ..... یہ ایک پارک کا منظر ہے۔ ڈاکٹر احتشام وہیل چیئر پر ہیں اور ان کی وہیل چیئر کو عماد پش کر رہا ہے۔ اس کے کندھے کے برابر عرشیہ چل رہی ہے کہ یک دم عماد کے ہاتھ رکے اور اس کے ہاتھ رکنے سے وہیل چیئر کے چلتے پہیوں کی گھرر، گھرر بھی رک گئی۔ اس نے بے ساختہ گردن موڑ کر پارک میں کھیلتے بچوں کو دیکھا۔ عرشیہ کے دل کو جیسے کسی نے پیر تلے کچلا۔ اس نے آہستگی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"آئی ایم سوری!" اس کی آواز میں لرزش تھی۔

عماد نے ایک گہری سانس بھری اور اس کے کندھے پر تسلی نما تھپکی دی اور وہیل چیئر کے پہیوں کی گھرر، گھرر ایک دفعہ پھر سے سنائی دینے لگی۔

☆☆☆

اس کے قدم مدہوشی میں اندر کو بڑھتے تھے، لبوں پر مسکراہٹ سی تھی۔ اس نے مگن سے انداز میں کندھوں سے چادر اتار کر بازو پر رکھی، سر سے دوپٹا اتار کر جب گلے میں ڈالا تو گھنگرالے بالوں کی موٹی، لمبی چوٹی نظر کی گرفت میں آئی۔ اس کی کلائی میں وہ ہی بریسلیٹ پہنا دیکھا جا سکتا تھا۔ اس نے ناک میں موجود سونے کے تار جیسی نتھنی کو چھوا۔ یہ بھی اسی نے گفٹ کی تھی۔ وہ اپنی خواب گاہ کے دروازے پر تھی اور کھلے دروازے سے اس کا سائڈ پوز نظر آ رہا تھا۔ وہ رسٹ واچ کھول کر سائڈ ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔ کف کے بٹن کھولتے ہوئے اس نے آستین اوپر کی۔ لگتا تھا وہ ابھی، ابھی آیا تھا۔ اپنے کام میں مصروف اس نے یوں ہی رخ موڑا تو وہ دروازے میں کھڑی نظر آئی۔

وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔ اس نے مسکراہٹ کا جواب نہیں دیا۔ وہ قدم، قدم اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کی تہ میں کچھ تھا۔ کچھ ایسا جو "محبت" کے دنوں سے بھی آگے کا تھا۔

"کہاں گئی تھیں؟"

"پولیس اسٹیشن۔" وہ عین اس کے سامنے آ کر رکی۔

"کیوں؟" اور اس نے بخت کے سینے پر ہاتھ رکھے۔

"فیئر ویل کہنے۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر ناز سے دونوں بازو اس کے گلے کے گرد حمائل کیے۔ بخت کی گردن ذرا سی نیچے کو جھکی۔ بے اختیار اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ گہری ہوئی۔

ادا ایڑیاں اٹھا کر ان آنکھوں کے برابر آئی۔

"کیا ہو تم؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"میں اپنے بخت کی اِک ادا ہوں۔" وہ گردن ذرا سی ترچھی کیے ان آنکھوں میں دیکھ کر کہہ رہی تھی۔

اور ابھی جب آپ تخیل کی آنکھ سے ان دونوں کو دیکھتے ہیں تو آپ صرف ان دونوں کو نہیں دیکھتے، آپ اِک ایسی نسل کو پروان چڑھتے دیکھ رہے ہیں جو اپنے فیصلے لینا جانتی ہوگی..... جو گھر یا گھر سے باہر کی عورت کے لیے care taker ہوگی..... آ..... ایک منٹ.....

اس نسل کو محض آپ فیصلے کرتے ہی نہیں دیکھ رہے، آپ اسے حقائق کو بھی بری طرح سے manipulate کرتے دیکھ رہے ہیں اور اگر ابھی یہ بات وہاں اس مرد کے گلے میں بازو ڈالے کھڑی اس عورت کو پتا چلتی تو میرا یقین کیجیے، وہ دو بازو اس کا گلا گھونٹ چکے ہوتے۔

(ختم شد)

Scanned with CamScanner